شمارہ: 9 2020
جنوری، فروری، مارچ

مدیر: اے آر خان



سہ ماہی قندیل حق لندن

QINDEEL-E-HAQ

Asgher Ali Bhatti: alibhatti602@gmail.com M:0022792195432
A.R. Khan: +44-7886304637 E-Mail : qindeelehaq@gmail.com



مسجد بیت النصیر جرمنی



مسجد مریم آئرلینڈ

مجلس ادارت

نگران اعلیٰ : اصغر علی بھٹی ۔ مغربی افریقہ

مدیر : اے آر خان

ایڈیٹوریل بورڈ : رند ملک، جمیل احمد بٹ، ڈاکٹر فضل الرحمن بشیر
رانا غلام مصطفیٰ منصور، ریاض احمد ڈوگر
نجم الثاقب کاشغری

فہرست





اداریہ قوم بنی اسرائیل سے مشابہ قوم

رانا عبدالرزاق خان۔لندن



آج یوٹیوب پر ایک جلوس کو دیکھ رہا تھا جس میں جنت نیکو کارہ اے سی اٹک اپنے ناکردہ گناہ کا کفارہ ادا کرنے کے لئے اس جلوس کی اٹک میں قیادت کر رہی تھی تاکہ اس کی نوکری بحال رہے اور لونڈوں کی نگاہ میں مسلمان ثابت ہو جائے۔ اور جلوس کا نعرہ تھا کہ ”قادیانیوں پر لعنت ہو“ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اب کسی بھی شریف شہری کو مسلمانی کا سرٹیفکیٹ لینے کے لئے ان لوطی لونڈوں کا محتاج ہونا پڑے گا۔ یہ قوم اپنی من مرضی سے جو فیصلے لوگوں پر زبردستی سے مسلط کرنے کے لئے کوشاں ہے۔ اور صبر اور برداشت کے دامن کو دیدہ ودانستہ چھوڑا جا رہا ہے۔ اور آنے والی نسلوں کو جبر اور تشدد کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ دیوبندی چاہتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ چلے، بریلوی اپنے عقیدے کو زبردستی پروموٹ کر رہے ہیں، رائے ونڈی اپنے گل کھلا رہے ہیں۔ کوئی بھی اُسوہ حسنہ ﷺ کے مطابق متوازن اسلام پیش کرنے سے قاصر ہے۔ حضرت رسول اکرم ﷺ کی ساری زندگی کو اگر غور سے پڑھا جائے تو سمجھ آجاتی ہے۔ کہ وہ مجسم صبر و برداشت تھے، صلہ رحمی اور حلیمی اُن کا اوڑھنا بچھونا تھی۔ کوڑا پھینکنے والی یہودی عورت کو بھی حضور ﷺ نے کبھی جھڑ کا تک نہ تھا۔ اس زمانے میں ریاست مدینہ کے اسلام کو کبھی بھی کوئی خطرہ نہ تھا اور نہ توہین رسالت کی دفعات تھیں۔ آج کے علمائے سُو کا کاروبار بڑھ چکا ہے۔ بدکلامی یاوہ گوئی، دھونس دھاندلی ان کا وطیرہ ہے۔ ساری دنیا میں اور کسی بھی اسلامی ملک میں ایسی دفعات نہیں۔ جو اس ملک پاکستان میں بنادی گئی ہیں۔ حکیم الاُمت علامہ اقبال نے درست فرمایا تھا، دین ملا فی سبیل اللہ فساد۔

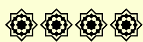
جس قوم کا خمیر ہی خنزیری علماء کے رقیق تقاریر سے تیار کیا گیا ہو۔ جس قوم کے راہنما خائن اور لٹیرے ہوں، جس قوم کے مدرسوں میں ہم جنس پرستی سکھائی جاتی ہو، جس قوم کی تربیت چودھویں صدی کے علمائے سُو کے کمرشل مدرسوں سے ہوئی ہو، جس قوم کے سید اور بخاری، قائد اعظم کو گالی دیتے ہوں اور اکثر علماء، قادری، رضوی گالی سے اپنے خطابت شروع کرتے ہوں، جس قوم کے مدرسہ باز اپنے ہی معشوق لونڈے سے موقع پر ہی ہلاک ہوتے ہوں (مولانا سمیع الحق) (جماعت اسلامی کے امیر قاضی حسین احمد ہم جنسی کے مقدمے میں جیل کاٹ چکے ہیں) جس قوم کے صدر جنرل یحییٰ خان جنرل رانی م نور جہاں سے عشق فرماتے ہوں، جس قوم کے جج، جرنیل، بیوروکریٹ، عناب اور شراب کے رسیا ہوں، اس قوم کے نوجوانوں کو جو سبق پڑھایا جاتا ہے یہ سب اس تربیت کا نتیجہ ہے۔ اب اس قوم کے خون میں جانوروں کی سی عادات کیوں اُمڈ آئی ہیں کیونکہ میرے آقا دو جہاں ﷺ نے اس کی پیشگوئی پندرہ سو سال قبل فرمادی تھی۔ کہ آخری زمانے میں مسجد میں حاضری تو بہت ہوگی اور خوبصورتی بھی بہت ہوگی مگر وہ ہدایت سے خالی ہونگی۔ علمائے اسلام بندر اور خنزیر کی مانند ہو جائینگے ۔سب فتنے ان میں سے ہی اُٹھیں گے۔ اس قوم کے کردار سے کیا توقع ہوسکتی ہے۔ جہاں قانون یہ ہو کہ ”جس کی لاٹھی اُس کی بھینس“ وہاں دھونس اور دھاندلی ہی کا قانون چلتا ہے۔ یہ محسن کُش قوم ہے۔ یہ بنی اسرائیل کی پروردہ یہودی نسل ہے، جس میں ہر نبی کی نافرمان قوم کا عکس نمایاں نظر آتا ہے۔ کم تولنا ہو، ہم جنس پرستی ہو، مکروریا، دھوکہ بازی ملاوٹ، زنا و شراف یہ سب مکروہ اعمال اس قوم کا اب خاصہ ہیں۔ اس قوم کو معاشی ترقی کی ضرورت نہیں اس قوم کو اخلاقی تربیت کی ضرورت ہے۔ اس ملاں نے قیام پاکستان سے ہی اُودھم مچا رکھا ہے۔ نفرت کی آندھیاں اس نے اپنی زبان درازی سے چلا رکھی ہیں۔ ہندو نوازی کو رائج کیا ہے۔ خود ساختہ اسلام کو جاری کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ علمائے سُو نے معاشرے کی بنیادی درسگاہ مسجد کا وقار اپنی غلط کاریوں سے تباہ کر دیا ہے ۔عشر زکوٰۃ کو اپنے ذاتی خرچ کے لئے استعمال کیا ہے۔ جو اس سے وضاحت طلب کرتا ہے اسے یہ کافر کہہ کر معاشرے سے نکال باہر کرتا ہے۔ قرآن پڑھانے جیسے مقدس کام کو کمرشل بنا دیا ہے۔ پہلے تھانے بکتے تھے اب مساجد کا بھی یہی حال ہے۔ مدرسوں کے معصوم بچوں سے ہم جنس پرستی کے علاوہ ڈرگ تک سپلائی کروائی جاتی ہیں۔ ملک کا نام کیا رکھا ہے”، اسلامی جمہوریہ پاکستان“ جو بالکل بھی اسلامی نہیں ہے۔ نہ جمہوری ہے۔ اور نہ پاک لوگوں کی جگہ ہے۔ بلکہ عطاء اللہ شاہ بخاری کا پلیدستان یا کافرستان ہے۔ ملک کو آج تک کون چلاتا رہا ہے۔ سب غیر اسلامی، زانی اور شرابی سربراہانِ مملکت، اب سیتا وائٹ کا عاشق ملک چلا رہا ہے۔ باقی رہا احمدیوں پر لعنت ڈالنے کا قصہ تو یہ بزدلی ہے۔ کسی کمزور کو گالی دینا کمینہ پن ہے۔ کسی طاقتور لیڈر تک کو تم سزا نہیں

دے سکے۔ ایک کافر طاقتور ملک سے تم اپنا کشمیر لے نہیں سکے۔ بنگالیوں پر بھی لعنت ڈال کر اپنا آدھا دھڑ کھو چکے۔ تم تو دنیا کی نظر میں ایک کرپٹ اور بے ہودہ قوم کا مقام پا چکے ہو۔ کشکول بردار فقیر کسی کو کچھ کہے گا بھی تو دیوانہ کہلائے گا۔ ساری قوم باؤلی ہو چکی۔ سارے ادارے کنگال اور اخلاق باختہ ہو چکے۔ نام نہاد اشرافیہ گونگی ہو چکی۔ اس ملک خداداد میں کسی کو بھی اپنے وطن سے محبت نہیں ہے۔ ایمان فروشوں کا یہ وطن جلد اپنے انجام کو پہنچنے والا ہے۔ اس قوم کو کئی قسم کے عذابوں کا سامنا ہے۔ کرپشن اور بے راہ روی نے، اور دکھاوے کے اسلام نے اس قوم کو ننگا کر دیا ہے۔ پارلیمنٹ کی لاجز سے جمشید دستی شراب کی بوتلیں اکٹھی کر کے قوم کو دکھا چکے۔ ہر قسم کے لیڈروں کے معاشقوں سے قوم واقف ہے۔ ہر قسم کی لوٹ کھسوٹ سے بھی بندہ بندہ علم رکھتا ہے۔ اس مولوی نے تو کبھی اپنی بیوی بچوں تک کو معاف نہیں کیا۔ جہاں یہ جاتا ہے گل کھلاتا ہے۔ صرف اس مولوی کو لگام دینے کی ضرورت ہے۔ سارے تھانوں کی ایک سال کی ایف آئی آرز چیک کر لیں سب سے زیادہ ایف آئی آر مولویوں پر، لونڈے بازی، زنا، شراب اور قتل ڈکیتی کی ملیں گی۔ کیا یہی اسلام ہے۔ ساری دنیا میں 57 اسلامی ملک ہیں۔ مگر اسلام کو خطرہ اسی ملک میں ہے۔ کسی بھی ملک میں 295 سی کا قانون نہیں صرف (بقول بخاری) پلیدستان ہی کو اس کی ضرورت ہے۔ ساری قوم بہت تیزی سے بے غیرتی اور بے راہ روی کی طرف بڑھ رہی ہے۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا قانون ہے۔ ایسی صورت حال کے بعد کسی بھی قوم کے لئے عذاب مقدر ہوتا ہے۔ وکیلوں نے ڈاکٹروں کے سر پھاڑ دیئے اور پولیس نے وکلاء کے۔ ڈاکٹروں نے ملاوٹ والی دوائیاں مریضوں کو دے کر اپنی فیس کھری کر لی۔ ججوں نے غلط فیصلے دے کر اپنی جیبیں بھر لیں۔'' **انا للہ و انا الیہ راجعون**۔ آپ کی کرپٹ اسمبلی جو بھی فیصلہ کرے۔ کسی کے دین کے متعلق وہ قانون بن جائے۔ اور کسی کرپٹ، سزا یافتہ وزیر اعظم کو پارٹی کا صدر بنائے تو بھی درست ہو جائے۔ تم لوگ یزیدی اور فرعونی راستوں پر چل رہے ہو۔ یقیناً تم لوگ خسارے میں رہو گے۔ احمدیوں کی دن بدن بڑھتی ہوئی ترقی کا خوف تمہارے سر پر سوار ہے۔ وہ لوگ اس نیچ قوم سے بہت بہتر اور سر بلند ہیں۔ ان کے پاس خلافتِ اسلام ہے، عمل ہے، علم ہے، یکجہتی ہے، محبت ہے، اُخوت ہے، اُسوہ حسنہ پر چلنے والی قوم ہی سرخرو ہوتی ہے۔ وہ پانچ ارکان پر عمل کرنے والی قوم ہے۔ اسے تمہارے بوسیدہ سرٹیفکیٹوں کی ضرورت نہیں۔ تم بنی اسرائیل کی طرح اکثریت کے زعم میں خدا کی درگاہ میں سے راندے گئے ہو، اس جماعت کے پاس ہر شعبے میں ہزاروں قابل سائنسدان، ڈاکٹرز، وکلاء، انجنیئرز، نوبل لاریٹ، بیوروکریٹس ہیں۔ جو خلیفہ وقت کے ابرو کے ایک اشارے پر ہر آن قربان ہونے کو تیار رہتے ہیں۔ تمہارے پاس ہے کیا گالیوں کے سوا۔ پاکستان کی تعمیر میں حصہ لینے والی جماعت ہی پاکستان کی وارث ہے۔ یہ علمائے سُو آج بھی بھاڑے کے ٹٹو ہیں۔ کل بھی کانگرسی تھے اور آج بھی Raw کے ایجنٹ ہیں۔ یہ مدنی، بخاری، مودودی کی نسلیں ہیں جو پاکستان کے ماحول کو گندہ کر رہی ہیں۔ جماعت احمدیہ کے خلیفہ وقت کا ایک مقام ہے۔ جو ساری دنیا تسلیم کرتی ہے۔ سارے ممالک اپنی پارلیمنٹس میں خطاب کرنے کے لئے بصد منت حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں عرض گزار ہو رہے ہیں۔ حضور ایدہ اللہ یورپی پارلیمنٹ، کنیڈا، جرمنی اور یونیسکو میں امن عالم کے تناظر میں خطاب فرما چکے ہیں۔ تمہارے لیڈروں کے امریکہ جاتے وقت کپڑے اُتروائے جاتے ہیں۔ اُن کو آپ کی اصلیت کا علم ہے۔

تمہارے پاس ہر قسم کی لعنت ہے، جو تم جماعت احمدیہ پر ڈالنے کی ناکام کوشش میں ہو۔ اسی قوم سے لوگ احمدی ہو کر اس جماعت کو بڑھا رہے ہیں۔ تم لوگوں نے نفرت کی دیواریں بہت کھڑی کیں مگر عقلمند لوگ ان دیواروں کو پھلانگ کر بھی اس جماعت سے جا ملے۔ تم بخاری، مدنی، مودودی، باچا خان کی طرح بک بک کرتے رہے اور پاکستان بن گیا۔ پھر اسی پاکستان میں جھک مارنے آ بیٹھے۔ احمدیت پہلے سے بھی زیادہ زندہ تر ہے۔ سارے عالم میں ترقی پذیر ہے۔ سارے یورپ، افریقہ، ایشیا، آسٹریلیا میں کون مساجد بنا رہا ہے۔ سعودیہ نہیں وہ جماعت احمدیہ ہی ہے۔ سو زبان میں قرآن کریم کا کون ترجمہ کر رہا ہے۔ دولت مند عرب ممالک نہیں۔ وہ جماعت احمدیہ ہی ہے۔

ساری دنیا کس پر لعنت ڈال رہی ہے۔ پاکستانی قوم پر، تمہارے ڈاکو لیڈروں پر، تمہارے مدرسہ باز علمائے سُو پر، جو باہم دست و گریباں ہیں، حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کا الہام ہے۔ انی مھین من اراد اہانتک۔ جو کہ ہر آن پورا ہو رہا ہے۔ سو تم ان لعنتوں سے مت ڈرو۔

تندیِ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اُونچا اُڑانے کے لئے





رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بلند مقام، خلق عظیم اور بعثت کے مقاصد۔ قرآن کی زبان سے۔

خاتم النبیین، مزمل، مدثر، مزکی کامل، داعی الی اللہ، عالمگیر نبی، مجسم ذکر الٰہی، مثالی عبد، نور الٰہی کا مظہر

محترم عبدالسمیع خان صاحب شیخ الحدیث پروفیسر جامعہ احمدیہ نائیجیریا و سابق ایڈیٹر الفضل ربوہ حال گھانا

قرآن کریم میں آپ کے اسماء اور القاب

اور محمدؐ نہیں ہے مگر ایک رسول۔ (آل عمران ۔145)

محمدؐ تمہارے (جیسے) مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں۔ (الاحزاب:41)

اور جو اس پر ایمان لائے جو محمدؐ پر اتارا گیا۔ (محمد:3)

محمدؐ رسول اللہ اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں کفار کے مقابل پر بہت سخت ہیں۔ (الفتح:30)

طٰہٰ: طیب، ہادی، اے پاک رسول اور ہادیٔ کامل (طٰہٰ:2)

یٰس: یا سید۔ اے سردار (یٰس:2)

المزمل: اچھی طرح چادر میں لپٹنے والا۔ المزمل:2)

المدثر: کپڑا اوڑھنے والا۔ (المدثر:2)

عبداللہ: اللہ کا بندہ (الجن:20)

الانسان: انسان کامل (الاحزاب:73)

بعثت کے مقاصد اور سابقہ پیشگوئیاں

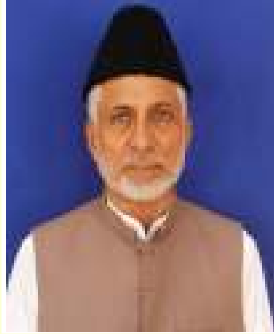
زمانہ بعثت

لوگوں نے جو اپنے ہاتھوں بدیاں کمائیں ان کے نتیجہ میں فساد خشکی پر بھی غالب آگیا اور تری پر بھی تا کہ وہ انہیں ان کے بعض اعمال کا مزا چکھائے تا کہ شاید وہ رجوع کریں۔ (الروم:42)

بعثت کے لئے ابراہیمی دعائیں

اور اے ہمارے رب! تو ان میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کر جو ان پر تیری آیات کی تلاوت کرے اور انہیں کتاب کی تعلیم دے اور (اس کی) حکمت بھی سکھائے اور ان کا تزکیہ کر دے۔ یقیناً تو ہی کامل غلبہ والا (اور) حکمت والا ہے۔ (البقرہ:130)

آپؐ کی بعثت مومنوں پر احسان ہے



یقیناً اللہ نے مومنوں پر احسان کیا جب اس نے ان کے اندر انہی میں سے ایک رسول مبعوث کیا۔ وہ ان پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔ جبکہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔ (آل عمران:165)

لمبے وقفہ کے بعد

اے اہل کتاب! رسولوں کے ایک لمبے انقطاع کے بعد تمہارے پاس یقیناً ہمارا وہ رسول آ چکا ہے جو تمہارے سامنے (اہم امور) کھول کر بیان کر رہا ہے مبادا تم یہ کہو کہ ہمارے پاس نہ کوئی بشیر آیا اور نہ کوئی نذیر۔ پس یقیناً تمہارے پاس بشیر اور نذیر آ چکا ہے اور اللہ ہر چیز پر جسے وہ چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔ (المائدہ:20)

دو ادوار اور چار بنیادی فرائض

وہی ہے جس نے امی لوگوں میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کیا۔ وہ ان پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی کھلی گمراہی میں تھے۔ اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی ان سے نہیں ملے۔ وہ کامل غلبہ والا (اور) صاحب حکمت ہے۔ (الجمعہ:3,4)

حضرت موسیٰؑ سے مماثلت

یقیناً ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے جو تم پر نگران ہے جیسا کہ ہم نے فرعون کی طرف بھی ایک رسول بھیجا تھا۔ (المزمل:16)

توریت اور انجیل میں ذکر

جو اس رسول نبی امی پر ایمان لاتے ہیں جسے وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں

لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ ان کو نیک باتوں کا حکم دیتا ہے اور انہیں بری باتوں سے روکتا ہے اور ان کے لئے پاکیزہ چیزیں حلال قرار دیتا ہے اور ان پر ناپاک چیزیں حرام قرار دیتا ہے اور ان سے ان کے بوجھ اور طوق اتار دیتا ہے جو ان پر پڑے ہوئے تھے۔ پس وہ لوگ جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور اسے عزت دیتے ہیں اور اس کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کی پیروی کرتے ہیں جو اس کے ساتھ اتارا گیا ہے یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔ (الاعراف:158)

محمد رسول اللہ اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں کفار کے مقابل پر بہت سخت ہیں (اور) آپس میں بے انتہا رحم کرنے والے۔ تو انہیں رکوع کرتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے دیکھے گا۔ وہ اللہ ہی سے فضل اور رضا چاہتے ہیں۔ سجدوں کے اثر سے ان کے چہروں پر ان کی نشانی ہے۔ یہ ان کی مثال ہے جو تورات میں ہے اور انجیل میں ان کی مثال ایک کھیتی کی طرح ہے جو اپنی کونپل نکالے پھر اسے مضبوط کرے پھر وہ موٹی ہو جائے اور اپنے ڈنٹھل پر کھڑی ہو جائے، کاشتکاروں کو خوش کردے تا کہ ان کی وجہ سے کفار کو غیظ دلائے۔ اللہ نے ان میں سے ان سے جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ (الفتح:30)

(حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا) اس کی تصدیق کرتے ہوئے آیا ہوں جو تورات میں سے میرے سامنے ہے اور ایک عظیم رسول کی خوشخبری دیتے ہوئے جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہوگا۔ پس جب وہ کھلے نشانوں کے ساتھ ان کے پاس آیا تو انہوں نے کہا یہ تو ایک کھلا کھلا جادو ہے۔ (الصف:7)

مقصد بعثت۔ غلبہ حق

وہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھا دیں حالانکہ اللہ ہر حال میں اپنا نور پورا کرنے والا ہے خواہ کافر ناپسند کریں۔ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اسے دین (کے ہر شعبہ) پر کلیۃً غالب کردے خواہ مشرک برا منائیں۔ (الصف:9,10)

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اسے سب دینوں پر غالب کردے خواہ مشرک کیسا ہی ناپسند کریں۔ (التوبہ:33)

سچے اہل کتاب پہچانتے ہیں

وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی وہ اس (کتاب اور اس رسول) کو اسی طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ (الانعام:21)

اور جب وہ اسے سنتے ہیں جو اس رسول کی طرف اتارا گیا تو تُو دیکھے گا کہ ان کی آنکھیں آنسو بہانے لگتی ہیں اس کی وجہ سے جو انہوں نے حق کو پہچان لیا۔ وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے پس ہمیں گواہی دینے والوں میں تحریر کرلے۔ (المائدہ:84)

سابقہ پیشگوئیوں کو پورا کرنے والے

اور جب بھی ان کے پاس اللہ کی طرف سے کوئی رسول آیا جو اس کی تصدیق کرنے والا تھا جو ان کے پاس تھا تو ان میں سے ایک گروہ نے جنہیں کتاب دی گئی اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا، گویا وہ علم ہی نہ رکھتے ہوں۔ (البقرہ:102)

صداقت کی علامت

پاک زندگی

تو کہہ دے اگر اللہ چاہتا تو میں تم پر اس کی تلاوت نہ کرتا اور نہ وہ (اللہ) تمہیں اس پر مطلع کرتا۔ پس میں اس (رسالت) سے پہلے بھی تمہارے درمیان ایک لمبی عمر گزار چکا ہوں، تو کیا تم عقل نہیں کرتے۔ (یونس:17)

آپ ان پڑھ تھے

اور تو اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتا تھا اور نہ تو اپنے داہنے ہاتھ سے اسے لکھتا تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو جھٹلانے والے (تیرے بارہ میں) ضرور شک میں پڑ جاتے۔ (العنکبوت:49)

اور اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے حکم سے ایک زندگی بخش کلام وحی کیا۔ تو جانتا نہ تھا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے لیکن ہم ہی نے اسے نور بنایا جس کے ذریعہ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں اور یقیناً تو سیدھے راستہ کی طرف چلاتا ہے۔ (الشوریٰ:53)

اگر جھوٹا ہوتا

اور اگر وہ بعض باتیں جھوٹے طور پر ہماری طرف منسوب کردیتا تو ہم اسے ضرور اپنے داہنے ہاتھ سے پکڑ لیتے پھر ہم یقیناً اس کی رگ جان کاٹ ڈالتے پھر تم میں سے کوئی ایک بھی اس سے (ہمیں) روکنے والا نہ ہوتا۔ (الحاقہ:45 تا48)

دعوت مباہلہ

تو کہہ دے کہ اے لوگو جو یہودی ہوئے ہو! اگر تم یہ گمان کرتے ہو کہ سب لوگوں کے سوا ایک تم ہی اللہ کے دوست ہو تو موت کی تمنا کرو، اگر تم سچے ہو۔ (الجمعہ:7)

پس جو تجھ سے اس بارے میں اس کے بعد بھی جھگڑا کرے کہ تیرے پاس علم آچکا ہے تو کہہ دے۔ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تمہارے بیٹوں کو بھی اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو بھی اور اپنے نفوس کو اور تمہارے نفوس کو بھی۔ پھر ہم

مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔ (آل عمران:62)

بعد میں شاہد

پس کیا وہ جو اپنے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل پر ہے اور اس کے پیچھے اس کا ایک گواہ آنے والا ہے اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب بطور امام اور رحمت موجود ہے (وہ جھوٹا ہو سکتا ہے؟) (ھود:18)

آپ کا امتیازی مقام

آپ کی بیعت خدا کی بیعت ہے

وہ لوگ جو تیری بیعت کرتے ہیں وہ اللہ کی بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ہے جو ان کے ہاتھ پر ہے۔ (الفتح:11)

آپ کا فعل خدا کا فعل ہے

(اے محمد) جب تو نے (ان کی طرف کنکر) پھینکے تو تو نے نہیں پھینکے بلکہ اللہ ہے جس نے پھینکے۔ (الانفال:18)

آپ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے

اور جو اس رسول کی پیروی کرے تو اس نے اللہ کی پیروی کی۔ (النساء:81)

سراپا وحی اور معراج کا سفر

تمہارا ساتھی نہ تو گمراہ ہوا اور نہ ہی نامراد رہا۔ اور وہ خواہش نفس سے کلام نہیں کرتا۔ یہ تو محض ایک وحی ہے جو اتاری جارہی ہے۔ اسے مضبوط طاقتوں والے نے سکھایا۔ (جو) بڑی حکمت والا ہے۔ پس وہ فائز ہوا۔ جبکہ وہ بلند ترین افق پر تھا۔ (النجم:3 تا 8)

مقام قاب قوسین

پھر وہ نزدیک ہوا۔ پھر وہ نیچے اتر آیا۔ پس وہ دو قوسوں کے وتر کی طرح ہو گیا یا اس سے بھی قریب تر۔ پس اس نے اپنے بندے کی طرف وہ وحی کیا جو بھی وحی کیا۔ اور دل نے جھوٹ بیان نہیں کیا جو اس نے دیکھا۔ (النجم 9 تا 12)

اللہ کے نور کا عظیم الشان مظہر

اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس کے نور کی مثال ایک طاق کی سی ہے جس میں ایک چراغ ہو۔ وہ چراغ شیشے کے شمع دان میں ہو۔ وہ شیشہ ایسا ہو گویا ایک چمکتا ہوا روشن ستارہ ہے۔ وہ (چراغ) زیتون کے ایسے مبارک درخت سے روشن کیا گیا ہو جو نہ مشرقی ہو اور نہ مغربی۔ اس (درخت) کا تیل ایسا ہے کہ قریب ہے کہ وہ از خود بھڑک کر روشن ہو جائے خواہ اسے آگ کا شعلہ نہ بھی چھوا ہو۔ یہ نورٌ علیٰ نور ہے۔ اللہ اپنے نور کی طرف جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے اور اللہ ہر چیز کا دائمی علم رکھنے والا ہے۔ (النور:36)

اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک بڑی حجت آ چکی ہے اور ہم نے تمہاری طرف ایک روشن کر دینے والا نور اتارا ہے۔ (النساء:175)

اے اہل کتاب! یقیناً تمہارے پاس ہمارا وہ رسول آ چکا ہے جو تمہارے سامنے بہت سی باتیں جو تم (اپنی) کتاب میں سے چھپایا کرتے تھے خوب کھول کر بیان کر رہا ہے اور بہت سی ایسی ہیں جن سے وہ صرف نظر کر رہا ہے۔ یقیناً تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آ چکا ہے اور ایک روشن کتاب بھی۔ اللہ اس کے ذریعہ انہیں جو اس کی رضا کی پیروی کریں سلامتی کی راہوں کی طرف ہدایت دیتا ہے اور اپنے اذن سے انہیں اندھیروں سے نور کی طرف نکال لاتا ہے اور انہیں صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ (المائدہ 16,17)

مجسم ذکر

اے عقل والو جو ایمان لائے ہو! اللہ نے تمہاری طرف ایک عظیم ذکر نازل کیا ہے۔ ایک رسول کے طور پر جو تم پر اللہ کی روشن کر دینے والی آیات تلاوت کرتا ہے تا کہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل بجالائے اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالے۔ (الطلاق:11,12)

مقام خاتم النبیّین

محمد تمہارے (جیسے) مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں بلکہ وہ اللہ کا رسول ہے اور سب نبیوں کا خاتم ہے۔ (الاحزاب:41)

شاہد۔ مبشر۔ نذیر۔ سراج منیر

اے نبی! یقیناً ہم نے تجھے ایک شاہد اور ایک مبشر اور ایک نذیر کے طور پر بھیجا ہے۔ اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے اور ایک منور کر دینے والے سورج کے طور پر۔ (الاحزاب:46,47)

یقیناً ہم نے تجھے ایک گواہ اور بشارت دینے والے اور ڈرانے والے کے طور پر بھیجا۔ تا کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کرو۔ (الفتح:9,10)

مقام محمود، ہجرت اور مظہر حق

اور رات کے ایک حصہ میں بھی اس (قرآن) کے ساتھ تہجد پڑھا کر۔ یہ تیرے لئے نفل کے طور پر ہوگا۔ قریب ہے کہ تیرا رب تجھے مقام محمود پر فائز کر دے۔ اور تو

کہہ اے میرے رب! مجھے اس طرح داخل کر کہ میرا داخل ہونا سچائی کے ساتھ ہو اور مجھے اس طرح نکال کہ میرا نکلنا سچائی کے ساتھ ہو اور اپنی جناب سے میرے لئے طاقتور مددگار عطا کر۔ اور کہہ دے حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا۔ یقیناً باطل بھاگ جانے والا ہی ہے۔ (بنی اسرائیل: 80 تا 82)

میثاق النبیّین

اور جب اللہ نے نبیوں کا میثاق لیا کہ جبکہ میں تمہیں کتاب اور حکمت دے چکا ہوں پھر اگر کوئی ایسا رسول تمہارے پاس آئے جو اس بات کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور اس پر ایمان لے آؤ گے اور ضرور اس کی مدد کرو گے۔ کہا کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس بات پر مجھ سے عہد باندھتے ہو؟ انہوں نے کہا (ہاں) ہم اقرار کرتے ہیں۔ اس نے کہا پس تم گواہی دو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ (آل عمران: 82)

اور جب ہم نے نبیوں سے ان کا عہد لیا اور تجھ سے بھی اور نوح سے اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم سے اور ہم نے ان سے بہت پختہ عہد لیا تھا۔ (الاحزاب: 8)

اللہ، فرشتوں اور مومنوں کا درود

یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی اس پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔ (الاحزاب: 57)

اذیت پہنچانے والے

یقیناً وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچاتے ہیں اللہ نے ان پر دنیا میں بھی لعنت ڈالی ہے اور آخرت میں بھی اور اس نے ان کے لئے رسوا کن عذاب تیار کیا ہے۔ (الاحزاب: 58)

رحمۃ للعالمین

اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت کے طور پر۔ (الانبیاء: 108)

عالمگیر نبی

تو کہہ دے کہ اے انسانو! یقیناً میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں جس کے قبضے میں آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے۔ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ وہ زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے۔ پس ایمان لے آؤ اللہ پر اور اس کے رسول نبی امی پر جو اللہ پر اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتا ہے اور اسی کی پیروی کرو تا کہ تم ہدایت پا جاؤ۔ (الاعراف: 159)

اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام لوگوں کے لئے بشیر اور نذیر بنا کر۔ مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (سبا: 29)

بس ایک وہی برکت والا ثابت ہوا جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تاکہ وہ سب جہانوں کے لئے ڈرانے والا بنے۔ (الفرقان: 2)

تمام امتوں پر بطور گواہ

پس کیا حال ہو گا جب ہم ہر ایک امت میں سے ایک گواہ لے کر آئیں گے اور ہم تجھے ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے۔ (النساء: 42)

اسراء کا روحانی سفر

پاک ہے وہ جو رات کے وقت اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف لے گیا جس کے ماحول کو ہم نے برکت دی ہے تا کہ ہم اسے اپنے نشانات میں سے کچھ دکھائیں۔ یقیناً وہ بہت سننے والا (اور) گہری نظر رکھنے والا ہے
(بنی اسرائیل: 2)

ارفع ترین مقام تک رسائی

پس کیا تم اس سے اس پر جھگڑتے ہو جو اس نے دیکھا؟۔ جبکہ وہ اسے ایک اور کیفیت میں بھی دیکھ چکا ہے۔ آخری حد پر واقع بیری کے پاس۔ اس کے قریب ہی پناہ دینے والی جنت ہے۔ جب بیری کو اس نے ڈھانپ لیا جس نے ڈھانپ لیا۔ نہ نظر کج ہوئی اور نہ حد سے بڑھی۔ یقیناً اس نے اپنے رب کے نشانات میں سے سب سے بڑا نشان دیکھا۔ (النجم 13 تا 19)

آپؐ پر افضالِ خداوندی

بے انتہاء فضل

اور اگر تجھ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتے تو ان میں سے ایک گروہ نے تو ارادہ کر رکھا تھا کہ وہ ضرور تجھے گمراہ کر دیں گے۔ لیکن وہ اپنے سوا کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے اور وہ تجھے ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور اللہ نے تجھ پر کتاب اور حکمت اتارے ہیں اور تجھے وہ کچھ سکھایا ہے جو تو نہیں جانتا تھا اور تجھ پر اللہ کا فضل بہت بڑا ہے۔ (النساء: 114)

سبع مثانی اور قرآن عظیم

اور یقیناً ہم نے تجھے سات بار بار دہرائی جانے والی (آیات) اور قرآن عظیم عطا کئے ہیں۔ اپنی آنکھیں اس عارضی متاع کی طرف نہ پسار جو ہم نے ان میں سے بعض گروہوں کو عطا کی ہے اور ان پر غم نہ کھا اور مومنوں کے لئے اپنے (شفقت

کے) پرجھکا دے۔ (الفجر:88,89)

ہر لمحہ پہلے سے بہتر

تجھے تیرے رب نے نہ چھوڑا ہے اور نہ نفرت کی ہے۔اور یقینا آخرت تیرے لئے (ہر) پہلی (حالت) سے بہتر ہے۔اور تیرا رب ضرور تجھے عطا کرے گا۔پس تو راضی ہوجائے گا۔کیا اس نے تجھے یتیم نہیں پایا تھا؟ پس پناہ دی۔اور تجھے تلاش میں سرگرداں (نہیں) پایا، پس ہدایت دی۔اور تجھے ایک بڑے کنبہ والا (نہیں) پایا، پس غنی کر دیا۔(الضحیٰ:4 تا 9)

خدا کی نظر کے سامنے

اور اپنے رب کے حکم کی خاطر صبر کر۔پس یقینا تو ہماری آنکھوں کے سامنے (رہتا) ہے اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر جب تو اٹھتا ہے۔(الطور:49)

اور تو کبھی کسی خاص کیفیت میں نہیں ہوتا اور اس کیفیت میں قرآن کی تلاوت نہیں کرتا اسی طرح تم (اے مومنو) کوئی (اچھا) عمل نہیں کرتے مگر ہم تم پر گواہ ہوتے ہیں۔ (یونس:62)

سفر ہجرت میں الٰہی تائید

اگر تم اس (رسول) کی مدد نہ بھی کرو تو اللہ (پہلے بھی) اس کی مدد کر چکا ہے جب اسے ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا (وطن سے) نکال دیا تھا اس حال میں کہ وہ دو میں سے ایک تھا۔جب وہ دونوں غار میں تھے اور وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غم نہ کر یقینا اللہ ہمارے ساتھ ہے۔پس اللہ نے اس پر اپنی سکینت نازل کی اور اس کی ایسے لشکروں سے مدد کی جن کو تم نے کبھی نہیں دیکھا اور اس نے ان لوگوں کی بات نیچی کر دکھائی جنہوں نے کفر کیا تھا اور بات اللہ ہی کی غالب ہوتی ہے اور اللہ کامل غلبہ والا (اور) بہت حکمت والا ہے۔ (التوبہ:40)

مکہ واپسی کی پیشگوئی

یقینا وہ جس نے تجھ پر قرآن کو فرض کیا ہے تجھے ضرور ایک واپس آنے کی جگہ کی طرف واپس لے آئے گا۔ (القصص:86)

آپ کی اطاعت کی برکات

نبوت اور دیگر روحانی انعامات

اور جو بھی اللہ کی اور اس رسول کی اطاعت کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے (یعنی) نبیوں میں سے، صدیقوں میں سے، شہیدوں میں سے اور صالحین میں سے اور یہ بہت ہی اچھے ساتھی ہیں۔(النساء:70)

روحانی زندگی

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور رسول کی آواز پر لبیک کہا کرو جب وہ تمہیں بلائے تاکہ وہ تمہیں زندہ کرے اور جان لو کہ اللہ انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہوتا ہے اور یہ بھی (جان لو) کہ تم اسی کی طرف اکٹھے کئے جاؤ گے۔ (انفال:25)

محبت الٰہی کا راستہ۔گناہوں کی بخشش

تو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ (آل عمران:32)

قرب الٰہی کا وسیلہ

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس کے قرب کا وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو۔(المائدہ:36)

قوم کا تعویذ

اور اللہ ایسا نہیں کہ انہیں عذاب دے جبکہ تو ان میں موجود ہو اور اللہ ایسا نہیں کہ انہیں عذاب دے جبکہ وہ بخشش طلب کرتے ہوں۔ (الانفال:34)

دائمی خلافت۔رحم

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے ان سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور ان کیلئے ان کے دین کو، جو اس نے ان کیلئے پسند کیا، ضرور تمکنت عطا کرے گا اور ان کی خوف کی حالت کے بعد ضرور انہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔وہ میری عبادت کریں گے۔میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔اور جو اس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔(النور: 56,57)

صاحب خلق عظیم

قلم دوات کی قسم

ن۔قسم ہے قلم کی اور اس کی جو وہ لکھتے ہیں۔تو اپنے رب کی نعمت کے طفیل مجنون نہیں ہے۔اور یقینا تیرے لئے ایک لامتناہی اجر ہے۔اور یقینا تو بہت بڑے خلق پر فائز ہے (القلم:2 تا 5)

زیادہ حق رکھنے والا



نبی مومنوں پر ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتا ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔ (الاحزاب:7)

نرم دل،نرم گفتار۔مشورہ۔عزم

پس اللہ کی خاص رحمت کی وجہ سے تو ان کے لئے نرم ہو گیا۔ اور اگر تو تندخو (اور) سخت دل ہوتا تو وہ ضرور تیرے گرد سے دور بھاگ جاتے۔ پس ان سے درگزر کر اور ان کے لئے بخشش کی دعا کر اور (ہر) اہم معاملہ میں ان سے مشورہ کر۔ پس جب تو (کوئی) فیصلہ کر لے تو پھر اللہ ہی پر توکل کر۔ یقیناً اللہ توکل کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔ (آل عمران:160)

رؤف ورحیم

یقیناً تمہارے پاس تمہی میں سے ایک رسول آیا۔ اسے بہت سخت شاق گزرتا ہے جو تم تکلیف اٹھاتے ہو (اور) وہ تم پر (بھلائی چاہتے ہوئے) حریص (رہتا) ہے۔ مومنوں کے لئے بے حد مہربان (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ (التوبہ:128)

قوم کے لئے دردمندی

پس کیا تو شدتِ غم کے باعث ان کے پیچھے اپنی جان کو ہلاک کر دے گا اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں۔ (الکھف:7) کیا تو اپنی جان کو اس لئے ہلاک کر دے گا کہ وہ مومن نہیں ہوتے۔ (الشعراء:4)

محض ناصح۔داروغہ نہیں

اور تو ان پر زبردستی اصلاح کرنے والا نگران نہیں ہے۔ پس قرآن کے ذریعہ اسے نصیحت کرتا چلا جا جو میری تنبیہ سے ڈرتا ہے۔ (ق:46)

پس بکثرت نصیحت کر۔ تو محض ایک بار بار نصیحت کرنے والا ہے۔ تو ان پر داروغہ نہیں۔ (الغاشیہ:22,23)

مطاع اور امین

یقیناً یہ ایک (ایسے) معزز رسول کا قول ہے۔ (جو) قوت والا ہے۔ صاحب عرش کے حضور بہت مرتبہ والا ہے۔ بہت واجب الاطاعت (جو) وہاں (یعنی صاحب عرش کے حضور) امین بھی ہے۔ اور (یقیناً) تمہارا ساتھی مجنون نہیں۔ اور وہ ضرور اسے روشن افق پر دیکھ چکا ہے۔ اور وہ غیب (کے بیان) پر بخیل نہیں۔ (التکویر:20تا25)

علم غیب کی نعمت

آپ کو بکثرت غیب عطا ہوا

یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جسے ہم تیری طرف وحی کرتے ہیں اور تو ان کے پاس نہیں تھا جب انہوں نے اپنی بات پر اتفاق کر لیا تھا جبکہ وہ (برے) منصوبے بنا رہے تھے۔ (یوسف:103)

آپ خود عالم الغیب نہیں تھے

تو کہہ دے میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ ہی میں غیب کا علم رکھتا ہوں اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں اس کے سوا جو میری طرف وحی کی جاتی ہے کسی چیز کی پیروی نہیں کرتا۔ (الانعام:51)

وہ تجھ سے قیامت سے متعلق سوال کرتے ہیں کہ کب اسے بپا ہونا ہے۔ تو کہہ دے کہ اس کا علم صرف میرے رب کے پاس ہے۔ اسے اپنے وقت پر کوئی ظاہر نہیں کرے گا مگر وہی۔ وہ آسمانوں اور زمین پر بھاری ہے۔ وہ تم پر نہیں آئے گی مگر دفعۃً۔ وہ (اس کے بارہ میں) تجھ سے اس طرح سوال کرتے ہیں گویا کہ تو اس کے متعلق سب کچھ جانتا ہے۔ تو کہہ دے کہ اس کا علم صرف اللہ ہی کے پاس ہے۔ لیکن اکثر لوگ (یہ بات) نہیں جانتے۔ تو کہہ دے کہ میں اللہ کی مرضی کے سوا اپنے نفس کے لئے (ایک ذرہ بھر بھی) نفع یا نقصان کا اختیار نہیں رکھتا اور اگر میں غیب جاننے والا ہوتا تو یقیناً میں بہت دولت اکٹھی کر سکتا تھا اور مجھے کبھی کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔ لیکن میں تو محض ایک ڈرانے والا اور ایک خوشخبری دینے والا ہوں اس قوم کے لئے جو ایمان لاتی ہے۔ (الاعراف:188,189)

پس اگر وہ منہ موڑ لیں تو کہہ دے کہ میں نے تم سب کو برابر اطلاع کر دی ہے اور میں نہیں جانتا کہ جس کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو وہ قریب ہے یا دور۔ (الانبیاء:110)

لوگ تجھ سے ساعت کے متعلق پوچھتے ہیں تو کہہ دے کہ اس کا علم صرف اللہ کے پاس ہے اور تجھے کیا چیز سمجھائے کہ شاید ساعت قریب ہو۔ (الاحزاب:64)

مخالفت کے رنگ

قتل کا ارادہ

اور (یاد کرو) جب وہ لوگ جو کافر ہوئے تیرے متعلق سازشیں کر رہے تھے تا کہ تجھے (ایک ہی جگہ) پابند کر دیں یا تجھے قتل کر دیں یا تجھے (وطن سے) نکال دیں

اور وہ مکر میں مصروف تھے اور اللہ بھی ان کے مکر کا توڑ کر رہا تھا اور اللہ مکر کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔ (الانفال:31)

سازشیں

اور وہ (محض منہ سے) ''اطاعت'' کہتے ہیں! پھر جب وہ تجھ سے الگ ہوتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ ایسی باتیں کرتے ہوئے رات گزارتا ہے جو اس سے مختلف ہیں جو تو کہتا ہے اور اللہ ان کی رات کی باتوں کو احاطہ تحریر میں لے آتا ہے۔ پس ان سے اعراض کر اور اللہ پر توکل کر اور اللہ کارساز کے طور پر کافی ہے۔ (النساء:82)

غیر معقول مطالبات

اور وہ کہتے ہیں کہ اس پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا؟ اور اگر ہم کوئی فرشتہ اتارتے تو ضرور معاملہ نپٹا دیا جاتا۔ پھر وہ کوئی مہلت نہ دیئے جاتے۔ (الانعام:9)

اور وہ کہتے ہیں کہ ہم ہرگز تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ تو ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ پھاڑ لائے۔ یا تیرے لئے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو پھر تو اس کے بیچوں بیچ خوب نہریں کھود ڈالے۔ یا جیسا کہ تو گمان کرتا ہے ہم پر آسمان کو ٹکڑوں کی صورت گرا دے یا اللہ اور فرشتوں کو سامنے لے آئے۔ یا تیرے لئے سونے کا کوئی گھر ہو یا تو آسمان میں چڑھ جائے۔ مگر ہم تیرے چڑھنے پر بھی ہرگز ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ تو ہم پر ایسی کتاب اتارے جسے ہم پڑھ سکیں۔ تو کہہ دے کہ میرا رب (ان باتوں سے) پاک ہے (اور) میں تو ایک بشر رسول کے سوا کچھ نہیں۔ (بنی اسرائیل:91 تا 94)

اعتراضات

پس جب ہماری طرف سے ان کے پاس حق آ گیا تو انہوں نے کہا کہ اسے ویسا ہی کیوں نہ دیا گیا جیسا موسیٰ کو دیا گیا تھا۔ کیا وہ اس سے پہلے اس کا انکار نہیں کر چکے جو موسیٰ کو دیا گیا تھا؟ انہوں نے یہ کہا تھا کہ یہ دو بہت بڑے جادوگر ہیں جو ایک دوسرے کے مددگار ہوئے اور انہوں نے کہا ہم تو یقیناً ہر ایک کا انکار کرنے والے ہیں۔ (القصص:49)

اور وہ کہتے ہیں کہ اس رسول کو کیا ہو گیا ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے۔ کیوں نہ اس کی طرف کوئی فرشتہ اتارا گیا جو اس کے ساتھ مل کر (لوگوں کو) ڈرانے والا ہوتا۔ یا اس کی طرف کوئی خزانہ اتارا جاتا یا اس کا کوئی باغ ہوتا جس سے یہ کھاتا اور ظالموں نے کہا کہ تم لوگ یقیناً ایک ایسے آدمی کے سوا کسی کی پیروی نہیں کر رہے جو سحر زدہ ہے۔ (الفرقان:8,9)

اور انہوں نے کہا اے وہ شخص جس پر ذکر اتارا گیا ہے! یقیناً تو مجنون ہے۔ تو ہمارے پاس فرشتے لئے ہوئے کیوں نہیں آتا اگر تو سچوں میں سے ہے۔ (الحجر:7,8)

یا وہ کہتے ہیں کہ اسے جنون ہو گیا ہے؟ نہیں! بلکہ وہ ان کے پاس حق لے کر آیا ہے جبکہ ان میں سے اکثر حق کو ناپسند کرنے والے ہیں۔ (المومنون:71)

آپ شاعر نہیں

کیا وہ کہتے ہیں کہ یہ ایک شاعر ہے جس کے متعلق ہم گردش زمانہ کی راہ دیکھ رہے ہیں؟ تو کہہ دے کہ راہ دیکھتے رہو۔ یقیناً میں بھی تمہارے ساتھ راہ دیکھنے والوں میں سے ہوں۔ (الطور:31,32)

اور ہم نے اسے شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ ہی یہ اسے زیب دیتا تھا یہ تو محض ایک نصیحت ہے اور واضح قرآن ہے۔ (یٰسٓ:70)

کوئی سکھاتا ہے

اور یقیناً ہم جانتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں اسے کسی بشر نے سکھایا ہے۔ اس کی زبان جس کی طرف سے یہ بات منسوب کرتے ہیں، عجمی (یعنی غیر فصیح) ہے جبکہ یہ (قرآن کی زبان) ایک صاف اور روشن عربی زبان ہے۔ (النحل:104)

ایذا رسانی

اور کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کر اور ان کی ایذا رسانی کو نظر انداز کر دے اور اللہ پر توکل کر اور اللہ ہی کارساز کے طور پر کافی ہے۔ (الاحزاب:49)

رسالت کی اہم ذمہ داریاں

دن اور رات کی مصروفیات

اے اچھی طرح چادر میں لپٹنے والے! رات کو قیام کیا کر مگر تھوڑا۔ اس کا نصف یا اس میں سے کچھ تھوڑا سا کم کر دے۔ یا اس پر (کچھ) زیادہ کر دے اور قرآن کو خوب نکھار کر پڑھا کر۔ یقیناً ہم تجھ پر ایک بھاری فرمان اتاریں گے۔ رات کا اٹھنا یقیناً (نفس کو) پاؤں تلے کچلنے کے لئے زیادہ شدید اور قول کے لحاظ سے زیادہ مضبوط ہے۔ یقیناً تیرے لئے دن کو بہت لمبا کام ہوتا ہے۔ پس اپنے رب کے نام کا ذکر کر اور اس کی طرف پوری طرح منقطع ہوتا ہوا الگ ہو جا۔ وہ مشرق اور مغرب کا رب ہے۔ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ پس اسے بطور کارساز اپنا لے۔ اور صبر کر اس پر جو وہ کہتے ہیں اور ان سے اچھے رنگ میں جدا ہو جا۔ (المزمل:2 تا 11)

جاری سلسلہ رسالت

تو کہہ دے میں رسولوں میں سے پہلا تو نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا کہ مجھ سے اور تم سے کیا سلوک کیا جائے گا میں تو صرف اس کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے اور ایک کھلے کھلے ڈرانے والے کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ (الاحقاف:10)

اور محمد نہیں ہے مگر ایک رسول۔ یقیناً اس سے پہلے رسول گزر چکے ہیں۔ پس کیا اگر یہ بھی وفات پا جائے یا قتل ہو جائے تو تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے؟ اور جو بھی اپنی ایڑیوں کے بل پھر جائے گا تو ہرگز اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ اور اللہ یقیناً شکر گزاروں کو جزا دے گا۔ (آل عمران:145)

کہہ دے کہ میں تو محض تمہاری طرح ایک بشر ہوں۔ میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود بس ایک ہی معبود ہے۔ پس جو کوئی اپنے رب کی لقاء چاہتا ہے وہ (بھی) نیک عمل بجالائے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔ (الکھف:111)

عظیم بار امانت

یقیناً ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے جبکہ انسان کامل نے اسے اٹھا لیا۔ یقیناً وہ (اپنی ذات پر) بہت ظلم کرنے والا (اور اس ذمہ داری کے عواقب کی) بالکل پرواہ نہ کرنے والا تھا۔ (الاحزاب:73)

دعوت الی اللہ کا حکم

اور تو اپنے رب کی طرف بلا۔ یقیناً تو ہدایت کی سیدھی راہ پر (گامزن) ہے۔ (الحج:68)

اور اپنے اہل خاندان یعنی اقرباء کو ڈرا۔ اور اپنا پر مومنوں میں سے ان کے لئے جو تیری پیروی کرتے ہیں، جھکا دے۔ (الشعراء:215,216)

پس خوب کھول کر بیان کر جو تجھے حکم دیا جاتا ہے اور شرک کرنے والوں سے اعراض کر۔ یقیناً ہم استہزاء کرنے والوں کے مقابل پر تجھے بہت کافی ہیں۔ (الحجر:96,95)

حفاظت کا وعدہ

اے رسول! اچھی طرح پہنچا دے جو تیرے رب کی طرف سے تیری طرف اتارا گیا ہے اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو گویا تو نے اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔ یقیناً اللہ کافر قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ (المائدہ:68)

حقیقی ہدایت کے حامل

پاکستانی محافظین ختم نبوت سے ایک سادہ سا سوال

(محترم جناب چودھری عبدالسلام صاحب اختر ایم۔اے)

وہ کہتے ہیں کہ ''ختم المرسلین'' کے بعد دنیا میں
لقب پاکر نبی کا اب کوئی بھی آنہیں سکتا
ہو کیسا دگرگوں عالمِ انسانیت لیکن
یہ انعام خداوندی۔کوئی بھی پا نہیں سکتا
یہی مفہوم ہے گر۔معنی ختم نبوت کا
تو پھر عیسیٰؑ مسیح ناصری۔کس طرح آئینگے؟
نبی ہونے سے کیا مُہر نبوت پھر نہ ٹوٹے گی؟
وہ آئیں گے۔تو کس منصب پہ وہ تشریف لائینگے؟
عزیزو! خود اگر عیسیٰؑ نبی بن کر چلے آئیں
تو دین مصطفیٰ کی ''افضلیت'' کون مانے گا؟
خدا نے جو محمدؐ کی شریعت دی وہ اکمل ہے
مگر اس شرعِ دیں کی ''اکملیت'' کون مانے گا؟
حقیقت میں حدیث مصطفیٰؐ سے بات کھلتی ہے
اور اس میں ہے قیامِ دیں کی عظمت بھی صداقت بھی
کہ مہدی۔وہ موعود جہاں۔جس وقت آئے گا
وہ ہو گا اُمتی بھی۔حامل نورِ نبوت بھی

(الفرقان اکتوبر 1974ء)

یقیناً ہم نے تجھے حق کے ساتھ بشیر اور نذیر کے طور پر بھیجا ہے اور تجھ سے جہنم والوں کے بارہ میں نہیں پوچھا جائے گا۔ اور یہود اور نصاریٰ ہرگز تجھ سے راضی نہیں ہوں گے جب تک تو ان کی ملت کی پیروی نہ کرے۔ تو کہہ دے کہ یقیناً اللہ کی (عطا کردہ) ہدایت ہی اصل ہدایت ہے اور اگر تو ان کی خواہشات کے پیچھے لگ جائے بعد اس کے کہ تیرے پاس علم آچکا ہے (تو) اللہ کی طرف سے تیرے لئے کوئی سرپرست اور کوئی مددگار نہیں رہے گا۔ (البقرہ:120,121)

قرآن کے ذریعہ جہاد کبیر

کافروں کی پیروی نہ کر اور اس (قرآن) کے ذریعہ ان سے ایک بڑا جہاد کر۔ (الفرقان:53)

قتال کا حکم

پس اللہ کی راہ میں قتال کر۔ تجھ پر تیرے نفس کے سوا کسی اور کا بوجھ نہیں ڈالا جائے گا اور مومنوں کو بھی (قتال کی) ترغیب دے۔ بعید نہیں کہ اللہ ان لوگوں کی جنگ روک دے جنہوں نے کفر کیا اور اللہ جنگ کرنے میں سب سے زیادہ سخت اور عبرتناک سزا دینے میں زیادہ شدید ہے۔ (النساء:85)

استقامت کا حکم

پس جیسے تجھے حکم دیا جاتا ہے (اس پر) مضبوطی سے قائم ہو جا اور وہ بھی (قائم ہو جائیں) جنہوں نے تیرے ساتھ توبہ کی ہے اور حد سے نہ بڑھو۔ یقیناً وہ اس پر جو تم کرتے ہو گہری نظر رکھنے والا ہے اور ان لوگوں کی طرف نہ جھکو جنہوں نے ظلم کیا ورنہ تمہیں بھی آگ آ پکڑے گی اور اللہ کو چھوڑ کر تمہارے کوئی سرپرست نہ ہوں گے۔ پھر تم کوئی مدد نہیں دیئے جاؤ گے۔ (ھود:113,114)

عبادت اور دعائیں

مثالی عبد

اور یقیناً جب بھی اللہ کا بندہ اس کو پکارتے ہوئے کھڑا ہوا تو وہ قریب ہوتے ہیں کہ اس پر غول درغول ٹوٹ پڑیں۔ تو کہہ دے۔ میں صرف اپنے رب کو پکاروں گا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤں گا۔ (الجن:20,21)

کیا تو نے اس شخص پر غور کیا جو روکتا ہے؟ ایک عظیم بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے۔ (العلق:11,10)

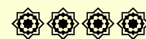
بعض دعائیں

اور ان دونوں (والدین) کے لئے رحم سے عجز کا پر جھکا دے اور کہہ کہ اے میرے رب! ان دونوں پر رحم کر جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری تربیت کی۔ (بنی اسرائیل:25)

پس اللہ سچا بادشاہ بہت رفیع الشان ہے۔ پس قرآن (کے پڑھنے) میں جلدی نہ کیا کر پیشتر اس کے کہ اس کی وحی تجھ پر مکمل کر دی جائے اور یہ کہا کر کہ اے میرے رب! مجھے علم میں بڑھا دے۔ (طٰہٰ:115)

اور تو کہہ اے میرے رب! بخش دے اور رحم کر اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔ (المومنون:119)

(حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے ترجمہ قرآن سے مدد لی گئی)



نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

منوّر احمد کنڈے



آپؐ آئے تو ہمیں ایک یہی درس ملا
آپؐ خاتَم ہیں ، فقط ایک جہانوں کا خدا

آپؐ آئے تو اندھیروں میں اُجالے آئے
رنگ پھولوں پہ بھی گلشن میں نرالے آئے

آپؐ آئے تو خزاؤں میں بہاریں آئیں
اَرضِ بے نور پہ انوار کی دھاریں آئیں

آپؐ آئے تو یتیموں نے سہارے پائے
بحرِ آلام میں کِشتی نے کنارے پائے

آپؐ آئے تو زمانے میں بھی سُکھ پھیل گیا
رُوحِ اِبلیس میں بے چینی کا دُکھ پھیل گیا

آپؐ آئے تو ہے بیٹی کی خوشی لوٹ آئی
سجدہ گاہوں میں بھی آنکھوں کی نمی لوٹ آئی

آپؐ آئے تو محبت میں وفا لوٹ آئی
دہر کی چشم میں ہے پھر سے حیا لوٹ آئی

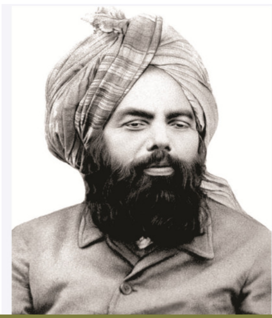
آپؐ آئے تو ہوا ختم شریعت کا نزول
اب فقط آپؐ کے منہاج پہ رحمت کا حصول

آپؐ آئے تو منوّر یہ کُھلا ہے عُقدہ
آپؐ سا ہوگا نہ پہلے کبھی سرکار ہوا









شانِ خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السّلام کی پچیس تحریرات



انتخاب رانا محمد ظہیر احمد۔ گیمبیا

1 ''جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائیگا نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ وجلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو۔ تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔''

(کشتی نوح صفحہ 23)

2۔ ''مَیں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوّت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھا ہوں۔ ایسا ہی مَیں ملائکہ اور معجزات لیلۃ القدر وغیرہ کا قائل ہُوں۔''

(تقریر واجب الاعلان صفحہ 5 مطبوعہ 1891ء)

3۔ ''ہمارا اعتقاد جو ہم دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں۔ جس کے ساتھ ہم بفضل وتوفیق باری تعالیٰ اس عالمِ گزراں سے کُوچ کریں گے۔ یہ ہے کہ حضرت سیّدنا ومولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خاتم النبیّین وخیر المرسلین ہیں جن کے ہاتھوں سے اکمالِ دین ہو چُکا اور وُہ نعمت بہ مرتبہ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہِ راست کو اختیار کر کے خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔''

(ازالہ اوہام حصّہ اوّل ص 137 مطبوعہ 1891ء)

4۔ ''اور ہمارا اعتقاد ہے کہ ہمارے رُسول (سیّدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تمام رسولوں سے بہتر اور سب رسولوں سے افضل اور خاتم النبیّین ہیں۔ اور افضل ہیں ہر ایسے انسان سے جو آئندہ آئے یا جو گزر چکا ہو۔''

(آئینہ کمالاتِ اسلام ص 327 مطبوعہ 1892ء)

5۔ ''وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء امام الاصیفاء ختم المرسلین فخر النبیّین جناب محمد مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں اے پیارے خدا اس پیارے نبیؐ پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتدائے دنیا سے تو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔''

(اتمام الحجۃ ص 28 مطبوعہ 1894ء)

6۔ ''مجھ کو خدا کی عزّت وجلال کی قسم کہ مَیں مُسلمان ہوں اور ایمان رکھتا ہوں اللہ تعالیٰ پر اور اس کی کتابوں پر اور تمام رسولوں پر اور تمام فرشتوں اور مرنے کے بعد زندہ کئے جانے پر اور مَیں ایمان رکھتا ہوں اس پر کہ ہمارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام رسولوں سے افضل اور خاتم الانبیاء ہیں۔''

(حمامۃ البشریٰ ص 8 مطبوعہ 1894ء)

7۔ ''درود وسلام تمام رسولوں سے بہتر اور تمام برگزیدوں سے افضل محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم پر کہ خاتم الانبیاء اور شفیع المذنبین اور تمام اولین وآخرین کے سردار ہیں اور آپؐ کی آل پر کہ طاہر ومطہر ہیں اور آپؐ کے اصحابؓ پر کہ حق کا نشان اور اللہ کی حجّت ہیں اہلِ ایمان کے لئے۔''

(انجام آتھم ص 73 مطبوعہ 1892ء)

8۔ ''اگر دل سخت نہیں ہو گئے تو اس قدر دلیری کیوں ہے کہ خواہ نخواہ ایسے شخص کو کافر بنایا جاتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حقیقی معنے کی رُو سے خاتم الانبیاء سمجھتا ہے۔ اور قرآن کو خاتم الکتب تسلیم کرتا ہے۔ تمام نبیوںؑ پر ایمان لاتا ہے اور اہلِ قبلہ ہے اور شریعت کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھتا ہے۔''

(سراج منیر ص 4 مطبوعہ 1897ء)

9۔ ''ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سِوا کوئی معبود نہیں اور سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کے سول اور خاتم الانبیاء ہیں۔''

(ایام الصلح صفحہ 82 87 مجریہ 1899ء)

10۔ ''عقیدہ کی رُو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے۔ وہ یہی ہے کہ خدا ایک اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کا نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھ کر ہے۔''

کشتی نوح ص 15 مطبوعہ 1902ء)

11۔ ''ایک وہ زمانہ تھا کہ انجیل کے واعظ بازاروں اور گلیوں اور کُوچوں میں نہایت دریدہ دہنی اور سراسر افتراء سے ہمارے سیّد ومولیٰ خاتم الانبیاء اور افضل الرّسل والاصفیاء اور سیّد المعصومین والاتقیاء حضرت محبوبِ جنابِ احدیّت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نسبت یہ قابلِ شرم جھوٹ بولا کرتے تھے کہ جنابؐ سے کوئی

پیشگوئی یا معجزہ ظہور میں نہیں آیا۔اوراب یہ زمانہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے علاوہ اُن ہزار ہا معجزات کے جو ہمارے سرور و مولیٰ شفیع المذ نبین ﷺ سے قرآن شریف اوراحادیث میں اس قدر کثرت سے مذکور ہیں جو اعلیٰ درجہ کے تواتر پر ہیں۔تازہ بتازہ صد ہا نشان ایسے ظاہر فرمائے کہ کسی مخالف اور منکر کو اُن کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔''

(تریاق القوب ص 5 مجزہ 1902ء)

12۔''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا گیا۔جس کے یہ معنے ہیں کہ آپؐ کے بعد براہ راست فیوضِ نبوت منقطع ہو گئے اوراب کمالِ نبوت صرف اسی شخص کو ملے گا۔جو اپنے اعمال پر اتباعِ نبویؐ کی مُہر رکھتا ہوگا۔اوراس طرح پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا بیٹا اور آپؐ کا وارث ہوگا۔''

(ریولو برمباحثہ بٹالوی وچکڑالوی صفحہ 76 مطبوعہ 1906ء)

13۔''ہم مسلمان ہیں ایمان رکھتے ہیں خدا تعالیٰ کی کتاب فرقانِ حمید پر۔اور ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے سردار محمد ﷺ خدا کے نبی اوراس کے رسول ہیں اوروہ سب دینوں سے بہتر دین لائے اور ہم ایمان رکھتے ہیں کہ آپؐ خاتم الانبیاء ہیں۔''

(مواہب الرحمن صفحہ 66 مطبوعہ 1903ء)

14۔''اب بجز محمدیؐ نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہوسکتا ہے مگر وہی جو پہلے امتی ہو۔''

(تجلیات الٰہیہ ص 26 مطبوعہ 1906ء)

15۔''اللہ جل شانہٗ نے آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلّم کو صاحب خاتم بنایا یعنی آپؐ کو افاضۂ کمال کے لئے مُہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔اس وجہ سے آپؐ کا نام خاتم النبیّین ٹھہرا۔یعنی آپؐ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپؐ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوتِ قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔''

(حقیقۃ الوحیٰ ص 97 حاشیہ۔مطبوعہ 1907ء)

16۔''خدا اس شخص کو پیار کرتا ہے جو اس کی کتاب قرآن شریف کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے اور اُس کے رسول حضرت محمد ﷺ کو درحقیت خاتم الانبیاء سمجھتا ہے۔''

(چشمہ معرفت ص 364 مطبوعہ 1908ء)

17۔''ہم اس آیت پر سچا اور کامل ایمان رکھتے ہیں جو فرمایا
وَلٰکِنْ رسول اللّٰہ وَ خاتم النبیّین۔''

(ایک غلطی کا ازالہ۔مطبوعہ 1901ء)

18۔''ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے سیّد و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور ہم فرشتوں اور معجزات اور تمام عقائد اہلِ سنت کے قائل ہیں۔''

(الکتاب البریّہ حاشیہ ص 83 مطبوعہ 1898ء)

19۔''آنحضرت ﷺ خاتم النبیّین ہیں۔اور قرآن شریف خاتم الکتب۔''

(پیغام امام ص 30 لیکچر 1905ء)

20۔''مجھ پر اور میری جماعت پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیّین نہیں مانتے یہ ہم پر افتراءِ عظیم ہے۔ہم جس قوت، یقین ومعرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں اس کا لاکھواں حصّہ بھی لوگ نہیں مانتے۔''

(الحکم 17/مارچ 1935ء)

21۔''قرآن میں آنحضرت کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا گیا۔''

(اربعین نمبر 24 مطبوعہ 1900ء)

22۔''پانچواں ہزار نیکی اور ہدایت کے پھیلنے کا یہی وہ ہزار ہے جس میں ہمارے سیّد و مولیٰ ختمی پناہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے۔''

(لیکچر لاہور ص 31 مطبوعہ 1904ء)

23۔''ہمارے رسول ﷺ خاتم النبیّین ہیں۔''

(حقیقۃ الوحیٰ ص 64 مطبوعہ 1907ء)

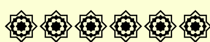
24۔''تمام تعریفیں خدا کے لئے ثابت ہیں جو تمام عالموں کا پروردگار ہے اور درود وسلام اس کے نبیوں کے سردارؐ پر جو اس کے دوستوں میں سے برگزیدہ اور اس کی مخلوقات میں سے پسندیدہ اور خاتم الانبیاء اور فخر الاملیاء ہے۔ہمارا سیّد، ہمارا امام، ہمارا نبی، محمد مصطفیٰ۔جو زمین کے باشندوں کے دل روشن کرنے کے لئے خدا کا آفتاب ہے۔''

(نور الحق ص 1 مطبوعہ 1894ء)

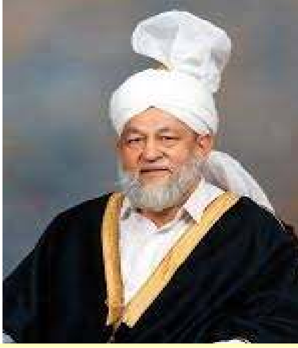
25۔''مجھے اللہ جل شانہٗ کی قسم ہے کہ مَیں کافر نہیں۔لا اِلٰہ الّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پر میرا عقیدہ ہے اور وَلٰکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیّین پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت میرا ایمان ہے۔''

(کرامات الصّادقین ص 25 مطبوعہ 1894ء)

(بحوالہ الفرقان دسمبر 1974ء)







مجلس عرفان (منعقدہ 1 مارچ 1984ء بمقام لندن)

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ



مرتب کنندہ: منیر احمد شاہین مربی سلسلہ

مذہب کا مقصد اللہ اور بندے کے درمیان تعلق قائم کرنا ہے

تشہد، تعوذ، سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورؒ نے فرمایا:۔

’’آج کل مذہب کے متعلق کئی قسم کے خیالات ہیں اور ساری دُنیا میں ایک ہیجان ہے۔ بعض جگہ تو مذہب سیاسی مقاصد کے لئے صرف ایک idealogy کے طور پر استعمال ہو رہا ہے۔ تا اسے ایک idealogy کے مقابل پر کھڑا کیا جائے تا کہ دوسرے فلسفے جو اس کو نا کام کرنے میں ہار چکے ہیں وہ مذہب کی طرف سے اُٹھ کر ایک idealogy کا مقابلہ کریں۔ بظاہر ان جگہوں پہ بھی مذہب کا چرچا ہوتا ہے لیکن مذہب کے مقصد میں سے یہ بات نہیں تھی۔ مذہب کے مقاصد تو بہت اونچے ہیں اور ان کے ذیلی مقاصد میں یہ بات آجاتی ہے کہ اگر حقیقی مذہب آئے تو غلط ideologies خود بخود غائب ہو جاتی ہیں اور بہت سی جگہ مذہب استعمال ہوتا ہے فتنہ کے لئے بھی، فساد کے لئے بھی، انسان اور انسان کے درمیان نفرت پیدا کرنے کے لئے بھی اور ایسے مناظروں کے لئے بھی جن کی حیثیت ان بٹیروں کی سی ہوتی ہے جو لڑتے ہیں کچھ تماشے دیکھتے ہیں، ہار اور شکست کو پیشِ نظر رکھ کر مناظرے کئے جاتے ہیں قطع نظر اس سے کہ جستجو مراد ہے۔ حق پانا اصل مقصد ہونا چاہیئے۔ تو بہت سی اُلجھنیں مذہب کے ساتھ وابستہ ہوگئی ہیں جس کی وجہ سے جو نئی نسل ہے وہ متنفّر بھی ہوتی چلی جارہی ہے پیچھے ہٹ رہی ہے۔ وہ سمجھتی ہے اگر مذہب کی یہی حقیقتیں ہیں تو ہمیں اس میں کوئی دلچسپی نہیں ہے اور یہ جو شور ہے مذہب کا اگر آپ حقیقت میں اتر کر دیکھیں تو مذہب کی مدد کرنے کی بجائے مذہب کے دشمنوں کی مدد کر رہا ہے۔ حقیقتِ مذہب اور ہے۔ سب مذہبوں کا دعویٰ کم سے کم یہی ہے کہ اللہ اور بندے سے مِلاپ کے سب سے اچھے طریق کا نام مذہب ہے اور اگر یہ مذہب کا خلاصہ درست ہے تو اللہ اور بندے کا ملاپ نہ ڈنڈے سے ہوسکتا ہے، نہ گالیوں سے ہوسکتا ہے، نہ مصنوعی نعرہ بازی سے ہوسکتا ہے، نہ اللہ اور بندے کا مِلاپ صرف نظریاتی جہادؔ کے ذریعہ ہوسکتا ہے ایک خاص مقصد کو مدِّ نظر رکھ کر اللہ اور بندے کا مِلاپ کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ بنیادی سوال ہے اور جو مذہب بھی انسان کو اس کے قریب کرے اور اس کی تعلیم دے وہ اس حد تک سچا ہے۔ اس لئے یہ بھی غلط ہے کہ صرف monopoly ہے بعض مذاہب کی سچائی کے کچھ حصے ایسے مذاہب میں بھی موجود ہیں جو بحیثیت مجموعی obsolete ہو چکے ہیں۔ جو قصہ پارینہ بن گئے ہیں لیکن جس حد تک وہ ایسی تعلیم اپنے اندر رکھتے ہیں جو واقعی اللہ اور بندہ میں پیار پیدا کرے اُس حد تک وہ سچے ہیں اور بہت سے سچے مذاہب ایسے ہوتے ہیں جو تعلیم موجود ہونے کے باوجود حقیقت سے ہٹ کر ایسی باتوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ اپنی سچائی سے خود فائدہ نہیں اُٹھا رہے ہوتے۔ ایسے واقعات ہو جاتے ہیں اس لئے سب سے اہم بات یہ ہے کہ اُن باتوں کو معلوم کیا جائے کہ اللہ اور بندے کے درمیان مذہب کیا تعلق قائم کرتا ہے؟ اور اگر وہ تعلق واضح ہو جائے تو سچائی کا فیصلہ کرنا کچھ مشکل نہیں ہے اور پھر غلط رَوِش اختیار کرنے والے بڑے نمایاں ہو کر سامنے آجاتے ہیں۔

صفاتِ باری تعالیٰ اختیار کئے بغیر اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم نہیں ہوسکتا

اللہ اور بندے کا تعلق پیدا کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ eharmony creat ہو خدا اور بندے کے درمیان tuning for کا تجربہ آپ میں سے کئی لوگوں نے کیا ہوگا جب تک wave link نہ ملے وہ آواز جو ایک طرف پیدا ہوتی ہے وہ دوسری طرف پیدا نہیں ہوسکتی۔ دوستی ہوتی ہے اس میں کوئی نہ کوئی harmony کوئی نہ کوئی ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ اس کے بغیر نہ انسان کا انسان سے تعلق ہوتا ہے، نہ جانور کا جانور سے تعلق ہوتا ہے۔ وہ قدرِ مشترک، وہ ہم مزاجی جس کو شراب نوش ہم مشرب ہونا کہتے ہیں۔ کئی اصطلاحیں موجود ہیں کچھ قدرِ اشتراک ہونا ضروری ہے اور خدا تعالیٰ سے تعلق قائم کرنے کے لئے صفاتِ باری تعالیٰ پر زور دینا ضروری ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی صفات بندہ اپنانا شروع نہ کرے اُس وقت تک یونہی وہم ہے کہ مَیں سچے مذہب کا پیرو ہوں۔ انسان صفاتِ باری تعالیٰ اپنائے تو اس میں ایک حسن پیدا ہو جاتا ہے۔ صفاتِ باری تعالیٰ اپنائے تو نفرت خود بخود غائب ہو جاتی ہے۔ خدا کی صفات میں مخلوق سے نفرت شامل نہیں ہے۔ کسی صفت میں نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ کی صفات میں بد خُلقی نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ کی

صفات ایک مجموعۂ حُسن ہے اس میں ایک توازن ہے اور ایک کشش ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ کسی کی ذات میں اُتر رہا ہو اور وہ قابلِ نفرت بنتا چلا جا رہا ہو اور لوگوں کو قابلِ نفرت بناتا چلا جائے۔ اس لئے یہ سب سے بڑی پہچان ہے۔ مثلاً قرآنِ کریم اس کے لئے ایک بڑا حیرت انگیز scientific کلام ہے جو کسی پہلو کو نہیں چھوڑتا۔ یہ بات کہنے کے بعد قرآنِ کریم ایک نمونہ سامنے رکھتا ہے اور فرماتا ہے کہ اللہ کو اپنانا، اللہ کی صفات کو اختیار کرنا اگر تم اپنے انسانوں میں سے کسی سے سیکھنا چاہتے ہو تو اس کے لئے ایک model ہے اور وجہ اس کی یہ کہ بہت ضروری چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ اور ہے، بندہ اور ہے۔ بندہ تو ایک برتن کی طرح ہے جس میں لامحدود چیز آہی نہیں سکتی۔ اس بندے میں اگر خدا کی صفات اُتریں تو بندے کا جو رنگ ہو جانا چاہیئے ہم صرف وہ دیکھ سکتے ہیں ورنہ تو صرف ایک فرضی بات ہے۔ تو اللہ تعالیٰ آنحضور ﷺ کی مثال دے کر فرماتا ہے کہ دیکھو! جب خدا سے محبت پیدا ہو جائے تو یہ وہ رنگ ہے جو ہو جاتا ہے۔ یہ وہ اُسوہ ہے جو خود بخود ظاہر ہوتا ہے جب خدا کا عاشق سچا ہو۔ اس لئے صرف تمہارا دعویٰ کہ ہم اللہ کی طرف جا رہے ہیں، خدا سے محبت کرتے ہیں، خدا سے عشق کرتے ہیں قابلِ قبول ہو نہیں سکتا جب تک کہ جنہوں نے اس دعویٰ کو سچا کیا ہے اُن کی پیروی کر کے نہ دکھاؤ۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے بغیر خدا سے تعلق قائم نہیں ہو سکتا

چنانچہ اس بات کو خدا تعالیٰ اس طرح بیان فرماتا ہے کہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آلِ عمران:32) کہ اے دعویٰ دارانِ محبت! بڑی آوازیں اُٹھتی ہیں عشق کے دعووں کی، لیکن عشق کا دعویٰ کچھ امتحانوں میں سے گذرتا ہے پھر سچا ثابت ہوا کرتا ہے اور کچھ لوگ اُن امتحانوں میں سے گذر کر سچے ثابت ہو چکے ہیں جو مثالیں بن جاتے ہیں۔ مثلاً مجنوںؔ نے عشق کیا وہ ایک مثال بن گیا اور کئی زبانوں کی شاعری اس سے متاثر ہوئی تو قرآنِ کریم نے بھی عشق کی ایک مثال قائم کر دی۔ فرمایا تم جو محبت کا دعویٰ کرتے ہو اگر تم سچے ہو تو پھر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیروی کر کے دکھاؤ۔ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ یہ رسول اللہ ﷺ کی زبان سے (اللہ) مخاطب ہوا ہے۔ میری پیروی کر کے دکھاؤ پھر مَیں تمہیں ضمانت دیتا ہوں کہ اللہ تم سے محبت کرے گا۔ یک طرفہ محبت، محبت پیدا نہیں کیا کرتی اگرچہ بظاہر سچی بھی ہو۔ اس میں اُس سے زیادہ کلام کیا گیا ہے۔ ایک انسان جو کسی ذات کا عاشق ہوتا ہے، کسی ذات سے پیار کرتا ہے، اس کا بڑا مقصد یہ ہے کہ وہ بھی اس سے پیار کرنے لگے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صرف تمہاری محبت کی سچائی کی مَیں تصدیق نہیں کروں گا مَیں تمہارا مقصدِ اعلیٰ، محبت کا جو مقصدِ اعلیٰ ہوتا ہے وہ پورا کر دوں گا۔ اگر تم حضورِ اکرم ﷺ کی پیروی کرتے ہو تو پھر سچے ہو جاؤ گے کہ ہاں تمہیں مجھ سے محبت ہو گئی ہے۔

☆ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تمام جہانوں کے لئے رحمت

اب اس پہلو سے جب حضورِ اکرم ﷺ کا اُسوہ دیکھتے ہیں تو آپ کو اللہ تعالیٰ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ فرماتا ہے۔ (الانبیاء:108)۔ رحمۃً للعالمین بن کیسے سکتے تھے جب تک رحمان سے سچا پیار نہ ہو؟ یعنی خدا کی ہر صفت کے بدلہ ایک صفت آنحضرت ﷺ کو عطا ہوئی۔ جب آپ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (الفاتحہ:3-2) کہتے تھے تو سچے دل سے رحمانؔ کہتے تھے اور رحمان بننے کی کوشش کرتے تھے۔ کیونکہ اگر کوئی انسان تعریف کرے اور وہ بننے کی کوشش نہ کرے تو وہ تعریف جھوٹی ہوتی ہے۔ تو پورے سچے دل سے رحمانیت پر غور فرماتے تھے۔ دیکھتے تھے کہ رحمانیتؔ کے تقاضے کیا ہیں؟ اس کا مفہوم کیا ہے؟ اور ان کو پورا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ مثلاً رحمانیت کے تقاضوں پر غور کرتے ہوئے آپ کی اس بات پر نظر گئی کہ خالق اپنی مخلوق سے پیار کرتا ہے اور بعض رحمانیت کے جلوے ایسے ہیں جو مؤمن اور غیر مؤمن دونوں پر برابر ظاہر ہوتے ہیں۔ انسان اور غیر انسان سب پر جلوہ گر ہوتے ہیں۔ جس قدر آپؐ نے رحمانیت کی معرفت میں ترقی فرمائی۔ اُتنا ہی خدا کی طرف سے بڑا انعام ملا۔ چنانچہ آپ کو رحمۃ للنّاس نہیں فرمایا بلکہ رحمۃً لّلعالمین فرمایا۔ عالمین میں حیوانؔ بھی آ گئے، عالمین میں کائناتؔ کا پورا تصوّر آ گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ کی معرفت تمام دوسرے نبیوں سے زیادہ تھی اسی لئے آپؐ پر زیادہ رحمت ہوئی۔ ایک تعلق ہے انسان کا خدا کی صفات کو سمجھنا اور مقابل پر خدا کا انعام ہونا ان کا ایک براہِ راست واسطہ ہے۔ اس لئے اس میں اللہ تعالیٰ کا کوئی عارضی فیصلہ نہیں ہے کہ پہلے نبیوں پر تو قومی رحمت کے طور پر جلوہ گر ہوا اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر عالمی رحمت کے طور پر جلوہ گر ہوا۔ وجہ یہ تھی کہ حضورِ اقدس ﷺ نے رحمانیت کا وہ عرفان حاصل کیا جو پہلے نبی نہیں کر سکے تھے اور جتنا بڑا ظرف ہوتا ہے اُتنی بڑی نعمت اس میں داخل ہو سکتی ہے اگر کوئی داخل کرنے کا فیصلہ کرے۔ تو یہ ہے صفاتِ باری تعالیٰ پر غور، اور صفاتِ باری تعالیٰ کے نتیجہ میں جو وجود پیدا ہوتا ہے وہ محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ اس لئے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مذہب خدا سے تعلق کی خاطر قائم ہو، ایک نمونہ سامنے قائم ہو جائے اور مذہب کا نتیجہ یہ نکلے کہ رحمۃ للنّاس یا رحمۃ للعالمین تو بات ہی جھوٹی ہے۔ وہ فلسفہ جو انسان کو انسان سے نفرت پر آمادہ کرتا ہے غلط ہے۔

آنحضرت ﷺ کی ذات میں جو رحمت نے جلوے دکھائے ہیں ۔ وہ آزمائشوں میں سے گزرے ہیں صرف زبانی بات نہیں تھی کہ رسولِ خدا کو خدا نے رحمۃً لِّلْعَالمین کہہ دیا اور فخر شروع کر دیں۔ رحمۃً لِّلْعَالمین کہنا اور بات ہے اور رحمۃً لِّلْعَالمین بن کے دکھانا بالکل اور بات ہے اور ہر امتحان پر کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی ہر صفت کے تقاضے اس امتحان میں پورے کر کے دکھائے ہیں۔

آنحضرت ﷺ مؤمن کے خدا سے ملاپ کا وسیلہ ہیں

یہ مضمون ہے جو آنحضور ﷺ کے ذریعہ ہم پر کھلا اور ان معنوں میں آپ وسیلہ ہیں ۔ لوگوں نے ایک فرضی وسیلے کا تصوّر بھی بنایا ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ہم نے وسیلہ کہہ دیا وہ آپ ہی وسیلہ بن گئے ہمیں خدا سے ملا دیا یہ فرضی باتیں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو حضورِ اکرم ﷺ کی ذات میں جو صفاتِ باری تعالیٰ آپ جلوہ گر دیکھیں اور امتحان آئیں اور ہر صفت اس میں استقامت دکھا دے اور دنیا کے امتحان میں ناکام نہ ہو اور آپ یہ سیکھ لیں کہ یہ ہوا کرتا ہے اور وہ اخذ کر لیں اس حصے میں اللہ آپ کا ہو جائے گا۔ contact point پیدا ہو جائے گا اور اس کو کہتے ہیں وسیلہ! کہ حضرت محمد مصطفی ﷺ سے سچا پیار اور عشق لازماً انسان کو خدا سے ملاتا ہے اور جب خدا سے ملاتا ہے تو وہ بندہ، بندوں پر پھر اسی طرح ظاہر ہوتا ہے جس طرح خدا بندوں پر ظاہر ہوتا ہے۔ یہ جو مضمون ہے اس کو کامل طور پر اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (الفتح:19) اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ (الفتح:11) یہ لوگ جو درخت کے نیچے تیری بیعت کر رہے ہیں یہ اللہ کی بیعت کر رہے ہیں یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ کے اوپر ہے۔

توحیدِ باری تعالیٰ پر دہریوں کا اعتراض

بعض جاہل، بعض دہریہ ہم سے یہ سوال کرتے رہے ہیں۔ بعض کمیونسٹوں نے مجھ سے یہ سوال کیا کہ ایک طرف تو اسلام بڑے دعوے کرتا ہے ۔ توحید کی تعلیم اور دوسری طرف قرآنِ کریم کہتا ہے کہ رسولِ کریم ﷺ اللہ تھے۔ اللہ کا ہاتھ تھا۔ مَیں نے کہا تم بات کو سمجھے نہیں، دو طرح سے نام دوسرے کو دیا جاتا ہے یا کامل طور پر ہم مرتبہ ہونے کے نتیجہ میں یا کامل طور پر غلام ہونے کے نتیجہ میں، اور ایک مرتبہ غلامی سے ملا کرتا ہے ۔ ایک ایسی ذات جس کا اپنا وجود کوئی نہ رہے جس کے اُوپر کُلّیۃً ایک اور ذات کا غلبہ ہو جائے۔ جس طرح عوام الناس کا تصوّر تو یہاں تک ہی پہنچتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جِنّ چڑھ گیا۔ اب جو کچھ بول رہا ہے جِنّ بول رہا ہے ۔ وہ تو جو قصہ ہے اس کو اس وقت چھوڑیں، مراد میری یہ ہے کہ جس ذات پر خدا غالب آ جائے اور اس حد تک غالب آ جائے کہ اپنا کچھ نہ رہے وہ ان معنوں میں اللہ ہے کہ وہ جو کچھ کہے گا اللہ کے منشاء کے مطابق کہے گا اُس کی آواز بیان کرے گا۔ اپنے دل کی کوئی مرضی بیان نہیں کرے گا۔

آنحضرت ﷺ نُور یا بشر

صفات کا جب اجتماع ہو جاتا ہے تو پھر محمد مصطفی ﷺ پیدا ہوتے ہیں اور یہ اجتماع جب کامل ہو تو اس کو نُور کہتے ہیں۔ عجیب ظلم ہے کہ اتنی عظیم الشان باتیں قرآنِ مجید میں موجود ہیں اور بجائے اس کے کہ انسان کو آنحضور ﷺ اور اللہ تعالیٰ سے محبت پیدا کرنے کے لئے ان واقعات کو بیان کیا جائے ایک دوسرے سے لڑائیوں کے لئے بیان کیا جا رہا ہے۔ نُور اور بشر اور یہ جھگڑے اور یہ لڑائیاں اسلام پر بڑا ہی ظلم ہے، سب سے دردناک واقعہ اسلام پر یہ گذرا ہے کہ رحمت کے نام پر زحمت کی تعلیم، نُور کے نام پر تاریکی کا جھگڑا شروع کیا ہوا ہے۔ حالانکہ لفظ نُور پر اگر غور کرتے تو صفاتِ باری تعالیٰ کے جلوے کا نام نُور ہے اور ایسے جلوے کا نام نُور ہے جو کامل ہو۔ چنانچہ مَیں نے مذاہب کا مطالعہ کیا ہے، دنیا کے کسی مذہب نے اپنے بانی کے متعلق، ان کی مذہبی کتاب نے اپنے بانی کے متعلق نُور ہونے کا اِدّعا نہیں کیا۔ نُور تو وہ تھے لیکن particle نُور تھے ۔ روشنی کے سارے رنگ نہیں تھے ۔ کچھ spectrum کے حصے اُن میں موجود تھے کچھ spectrum سے وہ خالی پڑے ہوئے تھے۔ تو اس لئے اس کے نتیجہ میں رنگ تو پیدا ہوا ہے لیکن ایسا کامل امتزاج نہیں ہوا جسے ہم نُور کہتے ہیں۔ اس معنی میں آنحضرت ﷺ کو نُور فرمایا گیا کہ آپؐ کے اندر صفاتِ باری تعالیٰ اپنے کامل توازن کے ساتھ جلوہ گر ہوئی ہیں اور اس کے نتیجہ میں نُور پیدا ہونا ایک طبعی امر ہے ۔ چنانچہ اسی لئے آپ کو سِرَاجاً مُّنِیْراً (الاحزاب:47) بھی فرمایا گیا۔ روشن سورج وہ ہے جس میں روشنی اپنے کمال توازن کے ساتھ، صرف توازن نہیں بلکہ کمال توازن کے ساتھ جلوہ گر ہوئی ہے۔ تو یہ ہیں حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ! جتنا ہم آپ کے قریب جائیں گے اُتنا ہمارا معاشرہ سُدھرے گا۔ جتنا ہم قریب جائیں گے یہ دنیا ہمارے لئے جنّت بنتی چلی جائے گی اور اسلام کسی ایسی جنّت کو پیش نہیں کرتا جو تصورات میں ہو اور اس دنیا میں نہ اتری ہو۔ ہمارے سارے دکھ سُنّتِ نبویؐ سے دُور ہونے کے نتیجہ میں ہیں ۔ یہ جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں صفاتِ باری تعالیٰ سے پیچھے ہٹنے کے نتیجہ میں ہے جو جب رسول میں جلوہ گر ہو تو اسی کا نام سُنّت ہوتا ہے۔ وہ خُلق جو دلوں کو جیتنے والا ہے، جو مخلوق سے محبت کرنے والا ہے، جو اس کے لئے قربانی دینے والا

ہے۔اس خُلق کے بغیر نہ اسلام زندہ ہوسکتا ہے، نہ اسلام کی طرف کوئی مائل ہوسکتا ہے۔نہ ہمارا معاشرہ جنّت بن سکتا ہے۔یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ کبھی دُنیا کی کوئی طاقت اس کو تبدیل نہیں کرسکتی۔جتنی مرضی نعرہ بازی کرلیں۔ اُسوۂ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بغیر نہ آپ کو چین آنا ہے، نہ آپ کو امن نصیب ہونا ہے نہ آپ کی طرف کوئی مائل ہوگا۔فرضی قصے حقیقت سے ہٹ کر ہیں۔

قرآنِ کریم سے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خوبصورت بیان



اُسوۂ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر قرآنِ کریم کی بہت ساری آیات عجیب حسن کے ساتھ روشنی ڈالتی ہیں۔مثلاً آپ کا جلوہ یہ دکھایا گیا دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی (النجم:10-9) کہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دَنٰی اپنے ربّ کے قریب ہوئے فَتَدَلّٰی کا اکثر معنٰی یہ کیا جاتا ہے کہ اللہ بھی ان کے قریب ہوا، یہ دُرست ہے غلط نہیں ہے لیکن ضمیر جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف گئی تھی، آپ کا ذکر چھیڑا تھا تو تَدَلّٰی کی اوّل ضمیر حضورِ اکرمؐ کی طرف ہی جاتی ہے اور ایک اور مضمون پیدا ہوتا ہے۔حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک اور جلوہ اس میں نظر آتا ہے، بہت ہی پیارا کہ اپنے ربّ کے قریب ہوئے اور اپنے ربّ کو پانے کے بعد وہیں نہیں ٹھہر گئے کہ مَیں نے پالیا ہے بس کافی ہو گیا فَتَدَلّٰی پھر مخلوق کی طرف جھکے اور تَدَلّٰی کا لفظ نہایت ہی descriptive نہایت ہی اعلیٰ تصویر کھینچنے والا ہے۔تَدَلّٰی اس درخت کو کہتے ہیں، اس درخت کے لئے استعمال ہوتا ہے جس کی شاخیں پھل سے بوجھل ہو کر اس لئے جھکتی ہیں کہ توڑنے والے کے قریب آجائیں۔وہ اس فیض کو پالیں جو فیض درخت کو عطا ہوا ہے دَنَا فَتَدَلّٰی کا حقیقی اور اصلی معنٰی یہ بنے گا کہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب صفاتِ باری تعالیٰ سے مُتّصِف ہوئے اپنے ربّ کی حقیقت کو آپ نے پالیا تو بندوں کی طرف جھکے اور ان کو بلایا اور ان کو ان نعمتوں میں شریک ہونے کی دعوت دی اور تَدَلّٰی میں قربانی کا معنٰی پایا جاتا ہے۔کیونکہ جو شاخیں بوجھ سے جھکتی ہیں بعض دفعہ وہ تکلیف اُٹھاتی ہیں بعض دفعہ ان کو نقصان پہنچتا ہے اور یہ ہے تبلیغ کی حقیت اس میں غُصّے کا کوئی مضمون نہیں، نفرت کا کوئی مضمون نہیں، فیض کے جاری ہونے کا مضمون ہے۔چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب فیض پہنچایا تو ساری زندگی میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں کہ فیض پہنچاتے وقت آپ کو غُصّہ آیا ہو یا کسی نے فیض قبول نہ کیا ہو تو آپؐ نے اس کو گالیاں دی ہوں۔آپؐ نے اسے کہا ہو اچھا ئیں تمہیں ٹھیک کرتا ہوں، تم نعمت لیتے ہو کہ نہیں لیتے؟ اور اگر کسی نے گالیاں دیں تو اس وقت بھی فیض ہی پہنچایا اور دکھ اُٹھا کر بھی فیض پہنچایا یہ ہے دَنٰی فَتَدَلّٰی کی تصویر جو قرآنِ کریم کھینچتا ہے اور ساری زندگی میں ایک واقعہ ایسا نہیں کہ لوگوں کی بدی کے نتیجہ میں آپ کو طیش آیا ہو۔

قرآنِ کریم اس کا ذکر کرتا ہے کہ جب لوگ دکھ دیتے تھے تو کیا ہوتا تھا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ (الشعرآء:4) کہ اے محمد! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تیرے دل کی عجیب حالت ہے وہ ایمان نہیں لارہے تجھے گالیاں دے رہے ہیں تجھے دکھ دے رہے ہیں اور تیری کیفیت یہ ہے کہ ان کے غم میں اپنے آپ کو ہلاک کر رہا ہے کہ یہ مؤمن نہیں ہوتے اس غم میں خود گھلا جارہا ہے۔مَیں پسند نہیں کرتا کہ تیری ذات ان کی وجہ سے ہلاک ہو۔لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ میں یہ محبت کی سرزنش ہے کہ تُو بنی نوع انسان سے اتنا زیادہ پیار کرتا ہے کہ جو تجھے دکھ دیتے ہیں ان کو دکھ دینے کی بجائے، ان سے نفرت کرنے کی بجائے ان کے غم میں خود ہلاک ہو رہا ہے۔اس آیت کی یعنی نام لئے بغیر تفسیر، حدیث میں ملتی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عملی زندگی میں نظر آتی ہے۔آپؐ فرماتے ہیں کہ مجھے سُورۂ ہودؔ نے بُوڑھا کر دیا۔

(ترمذی: ابواب تفسیر القرآن: باب من سورۃ الواقعہ وروح البیان: سورۂ ہود آیت 112 جزء4: صفحہ:194)

صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! کیا مطلب ہے؟ آپؐ نے فرمایا سورۂ ہود میں ان قوموں کے حالات تھے جن قوموں نے خدا اور اس کے رسولوں کا انکار کیا اور بڑی بڑی بلندیوں سے گری ہیں۔بڑی عظیم الشّان قومیں تھیں۔خدا نے ان کی صفیں لپیٹ دیں اور ان کو ہلاک کر دیا تو مجھے اس غم سے کہ یہ واقعہ دوبارہ نہ ہو میرے بال سفید ہو گئے۔کہتے ہیں 11 بچے پیدا ہوئے، وفات پاگئے اور کوئی بال سفید نہیں ہوا، ظالموں نے اتنے دکھ دیئے لیکن کوئی بال سفید نہیں ہوا۔دُشمن کے غم میں کہ وہ ہلاک نہ ہو جائے بال سفید ہوئے ہیں پس یہ لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ کی تفسیر ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خُلقِ عظیم



حدیث میں ملتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کسی بات پر کسی قابلِ نفرت بات پر بھی اشتعال نہیں آتا تھا رحم پیدا ہوتا تھا مثلاً ایک موقعے پر ایک روایت آتی ہے کہ ایک بدّو آگیا اور اُس نے اِدھر اُدھر دیکھنا شروع کیا نماز میں کوئی اور بات ہوئی تو اپنی ران پیٹنے لگ گیا۔نماز ختم ہونے پر صحابہؓ نے اسے بڑی نفرت سے گھور کر دیکھا اور بعض غُصّے سے دوڑے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نفرت تو نہیں کہنا چاہیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی

محبت کی وجہ سے ذرا زیادہ جذباتی ہوگئے اور کہا کہ یہ اس طرح کی حرکتیں تم کر رہے ہو۔ ان کی اپنی روایت ہے وہ کہتے ہیں مجھے ہر آنکھ میں غصّہ نظر آ رہا تھا۔ مگر میری آنکھ محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف گئی تو اس میں بڑا ہی پیار تھا۔ اتنی رحمت تھی کہ میرا دل اس سے پگھل گیا۔ آپؐ نے پیار سے مجھے بلایا اور کہا میرے قریب آؤ۔ مَیں حاضر ہوا اور فرمایا کہ دیکھو اس طرح نہیں کیا کرتے، اس طرح کیا کرتے ہیں۔

(مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ شریف اُردو: جلد 1: صفحہ 631: روایت معاویہ ابن حکم: طباعت مارچ 2009ء: دارالاشاعت کراچی)

یہ آپ کا نصیحت کا طریق تھا کوئی غصّہ نہیں آیا۔

یہودی سے حُسنِ سلوک

صحابہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک موقعے پر ایک یہودی نے آ کر آپؐ کے گلے کا جو پٹکا تھا، چادر ڈالی ہوتی تھی اس کو بڑے زور سے کھینچا اور کہا تو وعدہ خلافی کرتا ہے اور میرا قرض ادا نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ قریب کھڑے تھے وہ بڑے غُصّے سے اس کی طرف سزا دینے کے لئے جھپٹے، رسول اللہ ﷺ نے روک دیا۔ فرمایا عمر! یہ تم نے درست نہیں کیا، تمہیں یہ کہنا چاہئے تھا، مجھے کہتے کہ یا رسول اللہؐ! آپؐ نے واقعی اس کا قرض دینا تھا تو دے دینا چاہئے تھا اور اس کو کہتے کہ ادب انسانیت سیکھو اس طرح مطالبے نہیں کئے جاتے۔ کیسا سادہ، پاکیزہ کلام اور کیسا رجحان ہے۔ اتنا حسین توازن ہے کہ اس کے نتیجہ میں سوائے اس کے کہ عشق پیدا ہو کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ بے اختیاری ہو جاتی ہے۔ چنانچہ آپؐ نے پھر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ یہ غلط کہہ رہا ہے، میرے وعدے کا وقت ابھی پورا نہیں ہوا اور حضرت عمرؓ نے چونکہ اس پہ غُصّہ دکھایا تھا۔ عجیب حیرت انگیز ذکی و فہیم وجود تھا جس کی گہرائی تک کوئی وجود پہنچ نہیں سکتا، ان کے سپرد کیا کہ اب جا کے تم قرضہ اتارو، جو غُصّہ دکھانے لگے تھے یہ قرضہ اتار آؤ مَیں تمہیں دے دوں گا اور جتنا قرضہ ہے اسے اس سے کچھ زیادہ دینا، جب اس کو زیادہ دیا تو اس نے کہا مَیں نے واپس جانا ہے۔ انہوں نے کہا اب کیا کرنے جانا ہے؟ اس نے کہا یہ میرا کام ہے۔ واپس گیا اور عرض کی یا رسول اللہؐ! میں مسلمان ہوتا ہوں۔

(مستدرک مع التلخیص کتاب معرفۃ الصحابہ: جلد 3: صفحہ 605)

یہ اُسوہ سچوں کا ہے جھوٹوں کا ہو ہی نہیں سکتا۔ ایک یہ بھی موقعہ ہے غُصّے کا اور پھر اتنا عظیم الشّان وجود اور یہ سکھاتے ہیں۔

بدوی سے حُسنِ سلوک

ایک موقعہ پر ایک بدّو آیا اور رسولِ کریم ﷺ کا مہمان ہوا۔ آپؐ نے مسجد نبویؐ میں ٹھہرا دیا۔ اس سے بھی اندازہ کریں کہ وہ مسلمان نہیں تھا۔ آپؐ کی مسجد ناپاک نہیں ہوئی۔ وہ مسجد میں ٹھہرا اور چونکہ حرص کے ساتھ اُس نے دودھ زیادہ پی لیا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت عائشہ کی یا ازواجِ مُطہّرات میں سے کسی اور کی گواہی ہے کہ اُس رات ہم بھوکے سوئے کیونکہ سارا دودھ آنحضورؐ نے اس کو پلا دیا تھا اور اس کو اسہال لگ گیا۔ لالچی تھا حرص میں، مسجد گندی کر دی۔ صبح صحابہؓ نے رسولِ کریم ﷺ کو دیکھا کہ خود اپنے ہاتھ سے وہ گندگی دھو رہے ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہؐ! ہمیں اجازت دیں، ہم خادم ہیں۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا میرا مہمان تھا۔ مجھے یہ سعادت ملنی چاہئے۔ اپنے ہاتھ سے مسجدِ نبوی کو دھویا۔ وہ غلطی سے دوڑتے دوڑتے کوئی چیز بھول گیا تھا۔ اس بیچارے کو بعد میں یاد آئی تو لینے کے لئے واپس آ گیا اور اس وقت پہنچا جب یہ واقعہ ہو رہا تھا اور (یہ واقعہ) اس کے اسلام لانے کی یہ وجہ بن گیا۔

(مثنوی مولانا روم: مترجم دفتر پنجم: صفحہ 20: ترجمہ قاضی سجاد صاحب)

حیرت انگیز وجود ہے!

مشرکین سے حُسنِ سلوک

مشرکین ایک دفعہ مسجد میں داخل ہونے لگے آنحضرت ﷺ نے دیکھا نہیں اور نہ ہی روکا اور صحابہ اُٹھ کھڑے ہوئے کہ مشرکین نجس ہیں اُنہوں نے روک دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مُسکرا کے فرمایا ان کو آنے دو۔ صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! آپؐ پر جو کلام نازل ہوا ہے وہی کہتا ہے کہ مشرکین نجس ہیں۔ مسجد ناپاک ہو جائے گی آپؐ نے فرمایا تم ان باتوں کو نہیں سمجھتے، ان کا نجس ان کے دل سے تعلق رکھتا ہے۔

(احکام القرآن للجصاص: جلد 3: صفحہ 109)

ان کے دل ناپاک ہیں ہماری مسجد ناپاک نہیں ہو سکتی اور مشرکین مسجد نبویؐ میں داخل ہوتے ہیں۔ اس کو کہتے ہیں رحمۃً لِلّعالمین! ﷺ یعنی ہر موقعہ پر رحمت کی ایک آزمائش ہوتی ہے وہاں پتہ چلتا ہے کہ کون سچا ہے رحمت بننے میں اور کون جھوٹا ہے؟

نصاریٰ سے حُسنِ سلوک

ایک موقعہ پر عیسائی وفد حاضر ہوا۔ اٹھ کر جانے لگا تو حضورِ اکرمؐ نے دریافت فرمایا کہ کہاں چلے ہو؟ انہوں نے کہا ہماری عبادت کا وقت ہو گیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا یہ بھی تو خدا کا گھر ہے۔ یہاں عبادت کر لو اور وہاں انہوں نے عبادت کی۔

(طبقات ابن سعد: جلد 1: صفحہ 357)

اور مسجد نبوی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ پس ہر وہ مسجد جو خُلقِ محمد مصطفیٰؐ میں مسجد نبویؐ سے دور ہٹ جاتی ہے وہ خدا سے بھی دور ہٹ جاتی ہے۔ یہ مطلب ہے صفاتِ باری

تعالیٰ کا، تو جو صفاتِ باری تعالیٰ کا نمائندہ ہوگا جب اس سے دور ہٹو گے تو خدا سے دور ہٹو گے۔ خدا بھی ایسی مسجد میں نہیں جائے گا۔

یہ تو ویسی بات ہو جاتی ہے جیسے ایک عیسائی واقعہ ہے۔ America میں جب کالوں سے بہت نفرت تھی، کالوں کے گرجے الگ اور گوروں کے الگ، تو ایک کالا بے چارہ غلطی سے گوروں کے گرجے میں چلا گیا اور انہوں نے دھکے دے کر اسے نکال دیا۔ بے چارہ نیک دل تھا، سچے دل سے جو خدا سمجھتا تھا اس کی عبادت کے لئے جایا کرتا تھا تو وہاں سیڑھی پر اس نے سر رکھ دیا اور رونے لگا۔ روتے روتے اس کی آنکھ لگ گئی اور اس نے خواب میں دیکھا کہ حضرت عیسیٰؑ تشریف لائے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ تم کیوں رو رہے ہو؟ اس نے کہا میں تو عبادت کے لئے اندر جا رہا تھا اور انہوں نے مجھے اندر نہیں جانے دیا اس لئے رو رہا ہوں۔ تو حضرت عیسیٰؑ نے کہا تم اتنی سی بات پہ رو رہے ہو! میں تو کبھی بھی اس گرجے میں نہیں گیا۔ جب سے بنا ہے میں نے تو جھانک کے بھی نہیں دیکھا۔ یہ ایک لطیفہ ہے لیکن اس میں مسلمان کے لئے ایک سبق بھی ہے۔ تو سب سے قطعی معیار یہ ہے کہ ہر وہ مسجد جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات سے دور ہٹتی ہوئی آپ کو دکھائی دیتی ہے وہ خدا سے دور ہٹتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ دعویٰ جو مرضی کریں وہ مسجد کہلا ہی نہیں سکتی۔ اس کے معنے ہی کچھ نہیں۔ پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت دیکھیئے یہ تو وہ عیسائی تھے جن کو اپنے ہاں جگہ دی تھی۔

ایک پہاڑ کے دامن میں ایک قبیلہ تھا جس میں ایک پرانی monastery تھی۔ وہ عیسائی حضورِ اکرم ﷺ سے ملنے کے لئے آئے تو آپؐ نے ان کو ایک تحریر لکھ کے دی جو آج تک record کے طور پر historical موجود ہے۔ اس تحریر میں آپؐ نے لکھا کہ ان کی صلیب کی حفاظت کی جائے گی۔ ان کے گرجے کی حفاظت کی جائے گی اور اگر کوئی مسلمان ان کی صلیب یا گرجے کی حفاظت نہیں کرے گا یا ان کے دفاع میں مدد نہیں کرے گا تو اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ رحمۃً للعالمین تو پھر اس کو کہتے ہیں ناں! کوئی پہلو رحمت سے خالی نہیں ہے۔

پرندوں کے لئے رحمت

آپ نے پرندوں کی آواز شائد ہزار دفعہ سنی ہو اور پرچیخیں مار رہے ہیں۔ کبھی پرواہ ہی نہیں کی کہ یہ کس وجہ سے شور مچا رہے ہیں؟ کیا واقعہ ہو رہا ہے؟ خیال ہی نہیں آتا یہ جانور اور قوم ہیں اور ہم اور قوم ہیں۔ ان کے دکھ ان کے ساتھ ہوں گے۔ لیکن ایک غزوہ کے موقعہ پر آپؐ نے پڑاؤ ڈالا ہوا تھا ایک پرندے کی چیخ کی آواز آئی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بے قرار ہو گئے خیمہ سے باہر نکلے اور کہا پتہ کرو یہ کیا ہو گیا ہے؟ اس پرندے کی آواز میں مجھے درد ملا ہے۔ صحابہؓ نے دریافت کیا تو پتہ لگا کہ ایک شخص نے اس کے گھونسلے سے اس کے بچے نکال لئے تھے، تو آپؐ نے فرمایا اس کے بچے واپس رکھو ورنہ مجھے چین نہیں آئے گا۔

(مسند احمد: جلد 1: صفحہ 404)

بچے واپس رکھے تو پھر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو تسکین ملی۔ تو ہمارا صرف دعویٰ تو نہیں ہے کہ رسولِ اکرمؐ رحمۃً لّلعالمین تھے۔ ہر قدم پر، زندگی کے ہر شعبے میں، ہر موڑ پر جہاں بھی رحمت کے امتحان آئے۔ آپؐ نے رحمت بن کے دکھایا اس وجود سے تعلق جوڑ کر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مسلمان دنیا میں کسی کی نظر میں قابلِ نفرت ہوں؟ یہ ناممکن ہے کہ آپ کبھی سورج سے اندھیرے نکلتے دیکھیں، حضورِ اکرمؐ تو سورج ہیں سِرَاجاً مُّنِیْرًا (الاحزاب: 47) قرآن نے فرمایا ہے۔ تعلق اگر سچا ہوگا تو اس سے نُور پھوٹے گا ناممکن ہے کہ اندھیرے نازل ہو رہے ہوں۔ رحمت سے زحمت پھوٹ رہی ہو اور عفو اور مغفرت سے ظلم اور سفا کی نکل رہی ہو۔ یہ تضادات ہیں اس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں، سب سے روشن حقیقت خدا کے بعد حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس لئے اس کو اختیار کریں۔ نظریاتی اختلاف کی میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتا لیکن یہ وہ حقیقت ہے جس سے کوئی انکار کر ہی نہیں سکتا اس کو اس طرح اختیار کریں جیسے حق ہے۔ پھر دیکھیں روز بروز آپ کے اندر تبدیلیاں کیسے پیدا ہوتی ہیں؟ ایک نیا وجود پیدا ہوگا۔ اس وجود کی عظمت کا احساس پیدا ہوگا اور آپ غیر سے مستغنی ہو جائیں گے، پھر کوئی غیر تعریف کرتا ہے یا نہیں کرتا۔ خدا کی یہ صفت بھی صفات سے ہی پیدا ہوتی ہے کہ خدا مستغنی ہے۔ کوئی دنیا میں اس کی پرواہ کرتا ہے یا نہیں کرتا؟ عبادت کرتا ہے یا نہیں کرتا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے کوئی پرواہ نہیں اس لئے کہ nobility جو with in ہے۔ ذات کے اندر کا حسن وہ مستغنی کر دیا کرتا ہے۔ پھر آدمی ریاء سے پاک ہو جاتا ہے۔ وہ ان باتوں سے بے پرواہ ہو جاتا ہے کہ کوئی اس کے متعلق کیا سوچ رہا ہے؟ کیا کہہ رہا ہے؟ اتنا حسن ہے انسان کی ذات میں یعنی امکان ہے حسن پیدا ہونے کا کہ اپنے حسن میں ڈوب جاتا ہے اور پھر اس کو وہیں خدا ملے گا باہر نہیں ملے گا۔ اس لئے میں صرف اتنا عرض کرتا ہوں کہ ان باتوں پہ غور فرمائیں اور اپنی زندگی میں ایسی تبدیلی پیدا کریں کہ صفاتِ باری تعالیٰ حضرت اَقدس محمد مصطفیٰؐ کے وسیلے سے ہمارے اندر اترنی شروع ہو جائیں۔ (آمین)

سوال:۔ ”بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ عَبَسَ وَ تَوَلّٰۤی اَنۡ جَآءَہُ الۡاَعۡمٰی“۔ ذرا وضاحت سے اس کی تفسیر بیان فرمائیں؟

حضورؒ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا:۔

”۔۔۔۔ جزاکم اللہ آپ نے بہت ہی پیارا سوال کیا ہے، مجھے خوشی ہوئی ہے

کہ آپ نے باریک نظر سے مطالعہ کیا ہے ورنہ یہ سوال یوں ہی ذہن میں آ ہی نہیں سکتا۔ جب تک انسان گہری نظر سے قرآنِ کریم کا مطالعہ نہ کرے اور یہ نہ دیکھے کہ ہر بات مطمئن کرتی ہے۔ یہ سوال نہیں اُٹھ سکتا۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ ایک سورۃ ہے قرآنِ کریم میں عَبَسَ وَ تَوَلّٰۤی اَنۡ جَآءَہُ الۡاَعۡمٰی وَمَا یُدۡرِیۡکَ لَعَلَّہٗ یَزَّکّٰۤی اَوۡ یَذَّکَّرُ فَتَنۡفَعَہُ الذِّکۡرٰی (عبس:2 تا 5) کہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے اور اس سورۃ کا عنوان یہ کہہ رہا ہے کہ عَبَسَ وَ تَوَلّٰۤی آپؐ نے تیوری چڑھائی اور مُنہ پھیر لیا اس لئے اَنۡ جَآءَہُ الۡاَعۡمٰی کہ آپؐ کے پاس ایک اندھا آیا تھا اور پھر آنحضور ﷺ کو مخاطب کرنا شروع کر دیا وَمَا یُدۡرِیۡکَ لَعَلَّہٗ یَزَّکّٰۤی اَوۡ یَذَّکَّرُ فَتَنۡفَعَہُ الذِّکۡرٰی کہ ہے تو اندھا اور بظاہر بے حقیقت سا انسان لیکن تجھے کیسے معلوم ہو کہ یہ ہدایت کے زیادہ قریب ہے اور قریب تھا کہ یہ آپؐ سے تزکیہ حاصل کرتا یا نصیحت حاصل کرتا اور پھر فرماتا ہے کہ یہ کیسے آپ کو یقین ہوا کہ وہ جو دوسرا شخص ہے وہ پیٹھ پھیر کر جانے والوں میں سے نہیں ہے جس کو مخاطب ہو رہے تھے اور اُس کی طرف آپؐ نے زیادہ توجہ دی۔ مفسّرین یہ لکھتے ہیں کہ نعوذ باللہ من ذلک آنحضرت ﷺ کی ایک اخلاقی کوتاہی کا ذکر ہے اور اس وجہ سے خدا تعالیٰ نے گویا ڈانٹا کہ تُو نے یہ کیا حرکت کی؟ امرِ واقعہ یہ ہے کہ یہ بات درست نہیں۔ معیار کے ساتھ ساتھ اخلاق کا concept بدل جاتا ہے، اخلاق کا معیار جتنا بلند ہو اسی حد تک کوتاہی کی definition اور ہو جاتی ہے اور وہ چیز جو عام دنیا کے لحاظ سے نہایت اعلیٰ خُلق ہے وہ ایک اعلیٰ وجود میں اگر ظاہر ہو تو اس نسبتی لحاظ سے وہ خُلق نظر نہیں آتا اور اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو خُلق کے ایک ایسے اعلیٰ معیار پر دیکھنا چاہتا ہے جو absolute ہے۔ جو نسبتوں سے اونچا ہو جاتا ہے اور کسی حالت میں بھی relatively اس پر کوئی objection نہیں آ سکتی۔ یہ واقعہ فی ذاتہٖ بدخُلقی کا واقعہ نہیں ہے۔

اب مَیں آپ کو بتاتا ہوں کہ واقعہ کیا ہوا؟ دنیا کے کسی معیار کی رُو سے آپ اس کو بدخُلقی کہہ ہی نہیں سکتے۔ آنحضرت ﷺ تبلیغ میں مصروف تھے آپ کی خواہش تھی کہ وہ شخص جو ایک قوم کا سردار ہے جس کے پیچھے ایک قبیلہ ہے وہ آیا ہوا ہے، وہ توجہ سے بات سُنے اور ہدایت پا جائے۔ اس کے پیچھے قوم آ جائے گی۔ ایک قوم کا سردار آیا ہوا تھا۔ اس وقت ایک اندھا آیا جس کو پتہ نہیں تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ اس نے بار بار رسولِ کریم ﷺ کو disturb کرنا شروع کیا۔ (تفسیر فتح البیان: باب سورۃ عبس) اب بدخُلقی عام حالات میں اسے مُنہ سے بھی کہہ دیتے کہ نہ کرو۔ اس کی دل شکنی تو ہوتی شائد یا نہ ہوتی لیکن اگر احتیاط سے بات کی جاتی تو اس کو بدخُلقی نہیں کہہ سکتے۔ لیکن آنحضور ﷺ نے ایک لفظ زبان سے نہیں نکالا اور چہرے سے ہلکا سا اظہار کیا کہ مَیں اس بات سے تنگی محسوس کر رہا ہوں۔ دیکھنے والے نے وہ اظہار دیکھا اور اس کی دل شکنی نہیں ہوئی جو اندھا تھا اس کو اس قدر exaggeration کے ساتھ، مبالغہ کے ساتھ مفسّرین بیان کرتے ہیں بعض کہ یُوں لگتا ہے کہ گویا نعوذ باللہ من ذلک آنحضور ﷺ سے کوئی بدخُلقی کی حرکت ہوئی تھی۔ بالکل غلط ہے کسی دنیا کے معیار سے، بلکہ اعلیٰ انسانی معیار کے لحاظ سے بھی اس میں کوئی بدخُلقی نہیں ہے اور مقصد اونچا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ بتایا کہ تُو مجھے اتنا پیارا ہے کہ جو معیار میں تیرا دیکھنا چاہتا ہوں وہ اس سے بھی زیادہ بلند دیکھنا چاہتا ہوں اور آئندہ سے یہ اپنا مطمحِ نظر بناؤ کہ اگر کوئی خواہش مند ہے تو اس کی طرف زیادہ توجہ کرو اگر کوئی خواہش مند نہیں ہے تو وہ نسبتاً کم حق دار ہے۔ یہ ایک سبق دیا اور اس واقعہ سے استفادہ کر کے آنحضور ﷺ کو متوجہ کر دیا کہ ہدایت وہ پایا کرتا ہے جو ہدایت کا خواہش مند ہوا کرتا ہے۔ اور جو ہدایت سے بھاگتا ہو، آپ کو تو تمنّا ہے کہ وہ ہدایت پا جائے۔ تمنّا ہونا تو بدخُلقی نہیں ہے۔ لیکن اللہ کی دِلوں پر نظر ہے وہ آپ کو یہ بات بتاتا ہے کہ جو لوگ بھاگتے ہوں وہ ہدایت نہیں پایا کرتے اور جو خواہش مند ہوں وہ زیادہ پایا کرتے ہیں۔ اس لئے آپؐ ان کی طرف زیادہ توجہ دیا کریں۔ اس واقعہ میں مجھے تو کوئی ایسی بدخُلقی نظر نہیں آتی جس میں نعوذ باللہ من ذلک ڈانٹ کا پہلو ہو۔ یہ تو ایک نہایت ہی لطیف پیرایہ میں آنحضور (ﷺ) کے حُسنِ خُلق کا اظہار بھی کر دیا اور بلند تر مقامات کی طرف آپ کو لے جانے کے لئے خدا تعالیٰ نے ایک ایسی نصیحت فرما دی جس پر عام طور پر بندوں کی نظر نہیں ہوتی۔''

سوال: دہریہ اعتراض کرتے ہیں کہ تاریخِ عالم میں مذہب خونریزی کا سبب بنا نیز مذہب کے سبب انسانیت کو تکالیف پہنچیں؟

حضورؒ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا:۔

''مَیں عرض کرتا ہوں، تاریخ اس بات پر شاہد نہیں ہے۔ جس تاریخ کا مَیں نے مطالعہ کیا ہے، وہ تو اس بات پر شاہد نہیں ہے۔ بالکل اُلٹ نقشہ پیش کرتی ہے۔ ہنی بال نے جو قتل و غارت کی، سکندرِ اعظم نے جو قتل و غارت کی، جو قتل و غارت ہلاکو خان نے کی یا چنگیز نے کی یا تیمور نے کی یا مغربی قوموں نے جنگِ عظیم اوّل میں کی یا جنگِ عظیم ثانی میں کی اس میں مذہب کہاں تھا؟ اور ان میں سے ایک، ایک قتل و غارت کا واقعہ اتنا خوفناک ہے کہ ساری دنیا کے مذاہب میں جو قتل و غارت کے شواہد ملتے ہیں وہ اس سے کم ہیں۔ اس لئے تاریخ جس بات کی شاہد ہی نہیں اس کا مَیں کیا جواب دوں گا؟ دوسرے تاریخ جس بات کی شاہد ہے اس میں بھی ایک distorsion

of vision ہے۔ وہ تاریخ دان ایک فرق کئے بغیر دیکھتا ہے اور مذہب کی طرف منسوب کرتا ہے۔ مذہب کے دو دَور ہیں ناں؟ اوّل جب وہ ظاہر ہوا، اور دوئم جب وہ بگڑ گیا۔ یہ تو مسلّمہ حقیقت ہے کہ مذہب sources سے قریب بھی تھا اور sources سے دُور بھی چلا گیا۔ بلا استثناء ہر مذہب کی تاریخ یہ ہے کہ جب وہ source کے قریب تھا تو لوگوں نے ان پر ظلم کئے اور جب وہ source سے دُور گیا ہے تو پھر انہوں نے جو کچھ کیا ہے وہ مذہب نہیں ہے۔ وہ دنیا داری کی ایک شکل ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان جب مذہب سے دُور جاتا ہے تو ظالم ہو جاتا ہے اور جب وہ ظالم ہو جاتا ہے تو خواہ اس کو بہانہ سیاسی ملے یا مذہبی ملے یا نہ بھی ملے اس نے ظلم کرنا ہی کرنا ہے۔ مذہبی اقدار سے دُوری کے نتیجہ میں ظلم ہوئے ہیں۔ خواہ مذہب کے نام پر ہوئے ہوں۔ کیونکہ مذہبی اقدار جب قائم تھیں اس وقت مذہب نے کبھی ظلم نہیں کئے۔ یہ تاریخ کی ایک ایسی مسلّمہ متفق علیہ شہادت ہے کہ کوئی تاریخ دان اس کو اُلٹا نہیں سکتا۔''

سوال:۔ ''آنحضرت ﷺ کے اخلاق کا آپ نے ذکر کیا۔ اسی اخلاق کی روشنی میں ہمارے ذہنوں میں جو نفرت پھیلائی جاتی ہے اس کا ہم کیسے جواب دیں؟''

جواب دیتے ہوئے حضورؒ نے فرمایا:۔

'' مَیں عرض کرتا ہوں اس کا جواب دینے کے لئے بھی اُسوۂ محمد مصطفی ﷺ تھوڑا سا چاہیئے۔ کیونکہ پونجی کے بغیر قدم اُٹھایا نہیں جا سکتا اور وہ اُسوہ یہ ہے کہ حق کی آواز بُلند نہیں کی جا سکتی۔ اور وہ اُسوہ ہمارے اندر موجود نہیں رہا تو جب سرمایہ کا فقدان ہو تو آپ نے سرمایہ کاری کیسے کرنی ہے؟ یہ ہے اصل problem جو پیدا ہو گئی ہے۔ یعنی ہماری society میں کثرت شرفاء کی ہے۔ کثرت ایسے لوگوں کی ہے جن کے دل میں شرافت کی محبت اور قدر ہے اور کثرت بُزدلوں کی بھی ہے اور شرافت اور بُزدلی کی ایسی شادی ہو گئی ہے کہ نکاح ٹوٹنے میں نہیں آتا اور جو اُسوۂ نبویؐ سے دُور ہیں وہ زیادہ دلیر ہیں۔ اس کو بے باکی کہتے ہیں یہ صفتِ حسنہ نہیں ہے۔ وہ اپنی باتوں میں loud اور بے باک ہیں اور جواب دینے کے لئے ہمت نہیں ہے اور اگر کوئی ہمت کرے تو وہ لوگ اسے ذرا بھی نہ چھوڑیں، اس لئے خوف multiply کر رہا ہے۔ تجربے جو سامنے آتے ہیں ان سے ضرب کھاتا جاتا ہے۔ تو یہ تو ایک ایسا dilemma (معمّہ) ہے اس کے لئے سوائے اس کے اب چارہ نہیں رہا کہ نیک نصیحت جس کا قرآنِ کریم نے ذکر فرمایا ہے وہ شروع کر دی جائے اور man to man اُسوۂ محمد مصطفی ﷺ کا دائرہ پھیلانے کی کوشش کی جائے۔

چنانچہ جب بیماری ایسی حد کو پہنچ جائے تو قرآنِ کریم نے آپ کے سوال کا خود جواب دے دیا ہے۔ فرماتا ہے وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (العصر: 2 تا 4) صبر نے یہ مضمون کھول دیا کہ وہ society جو بُرائیوں کے خلاف جہاد کرنے کی طاقت رکھتی ہے اتنی محدود رہ گئی ہے کہ اُن پر بھی ظلم ہوں گے اور صبر کے بغیر چارہ نہیں، یہ مضمون ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہم اس زمانہ کو گواہ ٹھہراتے ہیں جو زمانہ بحیثیت مجموعی گھاٹے میں جا رہا ہوگا۔ جب انسان اپنی کثرت اور اپنے علم اور اپنی ظاہری فضیلت کے باوجود ultimate analysis میں گھاٹے میں ہوگا۔ گھاٹا ایسا عام ہو جائے گا کہ گویا ہم اَلْاِنْسَانَ یہ کہہ سکتے ہیں کہ سارا انسان گھاٹے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہیں، سارے انسان نہیں کچھ استثناء بھی ہیں اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وہ استثناء یہ ہے کہ جو ایمان لائیں اور عملِ صالح کریں لیکن عملِ صالح کو اپنے تک نہ رکھیں۔ یہ نہ سمجھیں کہ ہم نے نمازیں پڑھ لی ہیں بس کافی ہو گیا۔ اب ہمیں کیا ضرورت ہے کسی جہاد کی۔ ان کے عملِ صالح کا طبعی نتیجہ یہ نکلے گا کہ اگلی آیت کا حصہ بتا رہا ہے کہ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وہ حق بات کی نصیحت کرتے چلے جائیں گے اور بِالْحَقِّ میں دو معنے ہیں۔ ایک ذریعہ اور دوسرا کیا کہیں، یہ دونوں باتیں اس میں آ جاتی ہیں۔ مطلب یہ ہے حق بات کہیں اور حق طریق پر کہیں یعنی حق داخل کرنے کے لئے ناجائز طریق اختیار نہیں کرنا۔ یہ نہیں کہنا کہ جب تک ہم ڈنڈا نہیں اُٹھائیں گے آپ حق نہیں پا سکتے۔ اس لئے ہم زبردستی حق پر لے کے آئیں گے۔ یہ بِالْحَقِّ نہیں ہے کیونکہ بِالْحَقِّ کا مطلب ہے کہ حق بات کہیں اور حق طریق سے کہیں نیز تمہارے غلط طریقے کو justify نہ کریں، مقصدِ اعلیٰ غلط mean کو justify نہ کرے یہ مطلب ہے اور اگلا حصہ جب تم یہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَیں جانتا ہوں کہ بڑا مشکل طریقہ ہے۔ نہایت ہی کمزور طریق نظر آتا ہے بظاہر، حق بات کہی جائے اور حق طریق سے کہی جائے۔ مانے گا کون؟ تو اس کے لئے صبر ضروری ہے۔ صبر کے کئی مطالب ہیں اُن میں سے ایک یہ ہے کہ اس کے مقابل پر دکھ دیا جائے گا اور اگر تم نصیحت کا اعادہ کر کے اٹھے ہو تو پھر دُکھ برداشت کرنے کے لئے تیار رہو، ورنہ تمہارا دعویٰ خیالی ہے اور یہاں بھی ہمارے لئے پہلے دن سے اُسوۂ نبویؐ reference ہے۔ آپؐ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ کی تفسیر بھی تھے، تصویر بھی تھے۔ اگلا پھر صبر کا معنٰی یہ ہے کہ صبر کی بھی تلقین کریں وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ نہ صرف یہ کہ خود صبر کریں بلکہ اگلوں کو صبر کی تلقین بھی کریں کیونکہ جب تک اگلے بھی پیغام بر نہیں بنیں گے مددگار نہیں بن جائیں گے اس

وقت تک یہ نظام پھیل نہیں سکتا۔ صبر کے ساتھ کام لیں صبر کی تلقین کریں۔

صبر کا ایک اور معنی یہ ہے، حضرت محمد مصطفی ﷺ نے فرمایا۔ اصل صبر یہ ہے کہ جس نیکی کو تم پکڑ لو اس کو پکڑ کر بیٹھ رہو اور پھر ہاتھ سے نہ جانے دو۔ عارضی نیکیاں صبر نہیں ہیں۔ وہ نیکیاں جو قائم رہ جاتی ہیں۔ وجود کا حصہ بن جاتی ہیں ان کو صبر کہتے ہیں۔ تو یہ معنی بھی ہوگا کہ جب تم نیک باتوں کی نصیحت کروگے تو اتنی مخالفانہ کوششیں ہوں گی، تمہیں نیکیوں سے اُکھاڑنے کی کوشش کریں گی۔ بجائے اس کے کہ تمہارے اثر کو قبول کریں تمہارے اندر جو حسن ہے اسے زائل کرنے کی کوشش کریں گی اور یہ ہوتا ہے مثلاً ایک آدمی کہتا ہے صبر کرو اور اچھی باتیں کرو آگے سے اس کو گالیاں پڑنے لگ جاتی ہیں۔ کچھ دیر وہ کہتا ہے کہ بہت اچھا اس کے بعد کہتا ہے اچھا تم باز آتے ہو کہ نہیں؟ اب مَیں بھی تم سے ایسی بات کرتا ہوں، وہاں صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ تو وہ نیکی جس کی تعلیم دے رہا تھا اُس کے اندر سے غائب ہوگئی۔ یعنی بعض دفعہ اُکھیڑنے والا خود اُکھڑ جاتا ہے اگر وہ زیادہ طاقت ور چیز ہو۔ تو اس حقیقت کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے قرآنِ کریم نے کامل نصیحت فرمائی ہے۔ فرمایا ہے صبر کے ساتھ پھر نیکیوں کو پکڑے رکھنا، اپنے ہاتھ سے نہ جانے دینا کہ کہیں دوسروں کو ٹھیک کرتے کرتے آپ ہی اُکھڑ جاؤ۔ یہ ہارے ہوئے زمانے کی باتیں ہیں جو اس وقت ہمارا زمانہ ہے۔ اس لئے یہی طریق ہے اور بے صبری کا کوئی طریق ہی نہیں۔ اِصلاح کے لئے no shortcut، shortcut کا تصوّر نہایت جاہلانہ ہے اور ساتھ صبر اس کی بھی نفی کر رہا ہے کہ اگر تم اصلاح کے دعویدار ہو تو وہ تو صبر کے رستے ہوگی اور there is no shortcut to reformation چنانچہ اگر یہ بات درست ہے تو آنحضرت ﷺ کے اُسوہ کو، اس بات کو confirm کرنا چاہیئے اور بالکل اسی کو confirm کرتا ہے۔ اسلام میں آپ نے کوئی shortcut استعمال نہیں کیا۔ صبر کے رستے پر جاری رہے اور اس کے نتیجہ میں ایک انقلاب برپا ہونا شروع ہوگیا۔

پھر اس انقلاب کا قرآنِ کریم ایک اور جگہ ذکر فرماتا ہے۔ اِدۡفَعۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ کہ کیوں اس جہاد میں صبر کی ضرورت ہے کیا باتیں پیش آنے والی ہیں۔ فرماتا ہے جب وہ تمہارا مقابلہ کریں گے تو تم نیک نصیحتیں کروگے اِدۡفَعۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ تو یاد رکھنا کہ مقابلے میں کبھی برا ہتھیار نہیں چننا۔ وہ اگر برائی کریں تو حُسن پیش کرنا ہے ہر برائی کے نتیجہ میں یہ کہنے کے بعد فرماتا ہے فَاِذَا الَّذِیۡ بَیۡنَکَ وَ بَیۡنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیۡمٌ (حٰم سجدہ: 35) اگر اس رستے پر چلوگے تو تم عداوتوں کو محبت میں بدل رہے ہوگے نہ کہ محبتوں کو عداوتوں میں بدل رہے ہوگے اور روز بروز کوئی نہ کوئی دشمن تم سے محبت کرنے لگ جائے گا۔ یہ وہ رستہ ہے جو سچی اصلاح کا رستہ ہے۔ یہ تو نہیں کہ جو دوست تھے وہ بھی متنفر ہو کر دُور چلے جائیں۔ یہ واقعہ، یہ معجزہ پہلے دن سے لے کر آخری دن تک آنحضور ﷺ کی زندگی میں نظر آتا ہے۔

ایک صحابیؓ اسی مضمون پر گواہی دیتے ہیں کہتے ہیں کسی نے آنحضور ﷺ کے وصال کے بعد ان سے پوچھا کہ ذرا بتائیں تو سہی حضورِ اکرم ﷺ کا حُلیہ کیا تھا؟ اس بات کا لوگوں میں بہت عشق تھا، مجلسوں میں بیٹھ کر پوچھا کرتے تھے ان سے جنہوں نے خود دیکھا ہو۔ آپ بتائیں آپ نے کیا دیکھا؟ تو وہ رونے لگ گئے، اتنا روئے کہ ان کی ہچکی بندھ گئی۔ جب وہ خاموش ہوئے تو پوچھنے والے نے کہا میں نے کوئی ایسا سوال تو نہیں کیا تھا جس سے آپ کو دُکھ پہنچے، کیا بات ہے؟ تو اُنہوں نے کہا تم نہیں جانتے کہ مَیں کیوں رویا ہوں؟ میری زندگی پہ دو ہی دَور آئے ہیں۔ ایک ایسا تھا کہ مجھے حضرت محمد مصطفی ﷺ سے اتنی شدید نفرت تھی کہ نفرت کی وجہ سے مَیں اس چہرے کو نہیں دیکھا کرتا تھا اور پھر ایسی کایا پلٹی کہ محبت کے وفور کی وجہ سے میری نظریں نہیں اُٹھا کرتی تھیں اور خدا کی قسم! آج مجھ سے کوئی پوچھے کہ وہ چہرہ کیسا تھا؟ تو مَیں نہیں بتا سکتا۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان: باب کون الاسلام یھدم ما قبلہ)

صحابی ہیں! کئی سال صحبت میں گذارے ہیں۔ پس اس کو کہتے ہیں فَاِذَا الَّذِیۡ بَیۡنَکَ وَ بَیۡنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیۡمٌ جب تم صبر کے ساتھ بدیوں کا مقابلہ حُسن سے کرتے چلے جاؤ گے تو لازماً وہ انقلاب آئے گا جو انقلاب محمد مصطفی ﷺ ہے۔ کہ ہر نفرت کو تم محبت سے بدل دو گے۔ کتنا عظیم الشان انعام ہے لیکن ساتھ ایک warning بھی دے دی۔ فرمایا وَمَا یُلَقّٰہَاۤ اِلَّا الَّذِیۡنَ صَبَرُوۡا بے صبروں کا یہ رستہ ہی نہیں ہے۔ اگر تمہیں صبر نہیں ہے پھر تم یہ رستہ اختیار ہی نہ کرو۔ پھر تمہارے اور رستے ہیں، اگر اصلاح کوئی shortcut سے ہو سکتی ہو، زبردستی ہو سکتی ہو تو صبر کا کیا مطلب ہے؟ ہر جگہ صبر داخل ہوگیا۔ فرمایا مَا یُلَقّٰہَاۤ اِلَّا الَّذِیۡنَ صَبَرُوۡا یہ صرف ان لوگوں کو نصیب ہوگا جو اپنے اندر صبر کی صفت رکھتے ہیں وَمَا یُلَقّٰہَاۤ اِلَّا ذُوۡ حَظٍّ عَظِیۡمٍ (حٰم سجدہ:36) اور یہ نعمتِ عظمیٰ اس وجود کو حاصل ہے جس کو حظِّ عظیم ملا ہے یعنی حضرت محمد مصطفی ﷺ، حَظٍّ عظیم کہتے ہیں سب سے بڑا حصہ تو صفاتِ باری تعالیٰ سے سب سے بڑا حصہ پانے والے حضرت محمد مصطفی ﷺ ہیں۔ بات کو مختصر کر دیا، فرمایا یہ لمبا مضمون کہ صبر کیا ہے اور کیا تقاضے ہیں یہ تو لمبی باتیں ہیں۔ ہم مختصر بات کر دیتے ہیں کہ محمد مصطفی ﷺ کو دیکھ لو تمہیں کہیں غلطی نہیں لگے گی۔ جو کچھ جس situation میں آپؐ نے کیا وہ کرتے چلے

جاؤ اور وہی صاف رستہ ہے۔ تو وہ صبر کا رستہ ہے۔ ایسا رستہ ہے جہاں آپ کے ساتھ جھولیوں میں پتھر مارنے والے نظر نہیں آتے ۔ یہ نظر نہیں آتا کہ آپؐ شہریوں کا بائیکاٹ کر رہے ہوں، یہ نظر نہیں آتا کہ آپ صحابہ کو تلقین کر رہے ہوں کہ فلاں کے پیچھے پڑ جاؤ اور ان کو آگ لگا دو۔ کچھ اور نظر آتا ہے لوگ یہ کر رہے ہیں۔ مکّے والوں نے یہ کیا تو دوسری بستیوں میں جانا شروع کر دیا۔ دوسری بستیوں نے یہ کیا تو طائفؔ چلے گئے اور طائف میں یہ نظارہ ہمیں نظر آیا اِلَّا ذُوْحَظٍّ عَظِیْمٍ کا نقشہ کھینچتا ہے نا؟ سُنّت کا نقشہ ذُوْحَظٍّ عَظِیْمٍ کا نقشہ ہے۔ وہ نقشہ یہ ہے کہ آپ طائف گئے اور وہاں کے سرداروں نے کہا کہ تم ادھر ہمارے شہر میں آ کر ہمیں تبلیغ کرتے ہو! تمہاری سزا یہ ہے کہ تمہیں اس طرح رُخصت کیا جائے کہ تم پر لڑکے پتھراؤ کر رہے ہوں اور غنڈے تمہیں ساتھ گالیاں بھی دیتے جا رہے ہوں۔ انہوں نے organize کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وداع اس شہر سے اس طرح ہوا کہ مسلسل پتھر برسائے جا رہے تھے اور گندی گالیاں دی جا رہی تھیں۔

روایت میں آتا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا خون بہہ رہا تھا اور اس خون نے جوتیوں کو بھر دیا اور اس پھسلن کی وجہ سے آپؐ سے چلنا بھی مشکل ہو گیا لیکن ایک وقار کا پہاڑ بنے ہوئے بڑے صبر اور استقامت کے ساتھ آپؐ رخصت ہوئے۔ چلتے رہے یہاں تک کہ ایک باغیچہ تھا کسی کا اس کے کنارے، اس کے سائے میں بیٹھ گئے۔ اس وقت روایت آتی ہے جبکہ ابھی زخم تازہ تھے، دُکھ حد سے زیادہ تھا۔ اس وقت خدا تعالیٰ نے فرشتے بھیجے اور فرشتوں نے یہ پیغام دیا کہ اللہ تعالیٰ بستی کی حرکت سے اتنا غضب ناک ہے کہ اگر آج آپؐ چاہیں تو خدا ان کو ہلاک کر دے گا۔ بعض روایتوں میں آتا ہے کہ ان فرشتوں کا ان دو پہاڑوں پر تسلّط تھا۔ خدا کی مخفی طاقتوں کو control کرنے والا جو نظام ہے اس کو ملائکۃ اللہ کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہم ان پہاڑوں کو ملا دیں گے اور اس بستی کا نشان مٹ جائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جواب دیا ہے وہ حیرت انگیز ہے۔ اس کو صبر کہتے ہیں کہ جب دُکھ تازہ ہوں تو صبر کرو اور اسی وقت جب بدی ظاہر ہوئی ہو پھر حُسن دکھاؤ اس کو کہتے ہیں حُسن دکھانا اور بدی کو حُسن سے بدلنا۔ آپؐ نے عرض کی، لمبی عرض ہے بڑی دردناک! اور کہا اے اللہ! مَیں ہلاک کرنے کے لئے تو نہیں آیا۔ میری التجا تو یہ ہے کہ ان کو ہدایت دے دے۔

(صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب ذکر الملائکۃ)

اور پھر وہ بستی ہدایت پا گئی تو صرف انسانی کوشش کا دخل نہیں ہے ذُوْحَظٍّ عظیم نے ہمیں بتایا کہ اس کے بعد جب دُکھے ہوئے دلوں سے دُعائیں اٹھتی ہیں تو پھر عام دنیا کا قانون نہیں رہتا صرف ایک اوپر کا قانون قبضہ کر لیتا ہے۔ الٰہی فرشتے پھر تبدیلیاں پیدا کرنی شروع کر دیتے ہیں اور معجزانہ طور پر واقعات ہوتے ہیں۔ لیکن یہ معجزے ذُوْحَظٍّ عظیم کو دکھائے جاتے ہیں۔ ایک آدمی جو خدا کی خاطر کچھ کرتا ہی نہیں، وہ دنیا پر ہی راضی ہے اسی کو کافی سمجھتا ہے اس کے لئے تو نہیں دکھائے جائیں گے۔ تو سارا طائفؔ پھر عاشق جاں نثار میں بدل گیا یہ تاریخ بتا رہی ہے۔ یہ کام کریں مشکل تو ہے اگر صبر ہے تو کریں۔"

سوال:۔ آپ نے اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ کا ایک پہلو دکھایا، عفو و درگذر، لیکن کیا مَیں اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ کی وسعت کے اندر دوسرے واقعات بھی شامل کر سکتا ہوں جیسا کہ جنگِ بدرؔ، جنگِ اُحدؔ ہوئی۔ مخالفین کو زیر کیا گیا ان سب کو ہم اِس میں داخل کر سکتے ہیں؟"

حضورؒ نے فرمایا:۔

"جی مَیں عرض کرتا ہوں۔ آپ داخل کر سکتے ہیں کیونکہ مَیں نے جب بات کہی تھی صفاتِ باری تعالیٰ کے مظہر ہیں۔ تو ایک بات پر مَیں نے زور دیا تھا کہ متوازن مظہر ہیں اور کمال توازن پایا جاتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ صرف رحمانؔ ہو تو پھر ایسے بندے سے پھر کبھی بھی کسی موقعہ پر بھی کوئی غُصّے کا، مقابلہ کا اظہار نہیں ہونا چاہیئے۔ کوئی سزا کا اظہار نہیں ہونا چاہیئے اور اگر خدا رحمان کے سوا کچھ اور بھی ہے تو بڑی نامکمل ذات ہوگی۔ خدا کا مظہر جس میں دوسری صفات جلوہ گر نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ منتقم بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کے انتقام میں جذباتی غُصّہ شامل نہیں ہے بلکہ ایک calculated سزا کا نظام ہے جس کو قرآنِ کریم خود واضح کر رہا ہے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سزا کے دائرہ کے نظام سے کبھی بھی باہر نہیں نکلے۔ وہ نظام کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ (الشوریٰ:41) عفو بہت اچھی چیز ہے لیکن ایک شرط کے ساتھ تمہیں معافی کی اجازت ہے۔ اگر تمہاری معافی اصلاح کرتی ہے تو پھر تمہارا اجر اللہ پر ہے۔ عفو کو اصلاح سے مشروط کر دیا ہے اور اگر عفو بزدلی کا نام ہو، اگر عفو جرم کا حوصلہ بڑھائے تو یہ مشروط ہے آپ کو عفو کی اجازت ہی نہیں ہے۔ اس وقت آیت کا پہلا حصہ کام کرے گا کہ جتنا تم پر ظلم کیا ہے اتنا تمہیں بدلہ لینے کی اجازت ہے اس سے آگے نہیں بڑھنا تو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی اس دائرے کے اندر محدود رہی ہے۔ ایک دفعہ بھی آپؐ نے ان حدود سے تجاوز نہیں کیا اور جیسا کہ قرآنِ کریم فرماتا ہے رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ (الاعراف:157)۔ ان جنگوں میں بھی ان لڑائیوں کے وقت بھی آپ کی رحمت غالب ہی رہی ہے۔

مثلاً آپ نے جنگِ بدرؔ کا حوالہ دیا ہے۔ جنگِ بدر میں آپ کے صحابہ کی تعداد 313 تھی۔ جن میں لُولے لنگڑے بھی تھے، ایسے بھی تھے جن کے پاس ٹوٹی

ہوئی تلواریں تھیں۔ لکڑی کی تلواریں بھی تھیں۔ اتنا لباس تھا غربت کا کہ بعضوں کو شہادتؔ کے بعد جب کپڑے میں ڈھانپنے کی کوشش کی گئی تو اوپر سے ڈھانپتے تھے تو نیچے سے ننگے ہوجاتے تھے۔ نیچے سے ڈھانکتے تھے تو اوپر سے ننگے ہوجاتے تھے۔ اس غربت کی حالت میں ایک ہزار جوانانِ عرب سے مقابلہ تھا جو چوٹی کے تھے۔ اور ان کے ساتھ رزمیہ اشعار پڑھنے والی عورتیں بھی تھیں۔ اونٹ سوار بھی تھے، گھڑ سوار بھی تھے۔ ایسی حالت میں آنحضرت ﷺ کو ایک advantage حاصل ہوئی جو یہ تھی کہ آپؐ نے چشمہ جہاں پانی تھا اس کے مُنہ پر قبضہ کرلیا۔ کوئی دُنیا کا جرنیل یہ بات سوچ بھی نہیں سکتا کہ کمزوری کی یہ حالت ہو اور اس چشمے پر دشمن کو قبضہ کرنے دے۔ جب دشمنوں نے محسوس کیا کہ ہم تو پیاسے مرجائیں گے۔ اس چشمے پر تو مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا ہے۔ تو اُنہوں نے آدمی بھیجے، صحابہ دوڑے فرمایا نہیں پانی سے نہیں روکے جائیں گے ان کو پانی پینے کا حق دو۔

(سیرۃ ابن ہشام: مترجم اُردو طبع سوم 1994ء: ناشر اِدارہ اِسلامیات لاہور: صفحہ 436)

اور پھر یہ لڑیں جو کرنا ہے کریں۔ اس کو کہتے ہیں رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ آنحضرت ﷺ کی ذات میں انتقام کے وقت بھی رحمت جلوہ گر رہی ہے۔ یہ تو بڑا لمبا مضمون ہے لیکن اگر آپ تفصیل سے اتر کر دیکھیں تو آنحضور ﷺ کی ذات میں اور خدا کی صفات میں کوئی contradiction نہیں ملے گی۔''

سوال:۔''حضرت موسیٰ علیہ السّلام آئے اُنہوں نے بدلہ لینے کی تعلیم دی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام آئے اُنہوں نے نرمی کی تعلیم دی۔ حضرت محمد مصطفی ﷺ آئے اُنہوں نے قصاص کے حوالہ سے تعلیم دی کہ ناک کے بدلہ ناک اور جان کے بدلہ جان اس کی background حقیقت کیا ہے؟''

حضورؒ نے فرمایا:۔

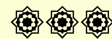
''جی میں عرض کردیتا ہوں۔ ایک اور سوال کا بھی جواب دینا ہے۔ میرا خیال ہے اب یہی دو سوال رہنے دیں۔ ایک آپ کا اور ایک ان کا۔ یہ جو سوال ہے یہ بڑا ہی اہم ہے ان لوگوں کے لئے جو غیر قوموں میں تبلیغ کرتے ہیں۔ ایک تبلیغ کا طریق یہ ہے کہ دوسرے کے مذہب پر اس طرح حملہ کیا جائے کہ ہمارا دین کامل ہے اور تمہارا، ناکامل اور نقائص والا! اس لئے تم اس دین کو چھوڑو اور ادھر آجاؤ۔ یہ حملہ نہایت غیر عارفانہ اور غیر حکیمانہ ہے۔ کیونکہ اس کا اگلا حملہ پھر خدا کی ذات پر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پچھلوں کو نامکمل تعلیم کیوں دی؟ نقائص والی تعلیم کیوں دی؟ ایک کامل وجود سے نقائص کس طرح ظاہر ہوئے؟ فلسفی پھر آپ کو نہیں چھوڑتے۔ یہ نہایت ہی غیر حکیمانہ طریق ہوتا ہے کہ ایک پہلو سے بچ کر دوسری طرف اپنی پیٹھ ننگی کردیں۔ اس لئے وہ جواب چاہیئے جو حقائق پر بھی مبنی ہو۔ جو اسلام پر حملہ سے روکے اور خدا پر حملہ کروا بیٹھے۔ مَیں نے جب مختلف وقتوں میں باہر باتیں کیں، یورپؔ میں رہا بھی ہوں اور گیا بھی ہوں تو میرا طریق کار یہ تھا اور یہی میرا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک لامحدود ذات ہے اور اس کا کمال انسان کے reference سے ہوتا ہے۔ یعنی یہ کہہ دینا شرک ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے کمال کے ساتھ ہمیں سب کچھ دے دیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے بندے کی بڑھتی ہوئی استعدادوں کے مطابق جس درجہ کمال کا بندہ مستحق ہوتا تھا اس کو وہ کچھ دیا ہے۔ یہ ہے وہ غیر مُبدّل حقیقت جس میں آپ تبدیلی نہیں دیکھیں گے اور جس پر کبھی کوئی اعتراض وارد نہیں ہوسکتا۔

چنانچہ مَیں یہودیوں کو بھی اور عیسائیوں کو بھی یہ کہا کرتا تھا کہ تمہارا مذہب اپنے وقت کے لحاظ سے اتنا کامل تھا کہ اس میں کوئی انسان تبدیلی کر کے نہیں دکھا سکتا۔ مثلاً یہود پر جب یہ نازل ہوا کہ تم نے بدلہ لینا ہے اور ضرور لینا ہے وہ وقت قومی لحاظ سے ایسا تھا جب فرعونؔ کے مظالم کے نیچے وہ اس طرح پیسے گئے تھے کہ انسانی کردار ختم ہوچکا تھا۔ وہ عفو کے نام پر اپنی بزدلی کا اظہار کیا کرتے تھے۔ ان میں مقابلے کی سکت ہی کوئی نہیں تھی۔ ایسی گری ہوئی قوم کو اگر یہ کہہ دیا جاتا کہ چاہو تو معاف کرو اور چاہو تو بدلہ لو۔ تو انہوں نے معاف ہی کرنا تھا بدلہ لینے کا سوال ہی کوئی نہیں تھا اور یہ فیصلہ خدا کا ان کے بعد کے کردار سے سو فیصدی قطعی طور پر ثابت ہوگیا۔ کیونکہ جب جہاد کا وقت آیا تو انہوں نے کہا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ (المائدۃ:25) کہ موسیٰؑ تُو اور تیرا خدا جاؤ لڑو ہم تو یہاں بیٹھیں گے۔ اس کردار کی اصلاح ناممکن تھی۔ چنانچہ اس تعلیم کے ذریعہ ایک لمبا عرصہ خدا نے ان کو اس تعلیم پر چلایا یہاں تک کے pendulum کا دوسرا کنارہ شروع ہوجاتا ہے وقت سے ٹھہر تو نہیں جایا کرتا۔ pendulum دوسری طرف چلا گیا اور اپنے وقت کے اتنے ظالم ہوگئے کہ دنیا کے سب سے معصوم انسان پر سب سے زیادہ بھیانک ظلم پر آمادہ ہوچکے تھے۔ جب حضرت عیسیٰؑ تشریف لائے۔ اس وقت ان کے دل کی سختی کی حالت جگہ جگہ قرآنِ کریم بیان فرماتا ہے اور جس طرح وہ سخت دل تھے، مظالم کرتے تھے بڑے ظالمانہ نقشے ہیں۔ ان کو آپؑ اگر کہتے معاف بھی کرسکتے ہو اور بدلہ بھی لے سکتے ہو تو انہوں نے معاف کرنا ہی نہیں تھا، بدلے ہی لینے تھے۔ اس context میں وہی تعلیم کامل کہلاسکتی ہے جو انسانی فطرت کو مدِّنظر رکھتے ہوئے اس کی اصلاح کے لئے مطابق فیصلہ دے اور وہ فیصلہ وقتی ہو۔ ہمیشہ کے لئے نہ ہو۔ چنانچہ عیسیٰؑ بھی وقتی رسول تھے اور موسیٰؑ بھی وقتی رسول تھے۔ عیسیٰ علیہ السّلام کو تعلیم ملی کہ ان کو اب یہ سکھاؤ کہ تم نے بدلہ لینا ہی نہیں، ایک گال پر کوئی مارتا ہے تو دوسرا گال

بھی پیش کردو۔

(متی کی انجیل: باب:5: آیت39:مطبوعہ 1990ء: پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور)

اور اُس کیفیت میں سے اُن کو گذرنے پر مجبور کیا گیا۔ یہاں تک کہ انسان مختلف pendulums سے گذر کر سبق سیکھتا ہے۔ مختلف تجارب میں سے گذر کر بالغ نظر ہوا ہے اور بالغ نظر ہونے کے بعد اس کو بالغ نظر تعلیم ملنی چاہیئے۔ جو اس کے reference میں کامل ہے۔ جب ہم اکمل کہتے ہیں تو یہ مراد ہے کہ انسان اپنی جن استعدادوں کے ساتھ جس شعور کے مقام پر پہنچا اس لحاظ سے خدا اکمل طور پر نازل ہوا لیکن خدا پھر بھی محدود نہیں ہوگا۔ انسان کا درجہ استطاعت فیصلہ کرے گا کہ اس کو کیا ملتا ہے۔ مَیں جب یہ بتاتا تھا تو یہودی بھی خوش ہوتے تھے، عیسائی بھی خوش ہوتے تھے کہ اس نے ہم پر ظلم نہیں کیا۔ بالکل حقیقت ہے جو بیان کررہا ہے اور اگر آپ شروع میں یہ ظاہر کریں کہ آپ ظالم ہیں تو آپ کی بات کون سُنے گا؟ پھر اگلا قدم سُننے کے لئے وہ تیار ہوجاتے ہیں۔ یعنی آنحضورﷺ کا حُسن دیکھنے کے لئے آمادہ ہوچکے ہوتے ہیں۔ ان کو مَیں کہتا تھا کہ اب مَیں قرآن کی تعلیم بتاتا ہوں۔ قرآن فرماتا ہے کہ اگر کسی پر ظلم کیا جائے اس کو حق ہے کہ وہ بدلہ لے۔ لیکن اتنا ہی بدلہ لے جتنا اس پر ظلم کیا اور اس پہ اضافہ نہ کرے اور اگر وہ اس شرط کے ساتھ معاف کرے کہ اس کی معافی کے نتیجہ میں اصلاحِ اَحوال ہو نہ کہ جرم کا حوصلہ بڑھے تو ایسا شخص اپنا اجر اپنے ربّ سے پائے گا۔ مَیں نے کہا یہ ہے تعلیم جس کو ہم کہتے ہیں اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (المائدۃ:4) کا مظہر ہے۔ تو آپ یہ سمجھتے ہیں کہ پہلا استدلال جو عموماً پیش کیا جاتا ہے۔ تو یہ بھی تو اعتراض کیا کرتے تھے کہ اب اس کو بھی تو تیرہ سو سال، چودہ سو سال گذر گئے اب اس کو بھی بدل جانا چاہیئے۔ تو مَیں ان سے کہتا تھا کہ now it is become timeless اب آپ اس کو بدل کے دکھایئے۔ اس میں آپ کے بڑے بڑے دانشور کوئی improvement کر کے دکھا دیں تو مَیں مان لوں گا کہ ہاں اس کو بھی بدل جانا چاہیئے۔ دلیل سے بات کریں آج تک مجھے تو یہ جواب نہیں ملا آپ بھی تجربہ کر کے دیکھ لیں۔ تو اکمالِ دین کا یہ مطلب ہے کہ تعلیم ایسی کامل کردی گئی کہ اس کے نتیجہ میں انسان کے بدلتے ہوئے حالات اور مضامین میں بھی اس پر ہاتھ ہی نہیں ڈال سکتے۔ اور صرف یہی نہیں جب آپ مذاہب کی تعلیم کے ارتقاء پر غور کریں تو نہایت عظیم الشان مضمون ہے لیکن یہ اتنا نہیں کہ اس چھوٹی سی مجلس میں تفصیل سے بیان کیا جائے صرف ایک نمونہ مَیں نے آپ کو بتا دیا ہے۔"



نیا سال بہتر ہو

اطہر حفیظ فراز



طبیعتیں بھی ہوں اچھی تو حال بہتر ہو!!
مری دعا ہے عزیزو!! یہ سال بہتر ہو!!

نئی رُتوں کے مہینے تمہیں مبارک ہوں!!
بلندیوں کے یہ زینے تمہیں مبارک ہوں!!
چلن تمہارا ہو اچھا تو چال بہتر ہو!!
مری دعا ہے عزیزو!! یہ سال بہتر ہو!!

بہار آئے تو یارو!! سدا قیام کرے!!
خزاں چمن سے جو گزرے تو بس سلام کرے!!
تپش رہے، رہے سردی، سنبھال بہتر ہو!!
مری دعا ہے عزیزو!! یہ سال بہتر ہو!!

شعاعیں شرق سے آئیں، تمہیں بیدار کریں!!
اندھیرے غرب سے اُٹھیں، تمہیں تیار کریں!!
جنوب سے ہو تحفظ، شمال بہتر ہو!!
مری دعا ہے عزیزو!! یہ سال بہتر ہو!!

ہر ایک ہفتے میں ساتوں دنوں سکون رہے!!
وہ جنوری ہو دسمبر ہو یا وہ جون رہے!!
ہاں موسموں کا اُبھرتا جلال بہتر ہو!!
مری دعا ہے عزیزو!! یہ سال بہتر ہو!!

اگر مئی کی حرارت تمہیں نہال کرے،
یا پھر اگست میں حبس آئے، تمہیں نڈھال کرے،
خدا کرے کہ تنفس بحال بہتر ہو!!
مری دعا ہے عزیزو!! یہ سال بہتر ہو!!

قدم قدم پہ وہ خوشیاں تمہیں نصیب کرے!!
وہ اپنی رحمت و شفقت بہت قریب کرے!!
خدا کرے کہ مرا یہ خیال بہتر ہو!!
مری دعا ہے عزیزو!! یہ سال بہتر ہو!!



حضرت محمد ظفر اللہ خان صاحب۔ جیسا میں نے دیکھا

عطاء المجیب راشد۔ امام مسجد فضل۔ لندن

(منقول از زیر تصنیف کتاب سپوتِ ایشیاء)



حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالی نے اپنے فضل و کرم سے اتنی خوبیوں، سعادتوں اور امتیازات سے نوازا تھا کہ ان کے بارہ میں اب تک جو لکھا جا چکا ہے آئیندہ وقتوں میں اس سے بھی بہت زیادہ لکھا جائے گا میں اس مضمون میں حضرت چوہدری صاحب ؓ کے حالاتِ زندگی، نمایاں کامیابیوں اور خدمات کے تذکرہ سے ہٹ کر اپنے ذاتی مشاہدات اور تجربات کی روشنی میں چند واقعات اور تاثرات لکھنا چاہتا ہوں تاکہ نئی نسل کے سامنے، جو ان کی زندگی میں انہیں دیکھ نہیں سکی، حضرت چوہدری صاحب ؓ کی سیرت اور شخصیت کا کسی حد تک ایک مکمل نقشہ ابھر سکے۔

زندگی کی سب سے بڑی سعادت

سب سے پہلے تو میں ایک نہایت پُرلطف اور دل پر گہرا اثر کرنے والی بات بیان کرنا چاہتا ہوں۔ پاکستان کے ایک ادبی رسالہ کے نمائندہ نے ایک دفعہ اپنے رسالہ کے خصوصی شمارہ کے لئے آپ کا انٹرویو لیتے ہوئے کچھ اس طرح کا سوال کیا کہ چوہدری صاحب! آپ نے زندگی میں کامیابیاں تو بے شمار حاصل کی ہیں، یہ بیان فرمائیں کہ آپ کے خیال میں آپ کی زندگی کی سب سے بڑی سعادت کیا ہے ؟ حضرت چوہدری صاحب ؓ نے اس بظاہر مشکل سوال کا بہت ہی برجستہ اور جامع جواب اس طرح دیا کہ میری زندگی کی سب سے بڑی سعادت یہ ہے کہ میں نے زمانہ کے امام حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود اور امام مہدی علیہ السلام کو شناخت کرنے اور ان کے دستِ مبارک پر بیعت کرنے کی توفیق پائی۔ فالحمدللہ علی ذالک

ابتدائی تعارف

جب میں نے ہوش سنبھالا تو حضرت چوہدری صاحب ؓ ایک بڑے انسان اور مدبر راہنما کے طور پر دنیا میں خوب مشہور تھے جلسہ سالانہ کے موقع پر مجھے آپ کی تقاریر سننے کا موقع ملا آپ کے اندازِ خطابت میں ایک جدت اور ندرت ہوتی تھی۔ آپ بات خوب کھول کر اور آسان طریق پر بیان فرماتے تاکہ سب اسے اچھی طرح سمجھ جائیں۔ یہ میرا دُور سے آپ سے ابتدائی تعارف تھا۔ اس کے بعد مجھے پہلی بار جب آپ سے براہ راست بات کرنے کا موقع ملا اور جس کی یاد میرے ذہن میں اچھی طرح نقش ہے وہ اس طرح ہے کہ حضرت ابا جان مرحوم و مغفور نے اپنے مکان ''بیت العطاء'' (دارالرحمت وسطی۔ ربوہ) میں چند بزرگان کی دعوت کی۔ ان میں چوہدری صاحب ؓ بھی شامل تھے۔ دعوت کے بعد جب چوہدری صاحب ؓ واپس جانے لگے تو حضرت ابا جان نے کہا کہ میں انہیں چھوڑنے ان کے ساتھ ان کی کوٹھی واقع دارالصدر غربی تک جاؤں۔ مجھے یاد ہے کہ چوہدری صاحب اور میں دونوں پیدل روانہ ہوئے۔ میں ان کی عظیم شخصیت اور ادب کی وجہ سے بالعموم خاموش ہی رہا لیکن آپ مختلف باتیں بیان فرماتے رہے۔ میں نے محسوس کیا کہ آپ بہت شفیق، بے تکلف اور سادہ طبیعت کے بزرگ انسان ہیں۔ باتوں کے دوران ایک بار انہوں نے میرے بازو کو کہنی کے اوپر سے پکڑا تو میرا بازو ان کی انگلیوں میں آ گیا۔ اس پر مجھے یاد ہے کہ چوہدری صاحب ؓ فرمانے لگے Is that all کہ بس صرف اتنا ہی؟ ہم دونوں پیدل چلتے ہوئے ان کی کوٹھی تک پہنچ گئے۔ چوہدری صاحب ؓ نے شکریہ ادا کیا اور میں نے دعا کی درخواست کی۔ یہ پندرہ بیس منٹ کی ملاقات میری ان سے پہلی ملاقات تھی اور اس کا حسین تاثر آج تک میرے ذہن پر نقش ہے۔

شفقتوں کا آغاز

آپ سے زیادہ ملاقاتوں کا موقع تو تب ملا جب میں مبلغ سلسلہ اور نائب امام کے طور پر 1970 میں لندن آیا۔ اس دور کے واقعات بغیر کسی خاص ترتیب کے بیان کرتا ہوں جن سے حضرت چوہدری صاحب ؓ کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ جب میں لندن آیا تو یہ میرے لیے بیرون پاکستان جانے کا پہلا موقع تھا۔ احمدیت کی برکت سے میں نے پہلی بار ہوائی جہاز کا سفر کیا۔ سکول اور کالج میں انگریزی پڑھنے کا موقع تو ملا لیکن لکھنے اور خاص طور پر بولنے کا ماحول زیادہ نہیں تھا۔ کالج اور جامعہ میں زبانی یاد کر کے چند تقاریر بھی کیں لیکن عام گفتگو اور بول چال کا محاورہ نہیں تھا۔ یہ بات میں اس لئے لکھ رہا ہوں کہ لندن آنے کے قریباً دو ماہ بعد



میرا انگریزی کا امتحان ہو گیا۔اور اس کے ممتحن تھے حضرت چوہدری صاحبؓ۔

ہوا یوں کہ محترم بشیر احمد خان رفیق صاحب نے جو اس وقت امام اور مبلغ انچارج تھے ایک دن مجھ سے کہا کہ اب کسی روز آپ نے مسجد میں خطبہ جمعہ بھی دینا ہے(جو انگریزی میں ہوتا تھا) میں نے عرض کی کہ ایسی بھی کیا جلدی ہے؟ بعد میں انشاء اللہ تعالیٰ مواقع ملتے رہیں گے۔بات ختم ہوگئی۔لیکن ہوا یہ کہ چند دنوں بعد جمعہ کا دن آیا اور جب میں سنتوں کی ادائیگی سے فارغ ہوا اور چند منٹوں بعد دوسری اذان ہوگئی تو خان صاحب محترم نے جو میرے ساتھ ہی بیٹھے تھے کہنی کے اشارہ سے فرمایا کہ خطبہ کے لئے اٹھیں۔مَیں ذہنی طور پر بالکل تیار نہ تھا۔لیکن موقع ایسا تھا کہ معذرت کی بھی کوئی گنجائش نہ تھی۔مسجد نمازیوں سے بھری تھی۔زیادہ بات بھی نہ کی جاسکتی تھی بہر حال مجھے اٹھنا پڑا۔دعا کرتے ہوئے میں نے خطبہ کا آغاز تشہد،تعوذ اور سورہ فاتحہ سے کیا۔یہ سب کچھ تو آسان تھا۔اس عرصہ میں میں نے دائیں بائیں ن ایک نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ حضرت چوہدری صاحبؓ حسبِ معمول پہلی صف کے دائیں کونے میں کرسی پر تشریف رکھتے ہیں۔آپ نے نئے خطیب کی آواز سنی تو نظر اٹھا کر میری طرف دیکھا۔مجھے یقین ہے کہ دعا تو آپ نے ضرور کی ہوگی لیکن میری حالت یہ تھی کہ حضرت چوہدری صاحبؓ کی شخصیت کا رعب بلکہ خوف دل پر چھایا ہوا تھا لیکن عین اس وقت مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ نصیحت یاد آئی جو آپ نے الوداعی ملاقات میں فرمائی تھی کہ لندن جا کر خوب اعتماد اور بے تکلفی سے انگریزی بولنا اور ابتداء میں کوئی غلطی بھی ہو تو ہرگز نہ گھبرانا۔اس نصیحت نے مجھے بہت حوصلہ دیا اور میں نے دل ہی دل میں یہ کہہ کر اپنے آپ کو حوصلہ دیا کہ چوہدری صاحبؓ بیٹھے ہیں تو کوئی بات نہیں۔آخر چوہدری صاحبؓ نے بھی تو آہستہ آہستہ ترقی کرتے ہوئے اتنی شاندار انگریزی سیکھی ہے۔

چند لمحات میں یہ سب خیالات میرے ذہن سے گزر گئے اور میں نے اللہ پر توکل کرتے ہوئے خطبہ دینا شروع کر دیا۔اب تو مجھے یاد بھی نہیں کہ خطبہ کس موضوع پر تھا۔بہر حال پندرہ بیس منٹ کا خطبہ دیا اور خطبہ ثانیہ کے بعد نماز پڑھا دی۔اس کے بعد سنتیں ادا کیں اور قدرے لمبی ادا کیں۔یہ بھی خیال تھا کہ اس عرصہ میں حضرت چوہدری صاحبؓ اٹھ کر جا چکے ہوں گے اور یہ مرحلہ نہیں آئے گا کہ حضرت چوہدری صاحبؓ مسجد میں ہی میرا بازو پکڑ کر سب کے سامنے یوں گویا ہوں کہ راشد صاحب! انگریزی اس طرح نہیں بولی جاتی۔یہ لفظ یوں نہیں بلکہ اس طرح ہے وغیرہ۔میں سنتیں ادا کرنے کھڑا ہوا تو دیکھا کہ چوہدری صاحبؓ ابھی تک نماز میں مصروف ہیں۔مَیں نے اسی میں خیریت جانی کہ جلدی جلدی مسجد سے روانہ ہو جاؤں۔اب امتحان کے نتیجہ کا انتظار تھا۔خیال یہی تھا کہ اولین فرصت میں حضرت چوہدری صاحبؓ کی طرف سے راہنمائی ملے گی۔شام کو محترم بشیر رفیق صاحب ملے تو انہوں نے مبارکباد دی۔میں نے پوچھا کس بات کی؟ تو کہنے لگے کہ چوہدری صاحبؓ نے آپ کو انگریزی میں پاس کر دیا ہے۔میں نے الحمدللہ کہا اور یہی سوچا کہ چوہدری صاحب نے از راہ مہربانی نئے خطیب کو اس کی پہلی کوشش میں اپنی وسعتِ قلبی سے رعایتی نمبر دے کر پاس کر دیا ہوگا۔الحمدللہ کہ ان کی عنایات کا سلسلہ بعد میں بھی متنوع رنگ میں جاری رہا۔

درویشانہ اندازِ تبلیغ

اللہ تعالیٰ نے حضرت چوہدری صاحبؓ کو دنیا جہاں کی بے شمار نعمتوں اور اعزازات سے نوازا تھا۔آپ دنیا کے عظیم محلات اور ایوانوں میں گئے عظیم شخصیات سے ملنے کے مواقع آپ کو ملے لیکن آپ طبعاً بہت ہی منکسر المزاج تھے اور آپ کی زندگی پر سادگی اور درویشی کا رنگ غالب تھا۔اس کا ایک پہلو یہ تھا کہ آپ اپنی ذات پر خرچ میں بہت بچت کرتے لیکن راہِ خدا میں خرچ کرتے ہوئے اور غرباء اور طلباء کی امداد کے وقت خوب دل کھول کر خرچ کرتے تھے۔اپنی ذات پر بچت کے حوالہ سے آپ کا ایک معمول یہ تھا کہ جب بھی آپ اپنے کاموں کے لئے سنٹرل لندن جاتے تو ڈسٹرکٹ لائن(District Line) کے ایسٹ پٹنی(East Putney) سٹیشن سے آتے جاتے تھے۔اسکی وجہ یہ تھی کہ اگرچہ پیدل راستہ کے لحاظ سے وہ دوسرے سٹیشن ساؤتھ فیلڈز(Southfields) سے قدرے دور تھا۔لیکن وہاں سے جانے کی صورت میں کرایہ غالباً ایک پینس کم لگتا تھا۔عام لوگ بالعموم ساؤتھ فیلڈز سٹیشن سے سفر کرتے اور کرایہ کے اس معمولی فرق کا خیال نہ کرتے اور اپنے آرام کو مقدم رکھتے تھے۔حضرت چوہدری صاحبؓ ہر سفر میں ایک پینس کی بچت کرتے اور دوسروں کو بھی بتاتے اور اس کی تحریک فرماتے تھے۔حضرت چوہدری صاحبؓ نے بتایا اور کئی بار یہ بات ان کی تقاریر میں سننا مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ بعض لوگ مجھ سے بحث کرنے لگ جاتے ہیں کہ چوہدری صاحب ایسا کرنے سے آپ کو کیا بچت ہوتی ہے میں کہتا ہوں:ایک پینس۔وہ پھر کہتے ہیں آخر آپ کو فائدہ کیا ہوتا ہے؟ میں ان سے پھر کہتا ہوں:ایک پینس۔حضرت چوہدری صاحبؓ یہ تذکرہ بہت تفصیل سے فرماتے اور اپنے مخصوص انداز میں احباب کو بتاتے کہ دیکھنے میں تو یہ ایک پینس کی بچت ہے لیکن اسی طرح بچت کرتے رہنے سے سینکڑوں ہزاروں پاؤنڈ کی بچت کی جاسکتی ہے۔ایسے مواقع پر آپ ”قطرہ قطرہ می شود دریا“ کا فارسی محاورہ بھی

استعمال فرماتے۔

حاجت مندوں کی امداد

آپ کا انداز نصیحت بہت موثر ہوتا۔ پھر اس نصیحت کے ساتھ ساتھ راہِ خدا میں فراخدلی سے خرچ کرنے کا آپ کا شاندار ذاتی نمونہ سب کے سامنے تھا۔ آپ نے ضرورت مند قابل طلبا اور حاجت مندوں کی امداد کی خاطر ساؤتھ فیلڈز ٹرسٹ کے نام سے ایک ادارہ بنایا ہوا تھا جس سے وظائف بطور قرض حسنہ یا بطور امداد دیتے جو اپنی ذات میں عظیم خدمت اور صدقہ جاریہ تھا۔ علاوہ ازیں ضرورت مندوں کی امداد کا ایک وسیع سلسلہ تھا لیکن بالعموم ایسے رنگ میں امداد کرتے کہ کسی اور کو اس کا علم نہ ہو۔ مجھے اس ٹرسٹ کے ممبر کے طور پر کچھ عرصہ کام کرنے کا موقع ملا اور میں نے حضرت چوہدری صاحبؓ کی سیرت کے اس پہلو کا بغور مشاہدہ کیا۔

عظیم مالی قربانی کا عاجزانہ انداز

دین کی راہ میں مالی قربانی کی ایک عظیم اور شاندار مثال یہ ہے کہ ایک وقت جماعت میں یہ تجویز چلی کہ جماعت احمدیہ برطانیہ کے مرکز میں موجود دو عمارتوں کو (جو کافی پرانی ہو چکی تھیں) گرا کر ایک بڑا کمپلیکس بنایا جائے جس میں ایک بڑا ہال، دفاتر، دو بڑے رہائشی مکان اور ایک چھوٹا رہائشی فلیٹ ہو۔ اس تعمیراتی منصوبہ کے لئے جماعت کے پاس اس وقت مطلوبہ رقم نہیں تھی۔ جماعتی ضروریات کے لئے بینک سے سود پر رقم لینا جماعت کا طریق نہیں۔ چوہدری صاحب سے درخواست کی گئی کہ کیا آپ یہ رقم مہیا فرما سکتے ہیں جو بعد ازاں آپ کو قسط وار واپس کر دی جائے گی۔ آپ نے اس تجویز سے اتفاق کیا۔ قرآنی تعلیم کے مطابق اس غرض سے ایک معاہدہ تحریر کیا گیا کہ حضرت چوہدری صاحب جماعت کو ایک لاکھ پاؤنڈ ادا کریں گے اور جماعت اس کی واپسی کی ذمہ دار ہوگی۔ ایک شام معاہدہ کی تحریر چوہدری صاحب کو دی گئی۔ انہوں نے کہا کہ میں بغور مطالعہ کرنے کے بعد دستخط کر کے کل دے دوں گا۔

اگلی صبح چوہدری صاحب نے فرمایا کہ میں نے اس بارہ میں سوچا تو میرے نفس نے مجھ سے کہا کہ ظفر اللہ خان! آج تم جو کچھ ہو احمدیت کی بدولت ہو۔ تم نے جو کچھ پایا وہ سارے کا سارا اسی جماعت کا فیضان ہے۔ کیا اب تم اسی محسن جماعت کو ایک رقم قابلِ واپسی قرض کے طور پر دینا چاہتے ہو؟ میرے نفس نے مجھے بہت ملامت کی اور میں اپنے ارادہ پر بہت شرمسار ہوا اور بہت استغفار کی۔ اسی لمحہ میں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ مطلوبہ رقم بطور قرض نہیں بلکہ ایک عاجزانہ عطیہ کے طور پر جماعت کی خدمت میں پیش کروں گا۔ یہ فرماتے ہوئے آپ نے معاہدہ کی تحریر پھاڑ دی اور ایک لاکھ پاؤنڈ کا چیک اسی وقت جماعت کے حوالہ کر دیا۔ اور ساتھ یہ درخواست بھی کی کہ میری اس ادائیگی کا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور شخص سے میری زندگی میں ہرگز ذکر نہ کیا جائے۔ قربانی، عاجزی اور اخلاص کا کیا شاندار نمونہ ہے۔

اس عمارت کے حوالہ سے ایک اور شاندار واقعہ اس جگہ ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ عمارت کا سنگ بنیاد 1967 میں رکھا گیا اور 1970 میں تکمیل ہوئی۔ حضرت چوہدری صاحب نے جماعت سے درخواست کی کہ جب تک ان کی زندگی ہے اور انہیں لندن میں قیام کے لئے جگہ کی ضرورت ہو تو عمارت کی دوسری منزل سے ملحقہ جو چھوٹا سا فلیٹ ہے اس میں رہائش کی اجازت عطا فرمائی جائے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے بخوشی اس کی اجازت عطا فرمائی۔ یہ چھوٹا سا فلیٹ واقعی بہت چھوٹا تھا۔ مجھے کئی بار اس فلیٹ میں جانے اور اس کو بغور دیکھنے کا موقع ملا۔ فلیٹ بہت مختصر تو تھا لیکن حضرت چوہدری صاحب کی مختصر اور سادہ ضروریات کے لئے بہت کافی تھا۔ ایک چھوٹا سا بیڈ روم تھا۔ مختصر سا کچن اور غسلخانہ تھا۔ ایک درمیانے سائز کا سٹنگ روم تھا جو آپ کے مطالعہ اور ترجمہ کے کام کا کمرہ تھا۔ آپ کا اکثر وقت اسی میں گزرتا۔ اسی میں ایک طرف سادہ سا صوفہ رکھا ہوتا آنے والوں مہمانوں سے اسی جگہ بات چیت ہو جاتی۔

چھوٹے بیڈ روم کا اوپر ذکر آیا ہے۔ یہ بیڈ روم اتنا مختصر تھا کہ ایک سنگل بیڈ کے علاوہ کپڑوں کی چھوٹی الماری اور ایک چھوٹی سی میز اور کرسی ہوتی تھی چلنے پھرنے کی جگہ نہ ہونے کے برابر تھی۔ اس مختصر سے بیڈ روم میں آپ نے سالہا سال بڑی سادگی اور قناعت سے گزارا کیا۔ آپ کے ایک بے تکلف عزیز نے مجھے یہ واقعہ سنایا کہ حضرت چوہدری صاحب ایک بار انہیں اپنا فلیٹ دکھانے کے لئے ساتھ لئے گئے۔ جب اس چھوٹے سے بیڈ روم میں داخل ہوئے انہوں نے بے ساختہ کہا کہ اتنے چھوٹے سے بیڈ روم میں آپ کیسے گزارہ کرتے ہیں؟ یہ بات سن کر حضرت چوہدری صاحب نے جو برجستہ جواب دیا وہ عجیب عارفانہ جواب تھا۔ آپ نے فرمایا:

"جس جگہ آگے جانا ہے وہ تو اس سے بھی تنگ ہوگی"

اللہ کے پاک بندوں کی سوچ بھی کیا نرالی ہوتی ہے۔ قدم قدم پر آخرت یاد رہتی ہے اور ہر وقت اپنے آپ کو اس سفر آخرت کے لئے تیار کرتے رہتے ہیں۔

سادگی اور قناعت

حضرت چوہدری صاحبؓ کی زندگی میں سادگی، بے تکلفی، اور قناعت کا پہلو بہت نمایاں تھا۔ آپ کا لباس بہت عمدہ، صاف اور باوقار ہوتا۔ اکثر ایسا ہوتا کہ آپ ایک ہی لباس کو لمبا عرصہ بہت احتیاط اور نفاست سے استعمال فرماتے اور اس بات کے ذکر کرنے میں کبھی عار محسوس نہ فرماتے کہ میرا یہ سوٹ کتنا پرانا ہے بلکہ بڑے شوق اور خود اعتمادی سے بیان کیا کرتے تھے کہ میں نے یہ سوٹ یا موزے فلاں سن

میں فلاں دوکان سے اتنی قیمت میں خریدے تھے۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ مجھے بتایا کہ جو قمیص میں نے اس وقت پہنی ہوئی ہے وہ اتنے سال قبل میں نے نیویارک میں فلاں سڑک کے کنارے پر واقع ایک دوکان سے ایک ڈالر میں خریدی تھی۔ الغرض یہ بات احباب میں بہت معروف تھی کہ چوہدری صاحب ایک لباس کو لمبا عرصہ استعمال کرتے ہیں۔

یہ لکھتے ہوئے مجھے یاد آیا کہ ایک عید کے موقع پر حضرت چوہدری صاحبؓ نے اس عاجز کو ایک اُونی مفلر عید کے تحفہ کے طور پر دیا۔ مفلر دیتے ہوئے آپ نے خاص طور پر فرمایا کہ یہ مفلر پُرانا نہیں، میں نے اسے صرف ایک دفعہ استعمال کیا ہے اور یہ دن وہ تھا جب میں نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس کی صدارت کی تھی۔ میں نے یہ قیمتی اور یادگار تحفہ بہت شکریہ کے ساتھ وصول کیا۔

آپ کا مرغوب ترین موضوع

حضرت چوہدری صاحبؓ کا انداز گفتگو بھی عجیب شان رکھتا تھا۔ جماعتی اجلاسات میں آپ کا اندازِ بیان بہت پُرتاثیر اور معلوماتی ہوتا۔ موضوع کے عین مطابق، باموقع اور ٹھوس گفتگو فرماتے۔ ایک بات جس کا ذکر میں نے آپ کی زبان سے بارہا سنا وہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرنا ہے۔ اس پہلو پر آپ اپنے تربیتی خطابات میں بہت زور دیتے اور اکثر آیت کریمہ

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ (سورہ ابراہیم 8:14)

کا حوالہ دیا کرتے تھے۔ اپنی گفتگو میں بھی شکرِ نعمت کا مضمون بارہا بیان فرماتے اور اس انداز میں بیان فرماتے کہ سننے والے اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے۔ بسا اوقات میں نے یہ بات مشاہدہ کی کہ آپ کسی بے تکلف مجلس میں بیٹھے ہیں اور اپنی زندگی کے واقعات اور اللہ تعالیٰ کے احسانات کا ذکر آنے پر آپ کی آواز بھرّ اجاتی اور شکر گزاری کے جذبہ سے آنکھوں میں آنسو آجاتے۔

میں کہہ سکتا ہوں کہ شکر گزاری آپ کا مرغوب ترین موضوعِ گفتگو تھا۔ آپ نے اسی جذبہ سے سرشار ہو کر اپنی خودنوشت سوانح عمری کا نام بھی ”تحدیثِ نعمت“ رکھا جو آپ کی ذات کے حوالہ سے خوب جچتا ہے۔ اس کتاب کی ایک خاص بات یہ ہے کہ واقعات کے ضمن میں جہاں بھی کسی شخص کی طرف سے مدد یا حسنِ سلوک کا ذکر آتا تو آپ اس کا شکریہ ادا کرنا نہ بھولتے بلکہ دعائیہ الفاظ بھی درج فرماتے۔ اللہ تعالیٰ کے شکر کے ساتھ ساتھ اس کے بندوں کا شکر ادا کرنا اس عبدِ شکور کی مبارک زندگی کا لازمی حصہ تھا۔

دعا اور نمازوں کا اہتمام

حضرت چوہدری صاحبؓ بہت دعا گو انسان تھے۔ دعا اور عبادت ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ نمازوں کا بہت اہتمام کرتے۔ نمازوں کے صحیح اوقات پر ہمیشہ بہت گہری نظر رکھتے۔ جب بھی ہالینڈ سے لندن آتے تو نمازوں کے اوقات کا ضرور دریافت فرماتے۔ نماز بہت اہتمام خوبصورتی، یکسوئی اور آرام سے اول وقت میں ادا فرماتے۔ نماز میں تلاوت سنتے وقت ایسے شخص کی تلاوت کو پسند فرماتے جو مضمون کو سمجھتے ہوئے اور اس کا لحاظ رکھتے ہوئے مناسب جگہ پر ٹھہرتے ہوئے تلاوت کرتا ہو۔ مسجد میں آنے کے بعد اپنا وقت نماز سے قبل اور بعد تسبیحات اور ذکر الٰہی میں گزارتے۔

صبح کی سیر

صبح کی سیر کا بہت اہتمام فرماتے اور یہ سارا وقت ذکر الٰہی و دعاؤں کے لئے وقف کر دیتے۔ اس غرض سے آپ نے اپنے ذہن میں دعاؤں اور ذکر الٰہی کا ایک نقشہ اور ترتیب بنائی ہوئی تھی۔ اس کے مطابق آپ سارے وقت کو اس نیک کام میں گزارتے۔ میں نے کئی دفعہ آپ سے سنا کہ جب میں سیر کرتے ہوئے فلاں جگہ یا فلاں موڑ پر پہنچتا ہوں تو اس وقت تک میں نے اتنی دفعہ درود کا ورد کر لیا ہوتا ہے یا فلاں دعا مکمل کر لی ہوتی ہے۔ اگر کسی روز فجر کے بعد بارش ہو رہی ہوتی تو آپ محمود ہال کے اندر چل پھر کر سیر کا وقت پورا کر لیتے۔ اس طرح دعاؤں اور تسبیحات کی مقررہ تعداد میں ورد پورا کرنے سے آپ کو فاصلہ کا اندازہ بھی ہو جاتا تھا۔ سیر کے حوالہ سے ایک دلچسپ بات یاد آئی جو ایک دفعہ آپ نے مجھے بتائی۔ فرمانے لگے کہ فلاں شکل وشباہت کا ایک انگریز شخص ہے جو ہر روز صبح کی سیر میں ایک خاص مقام پر مجھے ملتا ہے۔ وہ آ رہا ہوتا ہے اور میں جا رہا ہوتا ہوں۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو Good morning کہتے ہیں۔ فرماتے تھے کہ وہ شخص وقت کا بہت ہی پابند لگتا ہے اور پھر مسکراتے ہوئے فرماتے کہ میں بھی تو اس سے کم نہیں ہوں!

دعا اور نمازوں کا اہتمام

دعاؤں کے حوالہ سے یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جو لوگ آپ سے دعا کی درخواست کرتے (اور ایسے لوگوں کی تعداد یقیناً کئی سو ہوگی) تو آپ ان کے نام اور ان کی ضروریات کو توجّہ سے سن کر اپنے حافظہ میں محفوظ کر لیتے۔ مجھے ایک دفعہ بتایا کہ میں نے ایسے سب لوگوں کی فہرست ایک خاص ترتیب سے ذہن میں بنائی ہوئی ہے اور ان کی ضروریات کے لحاظ سے مختلف گروپ بھی بنائے ہوئے ہیں۔ اس طریق سے سب کے نام آپ کو یاد ہوتے اور سب کے لئے آپ باقاعدگی سے نام بنام دعا کرتے تھے۔

اس سلسلہ میں بعض لطائف بھی ہو جاتے ۔ ایک مثال حضرت چوہدری صاحبؓ نے خود بیان فرمائی کہ ایک نوجوان نے ایک دفعہ ان سے درخواست کی کہ دعا کریں کہ میری شادی ہو جائے ۔ بس اس کا نام حضرت چوہدری صاحبؓ کے ''کمپیوٹر'' میں داخل ہو گیا اور آپ اس کے متعلق دعا کرتے رہے ۔ آپ نے بیان فرمایا کہ قریباً تین سال کے بعد وہ نوجوان مجھے ملا تو میں نے اس سے پوچھا کہ سناؤ شادی ہو گئی ہے؟ ۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا کہ چوہدری صاحب شادی ہو گئی ہے اور دو بچے بھی ہیں ! چوہدری صاحب نے فرمایا کہ مجھے بتا تو دیا ہوتا ، میں تو ابھی تک تمہاری شادی کے لئے دعا کر رہا ہوں !

زبردست حافظہ

اللہ تعالیٰ نے بے شمار علمی صلاحیتوں کے ساتھ آپ کو زبردست حافظہ بھی عطا فرمایا تھا ۔ میں نے آپ کے ہاتھ میں کبھی ڈائری نہیں دیکھی ۔ اپنی مصروفیات اور ملاقاتوں کے سب پروگرام ذہن میں محفوظ رکھتے اور کبھی کوئی دقت محسوس نہ کرتے تھے ۔ خاص طور پر اپنے احباب اور تعلق والوں کے فون نمبر سب آپ کو زبانی یاد تھے ۔ جن دنوں آپ کا قیام لندن میں ہوتا تو آپ کا معمول تھا کہ اکثر دس گیارہ بجے میرے دفتر میں تشریف لے آتے ۔ میز کے سامنے والی کرسی پر تشریف رکھتے اور فرماتے کہ فلاں شخص سے فون ملا دیں ۔ میں فون کی کاپی کی طرف ہاتھ بڑھاتا تو فرماتے کہ ان کا نمبر میں آپ کو زبانی بتا دیتا ہوں ۔ جب بھی آپ تشریف لاتے ہر بار ایسے ہی ہوتا ۔ اس سلسلہ میں ایک حیران کن بات آپ نے یہ بتائی کہ جب میں برطانیہ میں ہوتا ہوں تو برطانیہ کے احباب کے ٹیلیفون نمبرز میرے ذہن میں روشن ہو جاتے ہیں اور جب میں امریکہ جاتا ہوں تو وہاں کے نمبرز روشن ہو جاتے ہیں اور برطانیہ کے نمبرز اس وقت ماند پڑ جاتے ہیں ۔

اسی نوعیت کی ایک اور حیران کن بات یہ تھی کہ آپ سال کی مختلف تاریخوں کے بارہ میں زبانی بتا دیا کرتے تھے کہ اس تاریخ کو کون سا دن ہو گا ۔ پروگرام بناتے وقت ہماری نظریں تو کیلنڈر کی طرف اٹھتیں لیکن چوہدری صاحب فوراً زبانی حساب کر کے بتا دیتے کہ کون سا دن ہو گا ۔ میں نے ایک بار آپ سے پوچھا کہ اس کا راز اور طریق کیا ہے؟ تو فرمایا کہ جب نیا سال چڑھتا ہے تو میں اس کی چند اہم اور بنیادی تاریخوں کا دن اچھی طرح ذہن میں نقش کر لیتا ہوں اور جب ضرورت ہوتی ہے تو انہی اہم تاریخوں سے آگے پیچھے زبانی حساب کر کے دن معلوم کر لیتا ہوں ۔

ایک حیران کن واقعہ

حضرت چوہدری صاحبؓ نے اپنے تفصیلی حالاتِ زندگی اپنی کتاب تحدیث نعمت میں خود تحریر فرمائے ہیں ۔ یہ کتاب معلومات کا عظیم خزانہ ہے ۔ جماعتی ، سیاسی ، ملکی بلکہ عالمگیر حالات پر یہ ایک جامع کتاب ہے ۔ اس کتاب کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ یہ ساری کتاب یا اس کا بیشتر حصّہ حضرت چوہدری صاحب نے اپنی یادداشت کی بناء پر لکھا یا لکھوایا ۔ کتاب مکمل ہو گئی تو آپ نے کسی دوست کے ذریعہ اس کے حوالہ جات ، تاریخیں اور باقی تفاصیل احتیاطاً چیک کروالیں ۔ غالباً کسی تصحیح کی ضرورت نہیں پڑی تھی ۔ جب یہ کتاب شائع ہو گئی ۔ تو آپ نے اس کے کچھ نسخے میرے پاس دفتر میں رکھوا دیئے تا کہ خواہش مند احباب وہاں سے حاصل کر سکیں ۔ ایک روز جبکہ حضرت چوہدری صاحبؓ بھی میرے دفتر میں تشریف رکھتے تھے ، ایک دوست آئے جو چند روز قبل کتاب لیکر گئے تھے ۔ کہنے لگے کہ اس نسخہ میں چند صفحات شامل نہیں ہیں ۔ غالبا جلد بندی میں رہ گئے ہیں ۔ میں نے وہ کتاب ان سے لے کر دوسری کتاب ان کو دیدی ۔ وہ جانے لگے تو حضرت چوہدری صاحبؓ نے ان سے پوچھا کہ جو کتاب آپ نے واپس کی ہے اس میں غائب صفحات سے پہلے اور بعد میں کیا بات بیان ہوئی ہے ۔ اس دوست نے کتاب دیکھ کر بتایا تو حضرت چوہدری صاحبؓ نے بیٹھے بیٹھے اس درمیانی عرصہ کی اہم باتیں ان کو بتا دیں اور فرمایا کہ میں نے خلاصۃً بیان کر دیا ہے باقی تفاصیل اب آپ گھر جا کر مطالعہ کر سکتے ہیں

وقت کی پابندی

وقت کی پابندی بھی آپ کی زندگی کا ایک نمایاں وصف تھا ۔ آپ زندگی کے معمولات میں ہمیشہ اس بات کا بہت خیال رکھتے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین فرماتے بلکہ عملی طور پر اس کی تربیت بھی دیتے تھے ۔ آپ نے ایک بار لندن میں تعلیم القرآن کلاس جاری کی جس میں نوجوان طلبہ شامل ہوا کرتے تھے ۔ کلاس کا ایک وقت مقرر تھا اور پہلے روز ہی آپ نے سب کو واضح طور پر ہدایت کر دی کہ وقت کی پابندی کی جائے ۔ چنانچہ آپ کا طریق یہ تھا کہ وقت سے چند منٹ پہلے تشریف لاتے ، وقت ہو جانے پر کمرے کا دروازہ بند کروا دیتے اور دیر سے آنے والوں کو اندر آنے کی اجازت نہ ہوتی ۔ اس ڈسپلن کی وجہ سے سب طلبہ ایک دو روز میں ہی وقت کے پابند ہو گئے ۔

حضرت چوہدری صاحبؓ جب جنرل اسمبلی کے صدر مقرر ہوئے تو وہاں بھی آپ نے اجلاس ٹھیک وقت پر شروع کرنے کی روایت قائم کی ۔ اس طرح آپ نے اسمبلی کے ممبران کو جو بالعموم تاخیر سے آیا کرتے تھے ، پابندیٔ وقت کا عملی سبق سکھایا ۔ وقت کی پابندی کے سلسلہ میں ایک دلچسپ واقعہ یاد آیا ۔ ایک دوست نے سنایا کہ ایک بار کراچی میں غالباً طلباء یا خدام نے اپنے ایک اجلاس میں آپ سے

درخواست کی گئی کہ ''اچھے مقرر کے اوصاف'' کے عنوان پر تقریر کریں۔ آپ نے بہت سے اوصاف کا ذکر کیا اور تفاصیل بیان کیں۔ آخری بات یہ بیان فرمائی کہ اچھے مقرر کی خوبی یہ ہے کہ اسے یہ بات اچھی طرح معلوم ہو کہ اس کی تقریر کا وقت کب ختم ہوتا ہے۔ آپ نے یہ فرمایا اور کرسی پر بیٹھ گئے۔ لوگوں نے دیکھا کہ آپ کی تقریر کے لئے مقررہ وقت پورا ہو گیا تھا!

لندن قیام کے دوران میں نے آپ کا یہ معمول دیکھا کہ آپ نمازیں مسجد میں آ کر ادا فرماتے۔ ہم نے باہمی طور پر یہ طے کر لیا تھا کہ میں نماز کے لئے مسجد جاتے ہوئے حضرت چوہدری صاحبؓ کے فلیٹ کی گھنٹی بجا دیا کروں تا کہ آپ کو مصروفیات کے دوران یاد دہانی ہو جائے۔ آپ وضو کر کے سنتوں یا نوافل کی ادائیگی کے بعد بالعموم ٹھیک وقت پر مسجد تشریف لے آتے بلکہ نماز سے چند منٹ پہلے آ کر مسجد فضل میں پہلی صف میں دائیں کونے میں کرسی پر بیٹھ جاتے اور نماز شروع ہونے تک ذکر الٰہی میں مصروف رہتے۔ اگر دوست کم ہوتے تو نماز شروع ہونے کے وقت آپ اپنی کرسی خود اُٹھا کر صف کے کنارے پر رکھ لیتے اور نماز میں شامل ہو جاتے۔

بعض اوقات حضرت چوہدری صاحبؓ کے آنے میں کچھ تاخیر بھی ہو جاتی۔ اس صورت میں ہم سب آپ کے آنے کا انتظار کرتے اور آپ کے آنے پر نماز پڑھی جاتی۔ ایک روز ایک بے تکلف دوست نے چوہدری صاحبؓ سے یہ سوال کر دیا کہ چوہدری صاحب! آپ تو وقت کے بہت پابند ہیں اور پابندیٔ وقت میں آپ کی مثال بیان کی جاتی ہے لیکن یہ کیا بات ہے کہ بعض اوقات آپ نماز کے لئے دیر سے آتے ہیں؟ حضرت چوہدری اس سوال سے ناراض نہیں ہوئے بلکہ اپنی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ فرمایا: بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو معاف کر دیتا ہے لیکن دنیا کے لوگ معاف نہیں کرتے!

کفایت اور بچت کی خوبی

اب میں حضرت چوہدری صاحبؓ کی زندگی کا ایک اور نادر پہلو بیان کرنے لگا ہوں جس کو خود میں نے بارہا دیکھا اور آپ کے اکثر دوست احباب بھی اس کے چشم دید گواہ ہوں گے۔ اس کا تعلق کفایت اور بچت کی خوبی سے ہے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جب نہانے کے صابن کی ٹکیہ چھوٹی رہ جاتی ہے جس کو پنجابی زبان میں چبّر کہتے ہیں تو قریباً سب لوگ ہی اس کو بیکار سمجھتے ہوئے پھینک دیتے ہیں لیکن چوہدری صاحبؓ کا طریق یہ تھا کہ آپ اس چبّر کو اور صابن کی نئی ٹکیہ کو پانی لگا کر دونوں ہاتھوں سے دبا کر جوڑ لیتے اور پھر اس صابن کو استعمال کرتے۔ اگر کوئی اس بات پر کچھ تعجب یا حیرت کا اظہار کرتا تو آپ یہ سیدھی سادھی دلیل دیتے کہ جس چبّر سے کل تک تم نہاتے ہوئے کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے تو آج کیوں اسے استعمال کرتے ہوئے تمہیں شرم آتی ہے۔ میں نے خود کئی بار آپ کو (بعض صورتوں میں) دو رنگ کے صابنوں کو بھی جوڑتے ہوئے دیکھا ہے۔

اس تناظر میں ہونے والا ایک واقعہ بہت ہی دلچسپ ہے۔ ایک روز حضرت چوہدری صاحبؓ نماز ظہر کے لئے مسجد فضل تشریف لائے تو آپ نے بالکل نئے سلیپر پہنے ہوئے تھے جو آپ کے پاؤں میں بہت اچھے لگ رہے تھے۔ نماز سے فارغ ہو کر جاتے ہوئے جب آپ نے وہ سلیپر پہنے تو ایک بہت بے تکلّف دوست نے ان سلیپروں کو بہت حیرت سے دیکھا اور ایک خاص انداز میں کہنے لگے: ''چوہدری صاحبؓ! یہ تو نئے سلیپر ہیں!'' چوہدری صاحبؓ ان کے اس تبصرہ کو خوب سمجھ گئے اور مسکراتے ہوئے فرمایا: ''نئے صابن سے پُرانا صابن تو جوڑا جا سکتا ہے لیکن نئے سلیپر کے ساتھ پُرانا سلیپر نہیں جُڑ سکتا!''

سادہ طرزِ زندگی

ایک دفعہ حضرت چوہدری صاحبؓ نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں دوپہر کے کھانے کے لئے کسی قریبی سادہ سے ریسٹورنٹ جانا چاہتا ہوں۔ میں نے آپ کی خواہش کے مطابق مناسب جگہ تلاش کر لی جو مسجد سے قریب ہی گیرٹ لین پر تھی۔ ایک روز نماز کے بعد ہم دونوں پیدل روانہ ہوئے اور چند منٹوں میں منزل پر پہنچ گئے۔ یہ چھوٹا سا ریسٹورنٹ بہت صاف ستھرا تھا۔ چوہدری صاحبؓ کو پسند آیا۔ آپ تشریف فرما ہوئے تو میں نے کاؤنٹر پر جا کر ریسٹورنٹ کے مالک کو حضرت چوہدری صاحبؓ کا تعارف بھی کروا دیا اور کھانے کا آرڈر بھی دے دیا۔ فرائی کی ہوئی مچھلی چوہدری صاحبؓ کو بہت مرغوب تھی۔ مالک نے بڑے اہتمام سے مچھلی فرائی کی اور لوازمات کے ساتھ بہت ادب سے پیش کی۔ چوہدری صاحب کو کھانا بہت پسند آیا اور آپ نے شوق سے تناول فرمایا۔ واپس آنے لگے تو ریسٹورنٹ کے مالک نے آپ کا شکریہ بھی ادا کیا اور پرتپاک انداز میں الوداع کہا۔ چوہدری صاحبؓ کو یہ سارا انتظام بہت پسند آیا جو آپ کی سادگی اور بے تکلّفی کا شاندار نمونہ تھا۔ واپس بھی ہم دونوں پیدل آئے۔ راستہ میں حضرت چوہدری صاحب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کھانا بہت مزیدار تھا۔ اللہ تعالیٰ نے موقعہ دیا تو پھر کبھی یہاں آئیں گے۔ لیکن پھر ایسا موقعہ نہ بن سکا۔

حضرت چوہدری صاحبؓ کو اردو بولتے وقت جگہ جگہ انگریزی الفاظ ملانے کی عادت نہ تھی۔ آپ حتی الامکان خود اس کا اہتمام فرماتے اور دوسروں کو اس کی تلقین فرماتے۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ ایک نوجوان نے آپ سے بات کرتے ہوئے یہی طریق اختیار کیا۔ جب اس نے اردو انگریزی کو ملا جلا کر بات کی تو چوہدری صاحبؓ

نے اسے بڑے خوبصورت انداز میں سمجھایا۔ فرمایا: دیکھو! مجھے اردو بھی آتی ہے اور انگریزی بھی۔ تم جس زبان میں بات کرنا چاہتے ہو بڑے شوق سے کرو لیکن دونوں زبانوں کو خلط ملط نہ کرو۔ میں نے دیکھا کہ سننے والوں پر وقتی طور آپ کی نصیحت کا اثر تو ضرور ہوتا لیکن جلد ہی ان کی پختہ عادت ان پر غالب آجاتی۔ مگر چوہدری صاحب اصلاح کے اس جہاد کا علَم ہمیشہ بلند رکھتے۔

ایک یادگار دعوت

ایک دفعہ ایک احمدی دوست نے جن کی رہائش لندن سے باہر ایک مضافاتی بستی میں تھی، حضرت چوہدری صاحبؓ کو اپنے ہاں کھانے کی دعوت پر مدعو کیا۔ چوہدری صاحبؓ عام طور پر رات گئے تک دعوتوں کے سلسلہ کو پسند نہیں فرماتے تھے کیونکہ اس سے سونے اور جاگنے کے اوقات پر اثر پڑتا تھا۔ تاہم اس دوست کے پُرخلوص اصرار پر آپ رضامند ہو گئے۔ ان دنوں جماعت کی طرف سے یہ تحریک جاری تھی کہ گھر پر دعوتوں کے موقع پر ایک یا دو زیر تبلیغ دوستوں کو ضرور بُلا لیا جائے تا کہ دعوت الی اللہ کا فریضہ بھی ساتھ ساتھ ادا ہوتا رہے۔ اس روز بھی میزبان نے اپنے ایک انگریز نوجوان دوست کو بُلایا ہوا تھا۔ ان کو چوہدری صاحبؓ کے ساتھ بٹھایا گیا اور سارا وقت تعارف واسلام احمدیت کے حوالہ سے ٹھوس بات چیت کا سلسلہ جاری رہا۔ جب کھانے اور دعا کے بعد چلنے کا وقت آیا تو میزبان دوست نے خواہش کی کہ چوہدری صاحبؓ کے ساتھ سب کی ایک اجتماعی تصویر ہو جائے۔ چوہدری صاحبؓ تصویر کھنچوانے کے شوقین نہ تھے جب بھی کوئی آپ کے ساتھ تصویر کھنچوانے کی خواہش کرتا تو آپ اکثر یہی فرماتے تھے کہ میں کھڑا ہوں یا بیٹھا ہوا ہوں۔ تم نے فوٹو کھینچنی ہے تو کھینچ لو۔ میں تکلّفات کا قائل نہیں ہوں۔

اس روز صورت یہ تھی کہ وقت کافی ہو چکا تھا اور ابھی لندن واپسی کا سفر بھی تھا۔ آپ چاہتے تھے کہ جلد از جلد روانگی ہو۔ صاحب خانہ کے اصرار پر تصویر کے لئے راضی تو ہو گئے لیکن بہت جلدی میں تھے۔ سب دوست چوہدری صاحبؓ کے گرد جمع ہو گئے۔ سب نے ٹوپیاں پہنی ہوئی تھیں سوائے اس انگریز مہمان کے۔ فوٹو کے بعد اُس مہمان کو احساس ہوا کہ صرف میں ہی ننگے سر ہوں۔ مجھے بھی ٹوپی کے ساتھ تصویر بنوانی چاہیے۔ اس نے اِس خواہش کا اظہار کیا تو حضرت چوہدری صاحبؓ اکرامِ ضیف کی وجہ سے انکار نہ کر سکے۔ اب اس مہمان کے لئے مناسب ٹوپی کی تلاش شروع ہوئی۔ ٹوپی سر پر رکھی۔ یہ اس بیچارے کے لئے پہلا تجربہ تھا۔ پہلے تو آئینہ کے سامنے کھڑے ہو کر دیکھا اور پھر صاحبِ خانہ سے پوچھنے لگے کہ کیا یہ اچھی لگتی ہے۔ آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ سارا وقت چوہدری صاحبؓ کو بہت ہی طویل لگ رہا تھا۔ بالآخر جب وہ انگریز نوجوان ٹوپی ٹھیک ٹھاک کرنے کے بعد چوہدری صاحبؓ کے ساتھ کھڑا ہوا تو چوہدری صاحبؓ نے اس نوجوان کو ایک ہی جامع فقرہ میں ساری بات سمجھا دی آپ نے بڑے مشفقانہ انداز میں فرمایا:

LOOK YOUNG MAN! DON'T WORRY ABOUT YOUR CAP .WHAT IS UNDER THE CAP THAT MATTERS!

اس برجستہ نصیحت سے سب بہت لطف واندوز ہوئے اور مہمان دوست نے بھی اس کو بڑے اچھے رنگ میں لیا۔

اندازِ خطابت



حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کو اللہ تعالیٰ نے ایک پُر تاثیر زبان عطا کی تھی۔ دنیا کے بڑے بڑے ایوانوں میں آپ نے پُرزور خطابات فرمائے اور اپنی خداداد ذہانت وفراست اور قوت استدلال کا لوہا منوایا۔ انگریزی زبان پر آپ کو بہت عبور حاصل تھا۔ بات کرنے کا انداز بہت موثر ہوتا اور سننے والوں کے دل پر نیک اثر ہوتا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت چوہدری صاحبؓ کو یہ ارشاد بھی فرمایا ہوا تھا کہ وہ ہالینڈ میں قیام کے دوران ہر ماہ ایک بار لندن آکر جماعت کی تربیت کے لئے کچھ وقت دیا کریں۔ چنانچہ آپ تشریف لاتے، تربیتی اور تعلیمی کلاس بھی ہوتی اور ایک خطبہ جمعہ بھی۔ یہ خطبہ بالعموم انگریزی زبان میں ہوتا۔ احباب اور بالخصوص نوجوان خدّام اس سے بھر پُور استفادہ کرتے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک بار آپ خطبہ جمعہ کے لئے کھڑے ہوئے تو ابتدا میں فرمایا کہ میں عام طور پر تو خطبہ جمعہ انگریزی میں بیان کرتا ہوں لیکن آج میں خطبہ اردو میں دوں گا۔ وجہ یہ بتائی کہ جو خاص بات میں احباب جماعت کے ذہن نشین کروانا چاہتا ہوں وہ بات میں انگریزی میں بیان نہ کر سکوں گا۔ یہ آپ کی عاجزی اور انکساری کی ایک مثال ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو انگریزی زبان میں یدِطولیٰ عطا فرمایا تھا۔ غالبًا ایک وجہ یہ بھی ہوگی کہ انگریزی میں الفاظ کا ذخیرہ اتنا وسیع نہیں جتنا عربی یا اردو میں ہے۔ حضرت چوہدری صاحبؓ کئی بار ہلکے پھلکے انداز میں یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ انگریزی روحانیت کی زبان نہیں اور بہت سے ایسے روحانی معارف اور دقیق مضامین ہیں جن کے بیان کے لئے انگریزی میں مناسب اور صحیح الفاظ نہیں ملتے۔

حضرت چوہدری صاحبؓ کی مجالس بہت مفید اور پُرلطف ہوتی تھیں۔ علمی نکات، معرفت کی باتیں اور موقع کی مناسبت سے ہلکے پھلکے لطائف اور واقعات بھی بیان فرماتے اور بڑے پُرلطف انداز میں۔ ایک بار چوہدری صاحبؓ نے بتایا کہ انہیں مشرقی افریقہ کے سفر میں نیروبی جانے کا اتفاق ہوا۔ آپ کو دعوت ملی کہ وہاں کی

پنجابی ادبی انجمن کے اجلاس میں شامل ہوں اور تقریر بھی کریں۔ چوہدری صاحبؓ نے بیان فرمایا کہ اس دعوت پر جاتے ہوئے مجھے خیال آیا کہ یہ لوگ ہیں تو پنجابی لیکن انگریزی کی چھاپ سے آزاد نہ ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس پنجابی ادبی انجمن کے اجلاس میں ہر مقرر نے انگریزی میں تقریر کی۔ آپ نے فرمایا کہ جب آخر میں میری باری آئی اور میں نے تقریر کا آغاز پنجابی زبان میں کیا تو حاظرین کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔ چوہدری صاحبؓ نے ٹھیٹھ پنجابی زبان میں اپنا پُرلطف خطاب مکمل کیا تو ایک سکھ دوست نے برملا کہا کہ ''اج تے سواد آ گیا!''

بیان کردہ ایک لطیفہ

حضرت چوہدری صاحبؓ کا بیان کردہ ایک دلچسپ واقعہ ذہن میں آیا ہے وہ بھی بیان کر دیتا ہوں۔ چوہدری صاحبؓ ایک موقعہ پر جب تاشقند تشریف لے گئے تو وہاں کے مسلمانوں نے آپ کو دعوت پر مدعو کیا۔ مدعوین میں مفتی تاشقند بھی تھے جو بہت عظیم الجثہ تھے۔ کھانا شروع ہوا تو بعض شرکاء نے محسوس کیا کہ مفتی صاحب موصوف تو میدانِ ضیافت کے بڑے تیز رفتار شاہسوار ہیں۔ اس تیزی کو دیکھ کر حاضرین ضیافت میں سے کسی نے طنزاً مفتی صاحب سے مسئلہ کے رنگ میں دریافت کیا کہ جناب مفتی صاحب! یہ ارشاد فرمائیں کہ جب یہ کہنا ہو کہ فلاں شخص پوری طرح سیر ہو گیا ہے تو یہ کون سا موقع ہوتا ہے؟ یا کیسے اس بات کا پتہ لگ سکتا ہے کہ کوئی شخص واقعی اب سیر ہو گیا ہے؟ مفتی صاحب بڑے تجربہ کار اور جہاں دیدہ انسان تھے۔ طنزیہ سوال کا اشارہ خوب سمجھ گئے اور بڑے اعتماد سے جواب دیا کہ اس بارہ میں لوگوں کے اپنے اپنے تجربات ہو سکتے ہیں۔ میں تو اپنے طویل تجربہ کی روشنی میں یہ سمجھتا ہوں کہ کسی شخص کے بارہ میں سیر ہونے کا لفظ صرف اس وقت استعمال کیا جا سکتا ہے جب یا تو اس کے سامنے کا کھانا پوری طرح ختم ہو جائے یا وہ خود ختم ہو جائے! چوہدری صاحب یہ واقعہ کچھ اس دلچسپ انداز میں بیان فرماتے کہ ہر بار سننے کا ایک نیا لُطف آتا تھا۔

باقاعدگی

حضرت چوہدری صاحبؓ کی زندگی کا ایک عنوان باقاعدگی تھا۔ ہر کام بہت سلیقہ سے اور خوبصورت انداز میں کرتے۔ آپ کا دستخط کرنے کا انداز بھی بہت منفرد تھا۔ بہت آہستگی اور عمدگی سے دستخط کرتے جس کو دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا کہ اس شخص کی ساری زندگی بھی اسی خوبی اور عمدگی سے بسر ہو رہی ہے۔ ہالینڈ سے جب اختتام ہفتہ پر آپ لندن آتے تو آپ کا معمول یہ تھا عالمی عدالتِ انصاف میں اپنے دفتر سے چلتے ہوئے ایک بہت مختصر سا فون کرتے اور سلام کے بعد فرماتے: راشد صاحب! میں روانہ ہونے لگا ہوں۔ آپ بھی روانہ ہو جائیں، یہ فون سن کر میں بالعموم اسی وقت یا چند منٹ بعد مطار کے لئے روانہ ہو جاتا۔ میرے وہاں پہنچتے ہی آپ اپنا مختصر ترین بریف کیس اٹھائے باہر تشریف لے آتے اور بعض اوقات تو یوں ہوتا کہ میرے مطار پر پہنچنے سے پہلے ہی چوہدری صاحبؓ تشریف لا کر انتظار فرما رہے ہوتے۔ مطار سے آتے یا جاتے وقت چوہدری صاحب کا دل پسند راستہ رچمنڈ پارک ہوا کرتا تھا۔ یہ ایک قدرتی طرز کا خوبصورت اور پُرفضا پارک ہے جو مسجد فضل سے زیادہ دور بھی نہیں اور مطار کے راستہ میں واقعہ ہے۔ چوہدری صاحبؓ کو اس رچمنڈ پارک سے گزرنا بہت مرغوب تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ اس پارک کی تازہ ہوا اور پارک میں آزادانہ گھومنے پھرنے والے ہزاروں ہرنوں اور بارہ سنگوں کا نظارہ بہت اچھا لگتا ہے۔ سیر بھی ہو جاتی ہے اور سفر بھی طے ہو جاتا ہے۔

بے تکلف اندازِ گفتگو

حضرت چوہدری صاحبؓ کے ساتھ بے تکلف گفتگو کی مجالس بھی کیا عجب مجالس تھیں۔ بہت شفقت سے محبت بھری گفتگو فرماتے۔ آپ کی باتوں میں دینی اور روحانی امور کا تذکرہ بھی ہوتا، پُرمغز علمی گفتگو بھی ہوتی۔ اپنے ذاتی واقعات بھی بیان فرماتے جو بہت نصیحت آموز اور معلوماتی ہوتے۔ لطائف بھی سناتے۔ واقعات بیان کرتے ہوئے ان کی معین تفصیلات حیرت انگیز وضاحت سے بیان فرماتے۔ تاریخ، دن، مقام، جہاز اور موسم تک کا ذکر ہوتا۔ آج بھی سوچ کر حیران ہوتا ہوں کہ آپ یہ سب تفاصیل کس طرح یاد رکھتے تھے۔ کئی واقعات مختلف مجالس میں بیان فرماتے تو ان میں کبھی اعادہ بھی ہو جاتا لیکن تفاصیل میں تضاد نہ ہوتا۔ آپ کی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ آپ کسی کے سوال پوچھنے پر ناراض نہ ہوا کرتے تھے بلکہ موقع کے مطابق اس کا مختصر یا مفصل جواب بہت خوش دلی سے دیتے۔

مجھے یاد ہے کہ ایک روز جبکہ ہم دونوں ہی کھانے کی میز پر بیٹھے تھے تو اچانک میرے ذہن میں ایک عجیب سوال آیا اور میں نے فوراً ہی پوچھ لیا۔ میں نے عرض کیا کہ چوہدری صاحبؓ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت نوازا ہے۔ بہت علوم عطا کئے ہیں۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپ کو کیا نہیں آتا! میرا یہ سوال سن کر حضرت چوہدری صاحبؓ مسکرائے اور فرمایا کہ آپ نے خوب سوال سوچا ہے۔ ایسا سوال اس سے پہلے کسی نے مجھ سے نہیں پوچھا۔

ذرا سا توقف کرنے کے بعد فرمایا کہ آپ کی یہ بات بالکل سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اس عاجز ناچیز کو بہت نوازا ہے اور میرے وجود کا ذرہ ذرہ ہمیشہ اس کے حضور شکر گزاری میں جھکا رہتا ہے۔ لیکن چند باتیں ایسی بھی ہیں جو مجھے نہیں آتیں۔ ان میں سے ایک تو ڈرائیونگ ہے اور دوسری ٹائپنگ ہے۔ ان دو باتوں کا

آپ نے جلدی سے ذکر فرمایا اور ساتھ ہی فوراً یہ بھی فرمایا کہ میرے مولا کا مجھ پر یہ احسان ہے کہ ان دونوں باتوں کے نہ جاننے کے باوجود مجھے ساری زندگی کبھی کوئی دقّت یا کام میں روک پیدا نہیں ہوئی۔ پھر بڑی تفصیل سے بیان فرمایا کہ میری زندگی سفروں میں گزری اور گزر رہی ہے جب بھی، جہاں بھی، مجھے کسی جگہ جانے کی ضرورت پڑی تو میرے مولا نے اپنے اس بندہ کو نہ صرف کار مہیا فرما دی بلکہ اس کے ساتھ ڈرائیور بھی۔ مجھے ڈرائیونگ نہ جاننے کی وجہ سے کبھی بھی کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ پھر فرمایا کہ اسی طرح مجھے ساری زندگی لکھنے لکھانے کا کام رہا اور یہ میری زندگی کی اہم ترین مصروفیت رہی ہے۔ میرے مولا نے مجھ پر یہ فضل کیا اور اس کا یہ سلسلہ آج تک جاری ہے کہ جب بھی میں نے کوئی خط یا مضمون ٹائپ کروانا ہوتا تو نہ صرف مجھے کوئی نہ کوئی ٹائپسٹ مل جاتا بلکہ اکثر صورتوں میں تو پوری دفتری سہولیات میسر آجاتیں اور میری ہر ضرورت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بغیر کسی دقّت کے پُوری ہوتی رہی اور آج بھی میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ محبت بھرا سلوک جاری ہے۔ میں نے محسوس کیا کہ یہ سب کچھ بیان کرتے وقت آپ کی آواز بار بار بھرّ اجاتی اور آپ جذباتِ شکر سے مغلوب ہو کر آبدیدہ ہو جاتے!

سیرت کے مخفی گوشے

اب میں حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کی سیرت کا ایک ایسا پہلو بیان کرنا چاہتا ہوں جس سے شاید بہت ہی کم لوگ واقف ہوں۔ میں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان باتوں کا چشم دید گواہ ہوں۔ یہ واقعات زیادہ تر 1971 اور 1972 کے ہیں۔ حضرت چوہدری صاحبؓ کا قیام ایک مختصر سے فلیٹ میں ہوتا تھا جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ میرا قیام اسی منزل پر ساتھ والے دوسرے فلیٹ میں تھا (میری فیملی پاکستان میں تھی)۔ پروگرام کچھ اس طرح طے کیا ہوا تھا کہ چوہدری صاحب ایک معین وقت پر درمیانی دروازہ سے تشریف لائیں گے اور پھر ہم ایک ہی میز پر اکٹھے ناشتہ بھی کریں گے۔ میں مقررہ وقت سے ذرا پہلے درمیانی دروازے کو کھول دیتا اور چوہدری صاحبؓ رات کے گاؤن میں ملبوس عین وقت پر تشریف لے آتے۔ میں نے بھی گاؤن پہنا ہوتا۔ ہم دونوں کچن میں جا کر ناشتہ کی تیاری میں مصروف ہو جاتے۔

یہاں یہ ذکر کر دوں کہ پہلے روز ہی میں نے نہایت ادب سے اور پُرزور اصرار سے یہ درخواست کی کہ ناشتہ کی تیاری کی خدمت میرے سپرد رہنے دیں۔ یہ بات میرے لئے بہت باعث برکت وسعادت ہوگی۔ آپ تشریف رکھیں اور میں ناشتہ تیار کر کے آپ کے سامنے لے آوں گا لیکن حضرت چوہدری صاحبؓ نے بڑی قطعیت سے فرمایا کہ نہیں ایسے نہیں بلکہ میں بھی ناشتہ کی تیاری میں پوری طرح شامل ہوں گا۔ میرے لئے اس ارشاد کو ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ چنانچہ حضرت چوہدری صاحبؓ میرے ساتھ ناشتہ کی تیاری میں بھر پُور شامل ہوتے پھر کپ، پرچیں، اور پلیٹیں وغیرہ اٹھا کر ساتھ والے کمرے میں لے جاتے۔ وہاں ہم دونوں مل کر ناشتہ کرتے۔ بعد میں میرے اصرار کے باوجود آپ برتن دھونے میں بھی میرے ساتھ شریک ہوتے۔ یہ لمحات میرے لئے بہت مشکل ضرور ہوتے لیکن الامر فوق الادب کے مطابق کچھ اور ممکن نہ تھا۔

قصہ ایک مالٹے کا

ایک روز بہت دلچسپ واقعہ ہوا۔ میں بازار گیا تو ایک دوکان پر کافی بڑے سائز کے خوشنما مالٹے نظر آئے۔ میں نے خرید لئے اور ناشتہ کی میز پر رکھ دیئے۔ اگلے روز حسب معمول حضرت چوہدری صاحبؓ تشریف لائے تو ناشتہ شروع کرنے سے پہلے آپ نے ایک مالٹا اپنے ہاتھ میں لیا اور مجھ سے دریافت فرمایا: راشد صاحب! کیا آپ آدھا مالٹا کھائیں گے؟ میں نے نا سمجھی اور ایک گونا بے تکلفی سے کہہ دیا کہ نہیں۔ اس پر چوہدری صاحبؓ نے یہ کہتے ہوئے مالٹا واپس رکھ دیا کہ پھر میں بھی نہیں کھاتا کیونکہ اس طرح باقی آدھا مالٹا ضائع ہو جائے گا۔ وجہ دراصل یہ تھی کہ چوہدری صاحبؓ کو شوگر کے مرض کی وجہ سے ڈاکٹری ہدایت یہ تھی کہ ایک چھوٹا مالٹا صبح کے وقت کھا سکتے ہیں یا مالٹا بڑا ہو تو اس کا نصف کھا لیا کریں۔ مجھے اس ہدایت کا علم نہ تھا۔ بہر حال اس روز تو لاعلمی میں یہ غلطی ہو گئی۔ اگلے روز ناشتہ پر چوہدری صاحبؓ نے پھر ایک مالٹا اٹھا کر بالکل وہی بات دہرائی تو میں نے فوراً کہا کہ جی ضرور کھاؤں گا۔ فرمایا کہ اچھا پھر اس مالٹے کو کاٹ لیتے ہیں آدھا خود لیا اور آدھا مجھے دے دیا۔ مجھے آپ کے ہاتھ سے آدھا مالٹا بھی مل گیا اور ایک مستقل سبق بھی!

ڈاکٹری ہدایات کی پابندی

جس دور میں میں نے حضرت چوہدری صاحبؓ کو دیکھا آپ کی غذا بہت تھوڑی اور منتخب ہوا کرتی تھی۔ آپ کو شوگر کا عارضہ تھا جو کم وبیش چالیس سال تک لاحق رہا لیکن آپ علاج کے سلسلہ میں ڈاکٹری ہدایات کی بہت سختی سے پابندی کرنے والے تھے۔ پُوری پُوری احتیاط فرماتے اور کسی کے زور دینے پر بھی ہدایت کے بر خلاف کوئی چیز استعمال نہ کرتے تھے۔ یہی آپ کی صحت کا راز تھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو لمبی اور فعال زندگی سے نوازا۔ آپ کے ڈسپلن اور ڈاکٹری ہدایات کی سختی سے پابندی کو دیکھتے ہوئے آپ کے بعض بے تکلف ساتھی یہ تبصرہ بھی کر جاتے کہ چوہدری صاحبؓ کو شوگر نہیں ہوئی بلکہ چوہدری صاحبؓ شوگر کو ہو گئے ہیں! یہ تبصرہ بعض اوقات آپ کے کانوں میں بھی پڑ جاتا۔ یہ سن کر آپ کے چہرہ پر ایک ہلکی اور باوقار

مسکراہٹ پھیل جاتی لیکن آپ کے طریق عمل میں کوئی فرق نہ آتا۔

خلیفہ اوّل کی نصیحت



آپ کو گرم دودھ میں COCOA پاؤڈر ڈال کر پینا بہت مرغوب تھا۔اس کی وجہ آپ یہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ جب میں پہلی بار یورپ کے لئے روانہ ہونے والا تھا تو میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی خدمتِ اقدس میں ملاقات، دعا اور عمومی راہنمائی کے لئے حاضر ہوا۔اس موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ نے آپ کو جو نصائح فرمائیں ان میں سے ایک کوکو کے استعمال کے بارہ میں تھی۔آپؓ نے فرمایا کہ تم انگلستان جا رہے ہو جو ایک سرد ملک ہے۔لوگوں کا خیال ہے کہ وہاں کی سردی سے محفوظ رہنے کے لئے شراب پینے کی ضرورت پڑتی ہے۔ہم طبیب ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ یہ بات بالکل غلط ہے۔فرمایا کہ اگر تمہیں سردی کا دفاع کرنے کی ضرورت محسوس ہو تو کوکو استعمال کرنا۔اس میں غذائیت بھی ہے اور سردی کے بداثرات سے بھی بچاتی ہے۔یہ نصیحت ہمیشہ آپ نے یاد رکھی اور اس سے بہت فائدہ اٹھایا۔

ناشتہ خود بنایا

ایک روز آپ ناشتہ کے لئے تشریف لائے تو فرمایا آج میں چاہتا ہوں کہ سارے کا سارا ناشتہ خود تیار کروں۔میں نے عرض کیا کہ آپ کی یہ خواہش ہے تو ضرور بنائیں۔چنانچہ چوہدری صاحبؓ نے دودھ گرم کرنے والے برتن میں دودھ ڈالا۔پھر ایک ڈبل روٹی لے کر اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کئے اور دودھ میں ڈال دیئے۔پھر اس میں دو انڈے توڑ کر ڈالے اور آخر میں حسب پسند شہد ڈالا اور ان سب چیزوں کو اچھی طرح پکالیا۔آج بھی یہ بات لکھتے ہوئے یہ نظارہ میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ چوہدری صاحبؓ نے ہاتھ میں ایک چمچ پکڑا ہوا ہے اور اس کو آہستہ آہستہ برتن میں ہلا رہے ہیں کہ کہیں کھانا نیچے نہ لگ جائے۔چند منٹوں میں حلوہ کی طرح کا کھانا تیار ہو گیا اور پھر ہم دونوں نے مل کر ایک ہی برتن سے کھایا۔واقعی کھانا بہت مزیدار تھا۔

ایک برتن سے ناشتہ

ایک روز بڑا ہی دلچسپ واقعہ ہوا۔حضرت چوہدری صاحبؓ اور میں کچن میں ناشتہ تیار کر رہے تھے۔جب میں نے انڈے فرائی کر لئے اور ان کو ایک پلیٹ میں ڈالنے لگا تو چوہدری صاحبؓ جو میرے بائیں طرف ساتھ ہی کھڑے یہ سب دیکھ رہے تھے آپ نے میرا بازو کہنی کے اُوپر سے پکڑا اور فرمایا: راشد صاحب! کیا کرنے لگے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ انڈے فرائی ہو گئے ہیں ان کو پلیٹ میں ڈالنے لگا ہوں تا کہ دوسرے کمرے میں جا کر ہم ان سے ناشتہ کریں۔آپ نے فرمایا: لیکن اس پلیٹ کو دھونا کس نے ہے؟ میں نے عرض کی کہ خود ہی دھونا ہے اس پر آپ نے فرمایا: پلیٹ کو جو دھونا ہے تو کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ ہم فرائینگ پین (FRYING PAN) میں سے ہی انڈا کھالیں! میں نے عرض کیا کہ جیسے آپ پسند فرمائیں۔چنانچہ میں وہ فرائینگ پین اسی طرح اُٹھا کر ڈائننگ روم (DINING ROOM) میں لے آیا اور یوں یہ سعادت ایک بار پھر میرے حصہ میں آئی کہ میں حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے ایک بزرگ صحابی کے ساتھ ایک ہی برتن سے ناشتہ کیا۔

بھرپور زندگی

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حضرت چوہدری صاحبؓ نے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے سایہ نہایت کامیاب، بھرپور اور مصروف زندگی گزاری۔دنیاوی اور سیاسی مصروفیات میں بھی دینی پہلو کو ہمیشہ مقدم رکھتے۔نمازوں کی بروقت ادائیگی کا غیر معمولی تعہد سے اہتمام فرماتے۔وقت سے بھرپور فائدہ اُٹھاتے۔ذکر الٰہی سے اپنے اوقات کو سجاتے۔آپ نے زندگی بھر قلمی اور لسانی جہاد کیا۔قرآن مجید کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا جو بہت مقبول ہوا۔متعدد کتب تصنیف کیں۔حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ اور اپنی والدہ ماجدہ مرحومہ کے بارہ میں نہایت ایمان افروز کتب لکھیں۔اپنے سوانح حیات بھی انتہائی عاجزی اور خاکساری کے انداز میں نہایت تفصیل سے لکھے۔حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی تحریرات کا بھی انگریزی میں ترجمہ کیا۔زندگی کے آخری سالوں میں تو آپ نے دنیاوی مناصب سے معذرت کرتے ہوئے اپنے آپ کو کلیۃً دینی خدمات کے لئے وقف کر دیا تھا اور یہ سلسلہ زندگی کے آخر تک جاری رہا۔آپ کی یہ خدمات ایک مستقل صدقہ جاریہ کا حکم رکھتی ہیں۔جن دنوں آپ تالیف وتصنیف اور ترجمہ کے کاموں میں مصروف تھے اور آپ کا بیشتر وقت اسی کام میں صرف ہوتا تھا۔آپ بیان فرمایا کرتے تھے کہ میں دن بھر کام میں مصروف رہتا۔رات کو بھی دیر تک اس کا سلسلہ جاری رہتا اور بالآخر جب تھک کر سونے کا ارادہ کرتا ہوں تو میں اپنا قلم رکھ دیتا ہوں اور اپنے آپ سے یوں مخاطب ہوتا ہوں: ''ظفر اللہ خان! اب تُو بہت تھک گیا ہے۔اب تو کچھ آرام کر لے۔آج تمہیں اللہ تعالیٰ نے جو ہمت دی اس کے مطابق تو نے کام کر لیا۔اب سو جاؤ۔اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں مزید مہلت دی تو باقی کام کل کر لینا۔فرمایا کرتے تھے کہ یہ کہتے ہوئے میں بستر پر دراز ہو جاتا ہوں۔کیا ہی صوفیانہ اور ایمان افروز انداز ہے سونے کا!

ایک فارسی مصرعہ آپ بہت کثرت سے اپنی گفتگو میں استعمال فرمایا کرتے تھے کہ،،کارِدنیا کسے تمام نکرد، کہ دنیا کے کام تو اتنے ہیں کہ کبھی بھی کسی نے سب کام مکمل نہیں کئے ۔ یہ بات بالکل درست ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے حضرت چوہدری صاحبؓ نے وقت کو بھر پُور طور پر استعمال کرنے اور نفع رساں کاموں میں خرچ کرنے میں ایک قابلِ تقلید مثال قائم کی ہے۔آپ زندگی کے ہر دن کو اور وقت کے ہر لمحہ کو اللہ تعالیٰ کی نعمت یقین کرتے اور بہترین رنگ میں صرف کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ۔ اس مضمون کا ذکر کرتے ہوئے آپ اکثر اوقات ''مہلت'' کا لفظ استعمال فرماتے جو اس عارفانہ بیان میں خوب سجتا تھا۔سونے کے حوالہ سے ایک اور بات یاد آئی۔حضرت چوہدری صاحبؓ کی گفتگو میں شکرِ نعمت کا مضمون بہت کثرت سے آتا تھا سونے کے حوالہ سے آپ بارہا ذکر فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر جو بے شمار احسانات فرمائے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ سر تکیہ پر رکھتے ہی مجھے نیند آ جاتی ہے ۔اور اس طرح میرا کوئی وقت ضائع نہیں جاتا۔کئی بار یہ بھی بیان فرمایا کہ جب میں کار میں سفر کر رہا ہوتا ہوں اور کار ٹریفک لائٹ پر ذرا سی دیر کے لئے رُکتی ہے تو کئی بار اتنی دیر میں بھی میری آنکھ لگ جاتی ہے اور کار چلنے پر بیدار ہو جاتا ہوں۔

سفرِ آخرت کا بیان

اب مضمون کے آخر میں میں حضرت چوہدری صاحبؓ سے اپنی دو آخری ملاقاتوں کا ذکر کرتا ہوں ۔ایک آپ کی زندگی میں ہوئی اور ایک وفات کے بعد ۔جب میں 1983 میں دوسری بار لندن آیا تو اس وقت آپ لندن میں ہی قیام پذیر تھے لیکن یہ پروگرام پُوری طرح طے کر چکے تھے کہ اب میں نے اپنی زندگی کے بقیہ دن پاکستان میں گزارنے ہیں۔آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں چلتے پھرتے پاکستان جانا چاہتا ہوں تابوت میں بند ہو کر نہیں ۔میرے لندن آنے کے چند روز بعد 19 نومبر 1983 کو آپ کی پاکستان واپسی کا پروگرام بن چُکا تھا اور احباب سے الوداعی ملاقاتوں کا سلسلہ جاری تھا۔محترم چوہدری صاحب بالعموم ہر کسی سے محبت اور شفقت سے پیش آتے ۔الوداعی ملاقاتوں میں تو یہ کیفیت اور بھی نمایاں تھی ۔ بڑی عمر کے احبابِ جماعت اور نوجوانوں کے علاوہ بچوں سے بھی بہت شفقت سے پیش آتے تھے ۔لیکن عام طور پر بچوں کو گود میں بٹھانے کی صورت میں نے نہیں دیکھی ۔ ہمارا بیٹا عزیزم عطاء المنعم راشد ان دنوں گیارہ ماہ کا تھا میں اسے اُٹھا کر چوہدری صاحبؓ سے ملوانے لے گیا کہ پھر نہ معلوم زندگی میں ایسا موقع دوبارہ مل سکے یا نہ ۔ حضرت چوہدری صاحبؓ نے اسے اُٹھا کر اپنی گود میں بٹھا لیا اور اس کی خوش قسمتی کہ وہ کچھ دیر آپ کی شفقت اور دعاؤں سے فیضیاب ہوتا رہا۔اس نادر موقع کی ایک تصویر کسی دوست نے لے لی لیکن افسوس کہ اب معلوم نہیں کہ وہ کون دوست تھے اور یہ تصویر اب کہاں ہے۔



19 نومبر 1983 کو آپ نے لندن کے مطار ہیتھرو (Heathrow) سے پی آئی اے کے ذریعہ لاہور کی پرواز پر سفر کیا۔مطار کا لفظ میں نے اس مضمون میں کئی بار خاص طور پر اس وجہ سے بھی لکھا ہے کہ حضرت چوہدری صاحبؓ ایہ ایک پسندیدہ لفظ تھا۔ائیر پورٹ کی بجائے آپ ہمیشہ مطار کا لفظ استعمال فرماتے تھے ۔آپ کو الوداع کہنے والوں میں یہ عاجز بھی شامل تھا۔اس موقعہ پر آپ سے معانقہ کی سعادت ملی جو ایک الوداعی معانقہ بن گیا ۔خوش قسمتی سے اس موقع پر لی گئی تصویر اب بھی موجود ہے۔

آپ کی وفات یکم ستمبر 1985 کو لاہور میں ہوئی۔ جماعت احمدیہ برطانیہ نے، جو چوہدری صاحبؓ مرحوم ومغفور کی از حد ممنون احسان جماعت ہے، حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی منظوری سے اس موقعہ پر تین افراد جماعت پر مشتمل ایک وفد جنازہ میں شمولیت کے لئے پاکستان بھیجا۔یہ عاجز بھی اس وفد میں شامل تھا ۔آپ کا جسدِ خاکی محترم چوہدری حمید نصر اللہ خان صاحب کے مکان میں تھا جہاں آپ کی وفات ہوئی تھی ۔تعزیت کے لئے آنے والے احبابِ جماعت و غیر از جماعت احباب کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ہم اس کمرے میں داخل ہوئے جہاں آپ کا جسدِ خاکی رکھا ہوا تھا۔سفید چادروں میں ملبوس یہ مردِ درویش ایک عجیب شان کے ساتھ آسودۂ خواب تھا۔سینہ پر کلمہ طیبہ لا الہ الاّ اللہ محمد رسول اللہ کا بیج اس وقت بھی بڑی شان سے جگمگا رہا تھا جس کی عظمت کی خاطر آپ نے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو زندگی بھر وقف کئے رکھا۔

اس نفسِ مطمئنہ کے پُر نور چہرے کے دیدار کے بعد ہم نے لاہور اور ربوہ میں دوبار آپ کی نماز جنازہ میں شمولیت کی توفیق پائی۔ بعد ازاں جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی اجازت سے آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ کے اندر قطعۂ خاص میں ہوئی تو اس موقع پر بھی اس عاجز کو تدفین میں حصّہ لینے کی سعادت نصیب ہوئی اور قبر تیار ہونے پر مٹی دی اور آخری دُعا میں بھی شریک ہوا۔حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ ایک نہایت بابرکت اور کامیاب زندگی گزار کر اس دُنیا سے رُخصت ہوئے ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے قربِ خاص میں مقام محمود عطا فرمائے۔آپؓ خود تو رُخصت ہو گئے لیکن آپؓ کی یادیں آج بھی زندہ ہیں اور ان کا نیک تذکرہ ہمیشہ جاری وساری رہے گا۔



احمدی مسلم جماعت اور ابو یحیٰی صاحب

تحریر۔ انصر رضا صاحب کینیڈا

احمدیہ مسلم جماعت کے قیام سے لے کر آج تک مختلف لوگ مختلف حیثیتوں اور مختلف بلکہ کبھی کبھی متضاد پہلوؤں سے اس کے خلاف علمی اور عملی کاوشیں کرتے آرہے ہیں جو کہ اُن کا حق ہے اور یہ حق تمام مخالفین ومنکرین کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں چار مرتبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ تو مخالفین کا منہ بند کرتا ہے بلکہ انہیں چیلنج کرتا ہے کہ سچے ہو تو اپنی برہان لاؤ اور نہ ہی انہیں اپنے بھیجے ہوئے رسول نبی کے خلاف عملی کام کرنے سے منع کرتا ہے چنانچہ فرماتا ہے

قُلْ يَا قَوْمِ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَنْ تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿136:6﴾

تُو کہہ دے اے میری قوم! تم اپنی جگہ جو کرنا ہے کرتے پھرو، میں بھی کرتا رہوں گا۔ پس تم ضرور جان لوگے کہ گھر کا (بہترین) انجام کس کے لئے ہوتا ہے۔ یقیناً ظلم کرنے والے کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے قبیلہ خزاعہ کے رئیس بُدَیل بن ورقا کو اہل مکّہ کے لئے یہی تجویز دے کر اُن کے پاس بھیجا اور فرمایا:

''ہم تو جنگ کی غرض سے نہیں آئے بلکہ صرف عمرہ کی نیّت سے آئے ہیں اور افسوس ہے کہ باوجود اس کے کہ قریش مکّہ کو جنگ کی آگ نے جلا جلا کر خاک کر رکھا ہے مگر پھر بھی یہ لوگ باز نہیں آتے اور میں ان لوگوں کے ساتھ اس سمجھوتہ کے لئے بھی تیار ہوں کہ وہ میرے خلاف جنگ بند کر کے مجھے دوسرے لوگوں کے لئے آزاد چھوڑ دیں۔ لیکن اگر انہوں نے میری اس تجویز کو بھی ردّ کر دیا اور بہرصورت جنگ کی آگ کو بھڑکائے رکھا تو مجھے بھی اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ پھر میں بھی اس مقابلہ سے اس وقت تک پیچھے نہیں ہٹوں گا کہ یا تو میری جان اس رستہ میں قربان ہو جائے اور یا خدا مجھے فتح عطا کرے۔ اگر میں ان کے مقابلہ میں آکر مٹ گیا تو قصہ ختم ہوا لیکن اگر خدا نے مجھے فتح عطا کی اور میرے لائے ہوئے دین کو غلبہ حاصل ہو گیا تو پھر مکّہ والوں کو بھی ایمان لانے میں کوئی تامّل نہیں ہونا چاہئے۔ بُدَیل بن ورقا نے یہ تجویز اہل مکّہ کے سامنے رکھی تو عروہ بن مسعود ثقفی نے بھی اس کی تائید کی اور اہل مکّہ پر زور دیا کہ انہیں رسول اللہ ﷺ کی یہ بات مان لینی چاہئے۔'' (بخاری کتاب الشروط)

مذہبی امن قائم کرنے والی یہ تجویز انجیل میں بھی بیان ہوئی ہے۔ واقعہ صلیب کے بعد جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے یروشلم میں تبلیغ کی تو وہاں کے مذہبی رہنماؤں کو بہت غصّہ آیا اور انہوں نے ان حواریوں اور ان کے مشن کو بذریعہ جبر ختم کرنے کا ارادہ کیا۔ تب گملی ایل نامی ایک عالم نے اُٹھ کر ان سے کہا:

''اے اسرائیلیو! ان آدمیوں کے ساتھ جو کچھ کیا چاہتے ہو ہوشیاری سے کرنا۔ کیونکہ ان دنوں سے پہلے تھیوداس نے اُٹھ کر دعویٰ کیا تھا کہ میں بھی کچھ ہوں اور تخمیناً چار سو آدمی اس کے ساتھ ہو گئے تھے مگر وہ مارا گیا اور جتنے اس کے ماننے والے تھے سب پراگندہ ہوئے اور مٹ گئے۔ اس شخص کے بعد یہوداہ گلیلی اسم نویسی کے دنوں میں اٹھا اور اس نے کچھ لوگ اپنی طرف کر لئے۔ وہ بھی ہلاک ہوا اور جتنے اس کے ماننے والے تھے سب پراگندہ ہو گئے۔ پس اب میں تم سے کہتا ہوں کہ ان آدمیوں سے کنارہ کرو اور ان سے کچھ کام نہ رکھو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ خدا سے بھی لڑنے والے ٹھہرو کیونکہ یہ تدبیر یا کام اگر آدمیوں کی طرف سے ہے تو آپ برباد ہو جائیگا۔ لیکن اگر خدا کی طرف سے ہے تو تم ان لوگوں کو مغلوب نہ کر سکو گے۔''

(اعمال باب۔5۔آیات 35-38)

قرآن وحدیث اور انجیل کے ان اصولوں کے مطابق مدعی نبوت کو نہ ماننے والے اگر اپنی اپنی جگہ پر اس نبی کی تعلیم کا رد کرتے رہیں اور اس کی نصیحتوں کو غلط پروپیگنڈہ قرار دیتے رہیں لیکن اس نبی کو اپنی جگہ کام کرنے دیں تو ایک وقت ایسا آجاتا ہے جب سچی بات کو فتح حاصل ہو جاتی ہے اور جھوٹ کا صفایا کر دیا جاتا ہے۔ لیکن مخالفین کے پاس چونکہ سچے نبی کے دلائل کا توڑ نہیں ہوتا اس لئے وہ جبراً اس کی آواز کو ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور فرعون کی طرح تمام تر طاقت وحکومت کے باوجود ایک چھوٹی سی جماعت سے خوفزدہ رہتے ہیں:

﴿55:26﴾ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيلُونَ ﴿56:26﴾ وَإِنَّهُمْ لَنَا لَغَائِظُونَ ﴿57:26﴾ وَإِنَّهُمْ لَنَا لَغَائِظُونَ

(یہ اعلان کرتے ہوئے کہ) یقیناً یہ لوگ ایک کم تعداد حقیر جماعت ہیں۔ اور اس

کے باوجود یہ ضرور ہمیں طیش دلا کر رہتے ہیں۔ جبکہ ہم سب یقیناً چوکس رہنے والے ہیں۔

سچے انبیاء اور ان کی جماعتوں کے ساتھ کیا جانے والا یہ سلوک جماعت احمدیہ کے ساتھ بھی کیا گیا اور نتیجہ صاف ظاہر ہے۔ افراد، گروہوں اور منظم جماعتوں سے لے کر حکومتوں تک نے ریاستی مشینری استعمال کرتے ہوئے جماعت احمدیہ کو ختم کرنے کی کوشش کی لیکن نتیجۃً خود ملیامیٹ ہوگئے۔ ہر میدان میں جماعت احمدیہ کامیابی کے جھنڈے گاڑتی رہی اور اس کے دشمن خاک چاٹتے رہے۔ اب ایک اور مردِ مجاہد ابویحیٰی کے نام سے میدان میں آیا ہے جس نے تاریخ سے سبق نہیں سیکھا اور یہ نہیں دیکھا کہ اس سے پہلے اس سے بڑے بڑے علماء احمدیہ مسلم جماعت کے مقابلہ میں آئے اور شکست پر شکست کھا کر ناکام و نامراد اپنی قبروں میں جا سوئے اور پھر ان کے بعد آنے والوں کے پاس سوائے ریاستی جبر اور طاقت کے اور کوئی حربہ نہ بچا جس سے وہ احمدیہ مسلم جماعت کو دبا سکیں لیکن جیسا کہ غالب نے کہا ہے

پاتے نہیں جب راہ تو چڑھ جاتے ہیں نالے
رُکتی ہے میری طبع تو ہوتی ہے رواں اور

وطن عزیز میں جب سنگ مقیّد اور سگ آزاد کر دیئے گئے تو پھر احمدیہ مسلم جماعت کی ترقی کا رُخ بین الاقوامی ہو گیا اور وہ ایک محدود ملک سے نکل کر چہار دانگ عالم کی طرف بڑھنے لگی اور سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ الہام بفضلہ تعالیٰ وبعونہٖ پوری شان وشوکت کے ساتھ پورا ہو گیا کہ ”میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا“ یہ نووارد مردِ مجاہد ابویحیٰی صاحب ”احمدی حضرات اور مسلمان“ کے زیرعنوان کچھ نئے کچھ پُرانے ہتھیار لے کر احمدیہ مسلم جماعت کے مقابلہ میں نکلے ہیں اور ابتداء کچھ اس طرح سے کرتے ہیں:

”میری یہ درخواست ہے کہ تمام احمدی حضرات روزِ قیامت میرے خلاف یہ گواہی دیں کہ میں نے مرزا صاحب کو نبی نہیں مانا، تاکہ میں اللہ تعالیٰ کو قرآن مجید سے اُن کے اپنے الفاظ پڑھ کر سناؤں اور عرض کروں کہ آپ نے اپنی کتاب میں کسی نئے نبی کو ماننے بغیر محمد رسول اللہ اور اُن سے پچھلے نبیوں پر ایمان ہی پر جنت کی گارنٹی دے رکھی تھی۔“

اس تحریر کو پڑھ کر کانوں میں کچھ گھنٹیاں بجیں اور یاد آیا کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق یہی توہین آمیز اور گستاخانہ عبارت سیّد ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے بھی لکھی تھی اور اپنے کفر کا الزام اللہ تعالیٰ کو دے دیا تھا۔ مودودی صاحب لکھتے ہیں:

”اب اگر بفرض محال نبوت کا دروازہ واقعی کھلا بھی ہو اور کوئی نبی آ بھی جائے تو ہم بے خوف وخطر اس کا انکار کر دیں گے۔ خطرہ ہو سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی باز پُرس ہی کا تو ہو سکتا ہے۔ وہ قیامت کے روز ہم سے پوچھے گا تو ہم یہ سارا ریکارڈ برسرِ عدالت لا کر رکھ دیں گے جس سے ثابت ہو جائے گا کہ معاذ اللہ! اس کفر کے خطرے میں تو اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سُنّت ہی نے ہمیں ڈالا تھا۔ ہمیں قطعاً کوئی اندیشہ نہیں ہے کہ اس ریکارڈ کو دیکھ کر بھی اللہ تعالیٰ ہمیں کسی نئے نبی پر ایمان نہ لانے کی سزا دے ڈالے گا۔“

(ختم نبوت صفحہ 32,31)

ایسے لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو دین سکھانے کی جسارت کرتے ہیں۔

﴿49: 17﴾ قُلْ أَتُعَلِّمُونَ اللّٰهَ بِدِينِكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

پوچھ کہ کیا تم اللہ کو اپنا دین سکھاتے ہو؟ جبکہ اللہ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھتا ہے۔

گویا نعوذ باللہ اللہ کو تو علم نہیں تھا اور نہ ہی اس نے اپنی کتاب میں ایسی کوئی بات نازل کی لیکن اب یہ لوگ ”سارا ریکارڈ“ اللہ کے سامنے رکھ کر اسے بتائیں گے کہ آپ کے بھیجے ہوئے نبی کا انکار کرنے میں ہم حق بجانب ہیں کیونکہ اس غلطی میں آپ نے ہی ہمیں ڈالا تھا۔ ذرا تاریخ پر نظر دوڑائیں تو جان جائیں گے کہ یہی حُجّت یہود کی ہے جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انہی وجوہ کی بناء پر انکار کیا اور آج تک کرتے آئے ہیں۔ مودودی صاحب اور ابویحیٰی صاحب کی طرح یہود بھی حق بجانب ہوں گے کہ اپنی کتاب کا سارا ریکارڈ لا کر اللہ تعالیٰ کے سامنے رکھ کر اُسے ملزم ٹھہرا دیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کے انکار کا باعث اللہ کی کتاب ہے نہ کہ یہود۔ اس کے بعد ابویحیٰی صاحب نے سورۃ التوبۃ کی آیت 11 کے تحت ریاست کو یہ اختیار دینے کی بات کی کہ وہ جسے چاہے غیر مسلم قرار دے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ یہ آیت کیا کہتی ہے

﴿9: 11﴾ لَا يَرْقُبُونَ فِي مُؤْمِنٍ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُونَ

پس اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں۔ اور ہم ایسے لوگوں کی خاطر نشانات کو کھول کھول کر بیان کرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔

اس آیت کا سیاق وسباق بتا رہا ہے کہ یہاں صرف مشرکین بلکہ حربی مشرکین کی بات ہو رہی ہے تمام کفارِ عرب اور ہر غیر مسلم کی نہیں۔ دوسری بات یہ کہی گئی ہے کہ اگر وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو وہ تمہارے بھائی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب احمدیہ مسلم جماعت انفرادی اور اجتماعی طور پر نماز قائم کرتی اور زکوٰۃ ادا کرتی ہے تو پھر

کیوں ابویحیٰی صاحب دین میں اسے اپنا بھائی نہیں سمجھتے؟ پھر وہ لکھتے ہیں:

''پھر ہم نے یہ واضح کیا تھا کہ احمدی حضرات ایمانیات کے معاملے میں نبوت پر ایمان کے اُس معیار پر پورے نہیں اترتے جو قرآن نے بیان کیا ہے۔''

لیکن یہ نہیں بتایا کہ ایمانیات کے معاملے میں قرآن کا بیان کردہ نبوت کا وہ کون سا معیار ہے جس پر احمدیہ مسلم جماعت پوری نہیں اترتی۔ پھر لکھتے ہیں:

''جب تک وہ اِس خلاف ورزی سے باز نہیں آتے، ریاست پر ایسی کوئی ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ اُنھیں مسلمان تسلیم کرے، چنانچہ وہ اُنھیں غیر مسلم قرار دے سکتی ہے۔ کوئی مسلمان ریاست ایسا کرتی ہے تو یہ ایک ریاستی اور قانونی حکم ہے، تاکہ معاشرے میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کی شناخت اور تعارف واضح رہے۔''

لیکن قرآن سے یہ نہیں بتایا کہ ریاست کی اس ذمہ داری کا کہاں ذکر ہے اور احمدیہ مسلم جماعت نے قرآنی ایمانیات کی کہاں خلاف ورزی کی ہے۔ ریاستِ مدینہ کے سربراہ رسول اللہ ﷺ نے منافقین کا علم ہونے کے باوجود انہیں غیر مسلم قرار نہیں دیا بلکہ کسی کی نشاندہی تک نہیں کی کہ کون منافق ہے۔ تمام منافقین کو ان کے ظاہری اقرارِ اسلام کے باعث مسلمان ہی سمجھا جاتا تھا کسی کو غیر مسلم قرار نہیں دیا گیا۔ اصل بات یہ ہے کہ ابویحیٰی صاحب ریاست کے کسی فرد یا گروہ کے بارے میں قانونی حیثیت متعین کرنے کے حق اور مسلمان معاشرے کے احمدیہ مسلم جماعت کے بارے میں سخت مؤقف کا جواز کا ذکر اس لئے کرتے ہیں کہ ان کے پاس علمی دلائل یکسر مفقود ہیں اس لئے ان کے پاس ریاستی طاقت اور معاشرے کے سخت مؤقف کے علاوہ کوئی ایسی طاقت نہیں جس سے وہ احمدیہ مسلم جماعت کو غیر مسلم کہہ سکیں۔ تاریخِ انبیاء سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر زمانے میں حکومتیں اور معاشرے انبیاء کے خلاف یہی کچھ کرتے آئے ہیں جن کا جواز ابویحیٰی صاحب پیش کررہے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب

''اس دعوائے نبوت کے لیے وہ قرآن سے کوئی دلیل نہیں لاتے بلکہ اس کا ماخذ سرتاسر ان پر اپنے تئیں اترنے والی وحی ہے''

سوال یہ ہے کہ کیا محمد رسول اللہ ﷺ سمیت تمام نبیوں کے دعوائے نبوت کا ماخذ ان پر اترنے والی وحی نہیں ہوتی تھی؟ کتب سابقہ میں رسول اللہ ﷺ کی آمد کی پیشین گوئیوں کو بطور دلیل تو بہت بعد میں بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ نزولِ وحی سے پہلے رسول اللہ ﷺ نہ تو کتاب کے بارے میں جانتے تھے نہ ایمان کا کوئی علم تھا

﴿53:42﴾ وَكَذٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

اور اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے حکم سے ایک زندگی بخش کلام وحی کیا۔ تو جانتا نہ تھا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے لیکن ہم ہی نے اسے نور بنایا جس کے ذریعہ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں اور یقیناً تُو سیدھے راستہ کی طرف چلاتا ہے۔

''دعوائے نبوت کا اصل ماخذ'' کے ذیلی عنوان کے تحت ابویحیٰی صاحب سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب حقیقۃ الوحی سے ایک اقتباس پیش کر کے یہ ثابت کرنا چاہ رہے ہیں کہ ان کی نبوت کا اصل ماخذ قرآن و حدیث کی کوئی توجیہ و تاویل نہیں بلکہ ان کے زعم میں ان پر بارش کی طرح نازل ہونے والی وحی ہے۔ لیکن اس سے پہلے انہوں نے خود بھی ایک مغالطہ کھایا اور دوسروں کو بھی اس میں مبتلا کرنا چاہا اور وہ یہ کہ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک ان کا انکار کرنے والا مرتد ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ احمدیہ مسلم جماعت کے پورے لٹریچر میں غیر احمدیوں کے لئے مرتد کا لفظ کہیں بھی استعمال نہیں کیا گیا۔ ابویحیٰی صاحب کے اس محولہ اقتباس میں عبدالحکیم خان اسٹنٹ سرجن پٹیالہ کا ذکر ہے جو کہ پہلے حضورؑ کی بیعت کر چکا تھا اس کے بعد اس نے اس بیعت سے خود برضا و رغبت ارتداد اختیار کیا تو اسے مرتد کہا گیا۔ پھر لکھتے ہیں:

'' نبی کا انکار کفر ہے، اس لیے اُن کے اس دعوے کے ساتھ ہی معاشرے میں کفر و ایمان کا مسئلہ پیدا ہو گیا۔''

یہ بھی مودودی صاحب کے رسالہ ''ختم نبوت'' کی بازگشت ہے۔ لیکن مودودی صاحب نے جس بات کو تسلیم کیا اُسے ابویحیٰی صاحب فراموش کر گئے کہ ہر نبی کی آمد پر ایسا ہی ہوتا ہے کہ جس قوم میں وہ مبعوث ہوتا ہے اس میں سے ایک گروہ مان لیتا ہے اور ایک گروہ انکار کر دیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں فرمایا:

﴿15:61﴾ فَآمَنَتْ طَائِفَةٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرَتْ طَائِفَةٌ...

......پس بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ ایمان لے آیا اور ایک گروہ نے انکار کر دیا......

اگر نبی کی بعثت کے بعد کفر و ایمان کا مسئلہ کھڑا ہو جانا بُری بات ہے تو ابویحیٰی صاحب کو اس کا مورد الزام اللہ تعالیٰ کو ٹھہرانا چاہئے کیونکہ ایسا تو ہر نبی کی بعثت پر ہوتا ہے۔ ''گر ایں گناہیست در شہر شما نیز کنند''

مزے کی بات یہ ہے کہ اپنے رسالہ ''ختم نبوت'' میں مودودی صاحب نبی کے آنے سے مومنین اور منکرین کے جن دو گروہوں کے قیام سے امت مسلمہ کو ڈرا رہے تھے اور نبوت کا دروازہ بند کر کے کفر و اسلام کی جس کشمکش سے مسلمانوں کو بچانا چاہتے تھے، جماعت اسلامی کے قیام سے مسلمانوں کو، جنہیں وہ مسلمان کی بجائے ''مسلمان کہلانے والی قوم'' کہہ رہے ہیں، انہی دو ناگزیر راہوں کے پیدا ہونے کی خبر دے رہے ہیں اور انہیں اسی آزمائش میں ڈال رہے ہیں جو ان کے بقول ایک نبی

کی آمد سے پیدا ہوتی ہے اور انکار کی صورت میں یہودی بننے کا ڈراوا دیں۔

''اس موقع پر میں ایک بات نہایت صفائی کے ساتھ کہہ دینا چاہتا ہوں، وہ یہ ہے کہ اس قسم کی ایک دعوت کا، جیسی کہ ہماری یہ دعوت ہے، کسی مسلمان قوم کے اندر اٹھنا اس کو ایک بڑی سخت آزمائش میں ڈال دیتا ہے۔ جب تک حق کے بعض منتشر اجزاء باطل کی آمیزش کے ساتھ سامنے آتے رہیں، ایک مسلمان قوم کے لئے ان کو قبول نہ کرنے اور ان کا ساتھ نہ دینے کا ایک معقول سبب موجود رہتا ہے اور اس کا عذر مقبول ہوتا رہتا ہے۔ مگر جب پورا حق بالکل بے نقاب ہو کر اپنی خالص صورت میں سامنے رکھ دیا جائے اور اس کی طرف اسلام کا دعویٰ رکھنے والی قوم کو دعوت دی جائے تو اس کے لئے ناگزیر ہو جاتا ہے کہ یا تو اس کا ساتھ دے اور اس خدمت کو انجام دینے کے لئے اٹھ کھڑی ہو جو امت مسلمہ کی پیدائش کی ایک ہی غرض ہے یا نہیں تو اسے رد کرکے وہی پوزیشن اختیار کرلے جو اس سے پہلے یہودی قوم اختیار کر چکی ہے۔ ایسی صورت میں ان دوراہوں کے سوا کسی تیسری راہ کی گنجائش اس قوم کے لئے باقی نہیں رہتی۔ یہ عین ممکن ہے کہ اس دوٹوک فیصلہ میں اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے مسلمانوں کو ڈھیل دے اور اس نوعیت کی یکے بعد دیگرے کئی دعوتوں کے اٹھنے تک دیکھتا رہے کہ وہ ان کے ساتھ کیا روش اختیار کرتے ہیں۔ لیکن بہرحال اس دعوت کی طرف سے منہ موڑنے کا انجام آخر کار وہی ہے جو میں نے آپ سے عرض کردیا۔ غیر مسلم اقوام کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ لیکن مسلمان اگر حق سے منہ موڑیں اور اپنے مقصد وجود کی طرف صریح دعوت سن کر الٹے پاؤں پھر جائیں تو یہ وہ جرم ہے جس پر خدا نے کسی نبی کی امت کو معاف نہیں کیا ہے۔ اب چونکہ یہ دعوت ہندوستان میں اٹھ چکی ہے۔ اس لئے کم از کم ہندی مسلمانوں کے لئے آزمائش کا وہ خوفناک لمحہ آ ہی گیا ہے۔ رہے دوسرے ممالک کے مسلمان تو ہم ان تک اپنی دعوت پہنچانے کی تیاری کر رہے ہیں۔ اگر ہمیں اس کوشش میں کامیابی ہوگئی تو جہاں جہاں یہ پہنچے گی وہاں کے مسلمان بھی اسی آزمائش میں پڑ جائیں گے۔ میں یہ دعویٰ کرنے کے لئے تو کوئی بنیاد نہیں رکھتا کہ یہ آخری موقع ہے جو مسلمانوں کو مل رہا ہے اس کا علم صرف اللہ کو ہے۔ ممکن ہے ابھی کچھ اور مواقع مسلمانوں کے لئے مقدر ہوں۔ لیکن قرآن کی بنیاد پر میں اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ مسلمانوں کے لئے یہ وقت ہے ایک نازک وقت۔''

(روداد جماعت اسلامی: روداد اجتماع دارالاسلام: حصہ دوم ص۔ 17 تا 20)

اس کے بعد ابو یحییٰ صاحب لکھتے ہیں:

''اس پیراگراف سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا صاحب پہلے دن ہی سے وحی پر کھڑے تھے، مگر چونکہ مسلم روایت کے پس منظر میں اُن کا اعتقاد یہ تھا کہ احادیث میں جس مسیح کا ذکر ہے وہ عیسیٰ ابن مریم ہیں جو آسمانوں پر زندہ موجود ہیں اور وہیں سے نازل ہوں گے، اِس لیے اُنھیں اِس میں تامل تھا کہ خود کو اِن روایات کا مصداق سمجھیں۔ چنانچہ اُنھوں نے اِس وحی کے باوجود جو اُنھیں اپنے مسیح ہونے کا یقین دلا رہی تھی، مسیح سے متعلق احادیث کی تاویل و توجیہ نہیں کی، بلکہ وہ اپنے اوپر ہونے والی وحی کی تاویل کرتے رہے۔ جی ہاں، تاویل وہ اُس وحی کی کر رہے ہیں جو اُن کی دانست میں اُن پر ہو رہی تھی نہ کہ قرآن وحدیث کی۔''

وحی پر کھڑے ہونے کو وہ یوں بیان کر رہے ہیں کہ گویا وہ ایک بہت ہی مذموم حرکت ہو۔ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ ہر نبی اپنی وحی پر ہی کھڑا ہوتا ہے۔ پھر زور دے کر کہتے ہیں کہ دیکھ لیں وہ اپنی وحی کی تاویل کر رہے ہیں قرآن وحدیث کی نہیں۔ ایک تو لفظ ''تاویل'' مسلمانوں میں نامعلوم وجوہ کی بناء پر بدنام ہو چکا ہے حالانکہ یہی لفظ قرآن وحدیث میں بڑے احسن رنگ میں انبیاء کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔ دوسرا یہ کہ یہ بات تو تعریف کے رنگ میں بیان کرنی چاہئے تھی کہ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مروجہ عقائد کو درست اور قرآن وحدیث کی بنیاد پر قائم سمجھتے ہوئے اپنی وحی کی تاویل فرماتے رہے۔ انگریزی کا ایک محاورہ ہے Where wise dare to tread fools rush in حضرت موسیٰ علیہ السلام اور نبی اکرم ﷺ کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں کہ جب انہیں منصب نبوت پیش کیا گیا تو انہوں نے فوری طور پر آگے بڑھ کر اسے خوشی خوشی قبول نہیں کر لیا بلکہ ہچکچاتے رہے۔ بعینہٖ اسی سُنّتِ انبیاء کے مطابق سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مروجہ عقائد کی روشنی میں اپنی وحی کی تاویل کی جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے کھلے کھلے الفاظ میں آپ کو آپ کے منصب ومقام کی واضح خبر نہ دے دی جس کے بعد آپؑ کے پاس اُس پر ایمان لانے، اسے قبول کرنے اور اس کا اعلان کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿286:2﴾ آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ....

رسول اس پر ایمان لے آیا جو اس کے ربّ کی طرف سے اس کی طرف اتارا گیا اور مومن بھی......

پھر اس کے بعد ابو یحییٰ صاحب سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اقتباس نقل کرتے ہیں جس میں حضورؑ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنے اوپر بارش کی طرح نازل ہونے والی وحی پر کفایت نہیں کیا بلکہ اُس وحی کو قرآن شریف پر پیش کیا تو ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام واقعی فوت ہو چکے ہیں۔ اب اس دشمنی اور تعصب کا کیا کیا جائے کہ اس کے باوجود ابو یحییٰ صاحب سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کوئی رعایت دینے کو تیار نہیں اور ان کے اس اقرار، کہ انہوں نے وفاتِ مسیح کا عقیدہ قرآن مجید سے ثابت شدہ پایا تب اسے اختیار کیا، کے باوجود لکھتے ہیں:

''چنانچہ مرزا صاحب کا یہ ٹھاٹ پروسس واضح رہنا چاہئے کہ وہ قرآن و حدیث پر غور کرتے کرتے کوئی دعویٰ نہیں کر بیٹھے بلکہ قرآن وحدیث اصلاً ان کے شخصی دعووں کی راہ میں حائل تھے۔ یہ اُن پر اترنے والی وحی، انہیں ملنے والی صدہا

نشانیاں اور آسمانی شہادتیں ہی ہیں جو انہیں اس مقام تک لائی ہیں۔''
پھر لکھتے ہیں:
''ابھی تک اُن کے اِس سفر میں وہ مسیح ہی بنے تھے۔ بات مسیح تک رہتی تو بہت غنیمت تھی۔ مگر اب وہ حریم نبوت میں نقب لگانے کی تیاری کرتے ہیں۔ تاہم اِس کی ذمہ داری بھی خود لینے پر تیار نہیں ہیں۔ وہ اِس کا الزام بھی اللہ تعالیٰ ہی پر ڈالتے ہیں''
گویا اللہ تعالیٰ کی سلطنت کسی انسانی بادشاہ کی طرح ہے جس میں کوئی بھی نقب لگا سکتا ہے۔ یہاں ابویحییٰ صاحب پہلے اللہ تعالیٰ کی توہین اور گستاخی کے مرتکب ہوئے اور پھر تاریخ و سیر الانبیاء نظر انداز کرتے ہوئے کہا کہ مرزا صاحب نبوت کی ذمہ داری بھی اللہ تعالیٰ پر ڈالتے ہیں۔ حالانکہ ہر نبی اپنی رسالت و نبوت کو اللہ تعالیٰ ہی سے منسوب کرتا ہے۔ کیا آدم سے لے کر محمد رسول اللہ ﷺ نے کبھی یہ کہا ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے نبی نہیں بنایا ہم خود سے نبی بن گئے ہیں؟ مجھے حیرت ہے کہ یہ کیسے محقق ہیں! لیکن ذرا غور کرنے پر یہ حیرت جاتی رہتی ہے کیونکہ سچے انبیاء کے مخالفین و منکرین ایسی ہی باتیں کرتے چلے آئے ہیں۔ حضورؑ کے صریح طور پر نبی کا خطاب ملنے کے دعویٰ کو نقل کر کے ابویحییٰ صاحب لکھتے ہیں:
''یہاں خیال رہے کہ وہ مسیح ابن مریم اور ان کی نبوت کا حوالہ دے رہے ہیں، مگر اوپر بیان ہو چکا ہے کہ قرآن سے وہ یہ اخذ کر چکے ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم تو فوت ہو چکے ہیں۔ چنانچہ یہ مسیح، ایک نیا مسیح ہے اور یہ نبی ایک نیا نبی ہے۔ اپنی ذات کے حق میں اِس دعوائے مسیحیت اور دعوائے نبوت کا ماخذ سرتا سر اُن پر بارش کی طرح اترنے والی وحی ہے۔ وہ قرآن و حدیث سے ایسی کسی غلط فہمی میں نہیں پڑے۔''
وہ بھی سراسر جھوٹا الزام ہے اور حضورؑ متعدد مقامات پر قرآن و حدیث کو اپنے دعوائے نبوت کے استدلال میں پیش فرما چکے ہیں۔

سورہ توبہ کی آیت اور احمدی حضرات

ابویحییٰ صاحب لکھتے ہیں کہ یہ آیت کفار عرب کو موت کی سزا کا فیصلہ کرتی ہے حالانکہ یہ صرف حربی بدعہد مشرکین کے متعلق ہے۔ اگر کفار عرب کے بارے میں ہوتی تو مسلمان سب سے پہلے کفار مدینہ پر چڑھ دوڑتے۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ اگر کوئی مشرک پناہ مانگے تو اسے کلام الٰہی سنانے کے بعد محفوظ جگہ پر پہنچا دو۔ تمام کفار عرب کو موت کی سزا دینے کی بات نہ صرف قرآنی سیاق و سباق کے بھی خلاف ہے بلکہ مودودی صاحب کی طرح دشمنانِ اسلام کے ہاتھ میں ہتھیار پکڑانے کے مترادف بھی۔ پھر لکھتے ہیں کہ یہ آیت قانونی سطح پر اظہارِ اسلام کی شرائط کو واضح کرتی ہے حالانکہ اس میں قانونی یا ریاستی سطح کا کہیں ذکر تک نہیں ہے اور نہ ہی ریاست مدینہ کوئی ایسی قانون سازی کرتی اور اسلام کے سرٹیفکیٹ جاری کرتی تھی۔ اس کے برعکس نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ لوگوں میں سے جو اسلام کا اظہار کرتا ہے اس کا نام لکھ لاؤ۔ مطلب یہ کہ نبی اکرم ﷺ اور ریاستِ مدینہ لوگوں کو مسلمانی کا سرٹیفکیٹ نہیں دیتی تھی بلکہ محض ان کے زبانی اقرار پر ان کو مسلمان مان لیتی تھی۔ سورۃ التوبۃ کی اس آیت میں بھی یہی کہا گیا کہ اگر وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں۔ احمدیہ مسلم جماعت بھی بحمداللہ اسلام کا اقرار کرتی، نماز قائم کرتی اور زکوٰۃ دیتی ہے تو پھر احمدی مسلمانوں کو دین میں بھائی کیوں نہیں تسلیم کیا جاتا؟ پھر لکھتے ہیں:
''اِس آیت میں عملی طور پر نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی اور عقیدے کی سطح پر اپنے کفر سے باز آ کر اسلام کے ایمانیات کو بعینہٖ اختیار کر لینے کو بطور شرائط کے بیان کر دیا گیا ہے۔ اِن شرائط کو پورا کرنا بعد کے زمانوں میں بھی کسی فرد یا گروہ کے قانونی سطح پر اسلام پر ہونے کے لیے معیار ہیں۔ احمدی حضرات اِن میں سے پہلی شرط پر بالبداہت پورے نہیں اترتے، یعنی اُنھوں نے نبیوں پر ایمان کے قرآنی ضابطے کو قبول کرنے کے بجائے اِس بات کو قبول کر لیا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرزا صاحب پر بھی اللہ کی طرف وحی اترتی ہے اور وہ ایک نبی ہیں۔''
ابویحییٰ صاحب کو ارکان ایمان اور ارکان اسلام میں فرق بھی معلوم نہیں۔ ایمانیات میں اللہ، ملائکہ، کتب، رُسُل اور یوم آخر شامل ہیں جبکہ ارکان اسلام میں کلمۂ شہادت کا اقرار باللسان، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ شامل ہیں۔ اس آیت میں ایمانیات کا بطور شرائط ذکر تک نہیں ہے بلکہ محض نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کا ذکر ہے۔ جس پر بحمداللہ احمدیہ مسلم جماعت عمل پیرا ہے۔ پھر انہوں نے الزام لگایا کہ احمدی حضرات ان میں سے پہلی شرط پر بالبداہت پورے نہیں اترتے۔ گویا

وہ بات سارے فسانے میں جس کا ذکر نہ تھا
وہ بات ان کو بہت ناگوار گزری ہے

نبوت پر ایمان کا تو اس آیت میں ذکر ہی نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نبیوں پر ایمان کے قرآنی ضابطے کے منکر احمدی مسلمان نہیں بلکہ غیر احمدی حضرات ہیں کیونکہ ایمانیات میں رسولوں پر ایمان شامل ہے جبکہ غیر احمدی حضرات یہود کی طرح رسولوں کو ماننے یا نہ ماننے میں اپنی پسند ناپسند کو اختیار کرتے ہیں

﴿2:88﴾ ... أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ

۔۔۔ پس کیا جب بھی تمہارے پاس کوئی رسول ایسی باتیں لے کر آئے گا جو تمہیں پسند نہیں تو تم استکبار کرو گے؟۔ اور ان میں سے بعض کو تم جھٹلا دو گے اور بعض کو تم قتل کرو گے؟
یہ عجیب منطق ہے کہ قرآنی ایمانیات کے مطابق اس کی فرمانبرداری میں احمدیہ مسلم جماعت اپنے دور میں آنے والے نبی کو مان لیں تو کافر اور جو نہ مانے وہ مسلمان۔ گویا:

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حُسنِ کرشمہ ساز کرے

رسولوں پر ایمان لانا تو ایمانیات کے عین مطابق ہے نہ کہ اس کے برخلاف! ایمانیات میں یہ کہاں لکھا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس میں تو حکم ہے کہ تمام رسولوں پر ایمان لاؤ اور رسولوں میں سے کسی ایک میں بھی فرق نہ کرو۔ اس کے بعد اپنا عقیدہ زبردستی بلا دلیل ٹھونستے ہوئے اور مخالف کی کسی بھی توجیہہ وتاویل اور فہم کو یکسر مسترد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قرآن مجید نے اِس کے بالکل برعکس اور ایک سے زیادہ طریقوں سے محمد ﷺ کے بعد ہر طرح کی وحی اور نبوت کی تردید کی ہے۔ اس باب میں سب سے واضح بیان قرآن مجید کے آغاز ہی میں سورۂ بقرہ کی آیت 4 میں دیکھ لیا جا سکتا ہے، جو اِس حقیقت کو بیان کرتا ہے کہ آپ کے بعد وحی و نبوت کا کوئی تصور موجود نہیں ہے۔ یہ آیت بتاتی ہے کہ وحی اور نبوت پر ایمان کے معاملے میں دو ہی رویے مطلوب ہیں۔ ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی پر ایمان لا کر اُنھیں نبی مانا جائے اور دوسرے آپ سے پہلے انبیاے کرام پر جو وحی نازل ہوئی ہے، اُس پر ایمان لایا جائے۔ نبوت کے باب میں یہی ایمان مطلوب ہے۔ چنانچہ اِس آیت نے حضور کے بعد کسی نئی نبوت کے راستے میں دہری رکاوٹ پیدا کر دی ہے۔ ایک طرف یہ حضور اور پچھلے نبیوں پر ایمان کو نجات کے لیے کافی قرار دے رہی اور بعد میں آنے والے کسی نبی پر ایمان کے بغیر جنت کی فلاح کی یقین دہانی کرا رہی ہے اور دوسری طرف یہ بھی بتا رہی ہے کہ نبیوں پر ایمان کے باب میں محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی نبی پر ایمان کا کوئی تصور قرآن میں نہیں ہے۔ جس کے بعد اِس باب میں خارج کی کوئی وحی، کسی فرد کا کوئی دعویٰ، قرآن وحدیث کی کوئی توجیہ، کوئی تاویل، کوئی فہم؛ قرآن مجید کے اِس صریح بیان کے مقابلے میں ناقابل قبول ہے۔''

گویا ''مستند ہے میرا فرمایا ہوا'' قرآن تو بڑے پُراعتماد طریقے سے بلا خوف تردید مخالفین سے برہان طلب کرتا ہے ''قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ'' بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اللہ تعالیٰ جس عقیدے کو خطرناک ترین قرار دیتا ہے یعنی خدا کا بیٹا ہونا۔

﴿91 :19﴾ تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿92:19﴾ أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمَٰنِ وَلَدًا

قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ لرزتے ہوئے گر پڑیں۔ کہ انہوں نے رحمان کے لئے بیٹے کا دعویٰ کیا ہے۔

اُسی خطرناک ترین عقیدے کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کہو کہ اگر اللہ کا کوئی بیٹا ہوتا تو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کرتا:

﴿82:43﴾ قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِينَ

تو کہہ دے کہ اگر رحمان کا کوئی بیٹا ہوتا تو میں عبادت کرنے والوں میں سب سے پہلا ہوتا۔

لیکن ابو یحیٰی صاحب علمی مباحث کی بجائے اور مخالفین سے دلائل مانگنے کی بجائے ریاستی طاقت اور معاشرے کا خوف دلا کر چُپ کرانا چاہتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے بعد کسی بھی وحی کے انکار کی دلیل میں سورۃ البقرۃ کی آیت ۴ کی غلط تاویل کر کے ابو یحیٰی صاحب نے یہود کی پیروی کی ہے جن کا قول اللہ تعالیٰ نے نقل کیا ہے کہ ہم صرف اس پر ایمان لاتے ہیں جو ہم پر نازل کیا گیا ہے اور اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے اس کا انکار کر دیتے ہیں۔

﴿92:2﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا نُؤْمِنُ بِمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُونَ بِمَا وَرَاءَهُ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس پر ایمان لے آؤ جو اللہ نے نازل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لے آئے جو ہم پر اتارا گیا جبکہ وہ اس کا انکار کرتے ہیں جو اس کے علاوہ (اتارا گیا) ہے

یہود کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے مخالفینِ احمدیت بھی قرآنِ کریم کے بعد نازل ہونے والی وحی پر ایمان لانے کا انکار کرتے ہیں۔ اُنکا کہنا ہے کہ سورۃ البقرۃ کی مندرجہ بالا آیت میں آنحضرت ﷺ سے پہلے اور آپؐ پر نازل ہونے والی وحی پر ایمان لانے کا تو حکم ہے لیکن آپؐ کے بعد نازل ہونے والی کسی وحی پر ایمان لانے کا کوئی ذکر نہیں۔ لیکن اس آیت میں ''وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ'' میں آخرۃ سے مراد قیامت نہیں ہے کیونکہ یوم مذکر ہے اس کے ساتھ آخر آنا چاہئے آخرۃ نہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہر جگہ آیا ہے۔ اور پھر قیامت یعنی یوم آخر ارکان ایمان میں شامل ہے اس کے ساتھ یوقنون نہیں یومنون آنا چاہئے تھا جیسا کہ پہلے کہا گیا ''الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ'' یہاں پر قرآن اور اس کے ماقبل وحی پر ایمان کا ذکر ہے اور پھر اسی تسلسل میں الآخرۃ یعنی بعد میں آنے والی وحی کا ذکر ہے جو نزول قرآن کے وقت تک نہیں آئی تھی اس لئے اس کے ساتھ یؤمنون کی بجائے یوقنون کا لفظ استعمال کیا گیا کہ قرآن اور اس سے ماقبل وحیوں پر ایمان رکھنے والے یقین رکھتے ہیں کہ بعد میں بھی وحی ہوگی۔ جب وہ نازل ہوگی تو اس وقت کے لوگ اس پر ایمان لے آئیں گے اور اپنے بعد آنے والی وحی کا یقین رکھیں گے۔ مندرجہ ذیل آیت کریمہ میں بھی حضرت نوحؑ اور اُن کے بعد آنے والے انبیاء علیہم السلام پر نزولِ وحی کا ذکر ہے اور ان سے پہلے کسی نبی پر نزولِ وحی کا ذکر نہیں ہے۔ جبکہ مصدقہ طور پر حضرت آدم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے مبعوث ہونے والے نبی تھے۔ چنانچہ ثابت ہوا کہ اگر کسی آیت میں کسی نبی کے بعد یا پہلے کسی اور نبی پر نزولِ وحی کا ذکر نہ ہو تو اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

﴿164:4﴾ إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ

مِنۡ م بَعۡدِہٖ ج۔۔۔

ہم نے یقیناً تیری طرف ویسے ہی وحی کی جیسا نوح کی طرف وحی کی تھی اور اس کے بعد آنے والے نبیوں کی طرف۔

مخالفین کی اسی دلیل کے ساتھ اگر سورۃ بقرہ ہی کی مندرجہ ذیل آیت کریمہ کو سمجھنے کی کوشش کی جائے تو دیکھئے کیسا خطرناک نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔

﴿22:2﴾ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اعۡبُدُوۡا رَبَّکُمُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ وَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ ☆

اے لوگو! تم عبادت کرو اپنے رب کی جس نے تمہیں پیدا کیا اور ان کو بھی جو تم سے پہلے تھے۔ تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

اس آیت کریمہ میں مخاطبین اور ان سے پہلے کے لوگوں کا ذکر ہے ان کے بعد آنے والوں کا ذکر نہیں ہے تو کیا ہمارے مخالفین صرف اسی بناء پر کہ اس آیت میں ''وَالَّذِیۡنَ مِنۡ بَعۡدِکُم'' کے الفاظ نہیں ہیں اپنے بعد کسی کے پیدا ہونے کا انکار کردیں گے یا یہ عقیدہ رکھیں گے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نہیں بلکہ کوئی اور تخلیق کرے گا؟

''ایمانیات میں اضافہ کفر ہے'' کے زیرعنوان انہوں نے احمدیہ مسلم جماعت پر ایمانیات میں اضافہ کا الزام لگایا ہے۔ احمدیہ مسلم جماعت تو سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت و نبوت پر ایمانیات کی شق ''رسولوں پر ایمان'' کے تحت ایمان رکھتی ہے۔ لیکن، جیسا کہ اوپر وضاحت کی جاچکی ہے، غیر احمدی حضرات ایمان بالرسل کو محمد رسول اللہ ﷺ اور ان سے ماقبل رسولوں پر ایمان کے الفاظ کا من گھڑت اضافہ اور تبدیلی کرکے اسے اسلامی ایمانیات میں شامل کرتے ہیں جو خود ابویحیٰی صاحب کے بقول کفر ہے۔ گویا ''ہم الزام اُن کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا''۔

ایک دلچسپ بلکہ مضحکہ خیز بات ابویحیٰی صاحب نے یہ کی ہے کہ ریاست پاکستان نے بجا طور پر احمدیوں کو غیر مسلم تو کہا ہے لیکن کافر نہیں کہا۔ اس پر مجھے وہ لطیفہ یاد آگیا کہ ایک بادشاہ کا نہایت محبوب گھوڑا سخت بیمار ہوگا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ جس نے مجھے یہ خبر دی کہ وہ مرگیا ہے تو میں اس شخص کی گردن اڑا دوں گا۔ جب گھوڑا مرگیا تو کسی کی ہمت نہیں تھی کہ بادشاہ کو اس کی موت کی خبر دے۔ بالآخر ایک عقلمند شخص بادشاہ کے پاس گیا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ گھوڑے کا کیا حال ہے۔ اس نے کہا کہ حضور وہ بڑے آرام سے لیٹا ہے بالکل بھی کوئی حرکت نہیں کرتا۔ بادشاہ نے چلاّ کر کہا کہ کمبخت یہ کیوں نہیں کہتے کہ وہ مرگیا ہے۔ اس نے کہا حضور آپ نے کہا ہے میں نے نہیں کہا۔ بالکل ویسی ہی بات ہمارے عقلمند ابویحیٰی صاحب نے کی ہے کہ احمدی غیر مسلم ہیں کافر نہیں ہیں۔ جب احمدی مسلمان قبلہ رو ہوکر نماز پڑھتے، ذبیحہ کھاتے، تمام ارکانِ اسلام اور ارکانِ ایمان کو تسلیم کرتے پھر غیر مسلم کیسے ہوگئے اور کسی ایک رکن کا بھی انکار نہیں کرتے، تو کافر کیسے ہوگئے؟

ابویحیٰی صاحب نے یہ بھی دھوکا دیا کہ صحابہ کرامؓ نے مدعیان نبوت سے ان کے دعوی نبوت کی بناء پر جنگ کی تھی۔ اور پھر یہ جانتے ہوئے کہ یہ مدعیان نبوت نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں ظاہر ہوگئے تھے لیکن آپؐ نے ان سے جنگ نہیں کی تھی، یہ غلط اور بے بنیاد تاویل کی کہ یہ ریاست کا اختیار ہے کہ اُن سے جنگ کرے یا نہ کرے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضورؐ کا اسوہ تو مہلت اور رعایت دینے کا تھا لیکن خلفائے راشدین نے ان مدعیان کو کسی قسم کی رعایت دینے سے انکار کردیا۔ گویا پہلے اللہ تعالیٰ کی گستاخی و توہین کی کہ ہم تو سارا ریکارڈ اللہ کے سامنے رکھ دیں گے کہ جناب اس غلطی پر ہمیں آپ نے ہی مجبور کیا تھا؛ پھر تاویل کو اور اپنی نبوت و رسالت کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے کو ایک قابل مذمّت عمل کہہ کر انبیاء کی گستاخی و توہین کی اور اب صحابہ کرامؓ کو اسوۂ رسول ﷺ کے مخالف عمل کرنے والا کہہ کر صحابہ کرامؓ کی توہین کردی۔ پھر مزید کذب بیانی یہ کی کہ ''مسلمان ریاستوں نے اسی معاملہ میں ایک سخت مؤقف اختیار کرکے احمدی حضرات کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیا'' حالانکہ سوائے پاکستان کے کسی دوسری ریاست نے یہ قبیح فعل نہیں کیا اور اس کی ''مسلمانی'' بھی جیسی ہے سب پر ظاہر ہورہا ہے۔

خلاصہ کلام:

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ رسالت و نبوت بحمد اللہ قرآن مجید کی مضبوط بنیادوں پر قائم ہے

یہ نئی نبوت نہیں ہے۔ اس کے برعکس غیر احمدی حضرات جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کا عقیدہ رکھتے ہیں تو وہ ایک نئی نبوت کو مانتے ہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کے رسول تھے جبکہ آمد ثانی میں وہ تمام دنیا کی طرف مبعوث ہوں گے جو کہ لامحالہ ایک نئی نبوت ہے۔

احمدیہ مسلم جماعت نہیں بلکہ غیر احمدی حضرات ایمانیات میں اضافہ کرتے ہیں جب ایمان بالرسل کو محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کے ماقبل رسولوں تک محدود کرتے ہیں۔ ایمانیات کی شرائط کے مطابق احمدیہ مسلم جماعت نماز قائم کرنے اور زکوۃ دینے کے باعث بحمد اللہ مسلمان ہے۔

قرآن وسُنّت کے مطابق کسی فرد یا ریاست کو ہرگز یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی شہری کے ایمان کا فیصلہ کرے یا اُسے غیر مسلم قرار دے خصوصاً جب وہ تمام ارکانِ اسلام اور ارکانِ ایمان کا اقرار کرتا ہو۔

اور آخر میں ایک سوال! کیا ابویحیٰی صاحب قُلۡ ہَاتُوۡا بُرۡہَانَکُمۡ کے تحت احمدیہ مسلم جماعت کو پاکستان اور دیگر مسلم ممالک میں تبلیغ اور نشرواشاعت کا حق دیئے جانے کی حمایت کرتے ہیں یا نہیں؟

وَ اٰخِرُ دَعۡوٰنَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ



احمدیوں اور قادیانیوں کو ایک مفت مشورہ۔

ازمولانا امیر حمزہ ایڈیٹر مجلہ لشکر طیبہ اور اس کا جواب

تحریر: اصغر علی بھٹی مغربی افریقہ

احمدی قادیانی نیلے کافر ہیں، پیلے کافر ہیں، اِن کے یہ عقائد دُرست نہیں اور ان کے وہ عقائد دُرست نہیں۔ یہ ایسا کرتے ہیں اور یہ ویسا نہیں کرتے وغیرہ وغیرہ۔ قومی اسمبلی میں ہم تمام مسلمانوں نے ان کو کافر قرار دیا مگر یہ ہیں کہ ماننے کے لئے تیار ہی نہیں ہیں۔

گزشتہ ایک صدی سے ہم ان کو سمجھا سمجھا کر تھک گئے ہیں۔ یہ ہر نقصان برداشت کر رہے ہیں مگر ہماری بات پر کان دھرنے پر آمادہ نہیں۔ گزشتہ دنوں ہمارے مجاہد ختم نبوت نے ''قادیانیوں تمہیں اسلام بلاتا ہے'' جیسی معتبر کتاب لکھ کر کچھ سمجھانے کی کوشش کی اور انہیں بتایا کہ اگر آپ ''ہمارے بتائے ہوئے رستے'' پر چل کر ''اسلام'' میں داخل ہو جاؤ تو ہم خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں آپ بھی ہماری طرح قومی اسمبلی کی سیٹ تو کیا سینٹ کی برکات سے بھی متمتع ہو سکیں گے اور جو امریکہ سے ڈالروں کی بوریاں آئیں گی تو آپ بھی بخدا اس کے اتنے ہی حصہ دار ہونگے جتنے ہم۔ مگر برا ہو تعصب کا، بات سمجھنے کی بجائے یہ قادیانی حضرات مزید خم ٹھونک کر سوشل میڈیا پر نکل آئے کہ اسلام بلاتا ہے کیا مطلب ہے؟ ہم بھی نماز پڑھتے ہیں روزے رکھتے ہیں قرآن تلاوت کرتے، اللہ کی راہ میں مالی جانی قربانی کرتے ہیں۔ قرآن کریم کی اشاعت اور اسلام کی تبلیغ میں ساری دنیا میں مصروف ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے دل وجان سے محبت کرتے ہیں۔ ان کے اس بے جا اصرار پر آخری اتمام حجت کے لئے جناب مولانا امیر حمزہ صاحب نے بیڑہ اُٹھایا اور اپنی گونا گوں مصروفیت سے ٹائم نکال کر ایک 245 صفحات پر مبنی ایک قیمتی سرمایہ تحریر کر دیا ہے اب ان احمدیوں اور قادیانیوں کے لئے اس سوال کے ساتھ کوئی جائے فرار نہیں ہے کہ جو ڈھٹائی سے یہ پوچھتے پھرتے ہیں، کہ آخر وہ کون سا اسلام ہے جس کی طرف آپ ہمیں بلاتے ہو؟

آخر وہ کون سے اصلی اسلامی اعمال ہیں جن سے ہم رُوگردانی کئے بیٹھے ہیں؟ آخر وہ کون سی ہستیاں ہیں جو آج کے اس دور میں اسلام کی اصلی اور سچی تصویر ہیں؟ آخر وہ کون سے عقائد ہیں جن سے ہم بیزار ہیں؟ آخر اور ایسا کون سا ایسا اسلامی کام ہے جو ہم کریں تو ہم بھی پاکستان کی قومی اسمبلی کی رُو سے پکے سچے اور سکہ بند مسلمان کہلانے والے بن جائیں۔ مولانا امیر حمزہ صاحب نے آپ لوگوں کے ان تمام سوالات کے تشفی بخش جوابات دیئے ہیں اپنی تحریر ''مذہبی وسیاسی باوے'' میں اور آپ کو بتایا ہے کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر پہلی فرصت میں ''اس اسلام'' میں آجاؤ اور ہمارے جیسے بن جاؤ، ہم آپ کو اپنے سینے سے لگا لیں گے۔ اگر نہیں تو ''پھر ہماری اسمبلی سے سدا کافر ہی رہو گے''۔ اسلام کی جدید اشکال ملاحظہ ہوں۔ اونٹ کی پیٹھ پر آخری تنکا حاضر ہے۔

1۔ ''راقم نے بلوچستان اور کراچی کے ساحلوں سے لے کر اسلام آباد اور ''سرحد'' کے پہاڑوں تک پیروں اور ولیوں کے آستانوں کو دیکھا اور بعض سے ملاقاتیں بھی کی ہیں'' (ص23)

2۔ لسبیلہ سے دیبل کی طرف آئیں تو راستے میں منگھا پیر کا دربار آئے گا۔ خاص چیز تالاب اور ان میں موجود مگر مچھ ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ بابا پیر کی جوئیں تھیں جو اب بڑی ہوگئی ہیں۔ مرید بکرے کی قربانی کرتے اور گوشت مگرمچھوں کے سردار مگرمچھ کے منہ میں ڈالتے ہیں۔ پھر اسے پھولوں کا ہار پہناتے ہیں (ص50)

3۔ ''وہاں ملنگوں کا ایک غول دکھائی دیتا ہے ان کے جسم سے بدبو کے بھبھوکے اُٹھ رہے تھے ایک ملنگ کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ غالباً 80 سال کی عمر میں فوت ہوا اور کبھی نہیں نہایا۔ وہ سرکار کے تالاب عشق میں ہر وقت غوطے لگایا کرتا تھا'' (ص53)۔

4۔ عبداللہ شاہ صحابی کا مزار۔ ''جنھیں جادو اور جنات کا مرض ہوتا ہے وہ یہاں آتے ہیں۔ کیا مرد اور کیا جوان عورتیں سب مداریوں کی طرح بازیاں لگاتے ہیں اور پھر ایک جم غفیر ہوتا ہے جو یہ بازیاں ملاحظہ کرتا ہے'' (ص60)

5۔۔۔لٹن شاہ۔۔''ہندو۔ جو انسان کے مخصوص عضو کو بھی اپنا دیوتا مانے ہوئے ہے مگر یہاں لٹن شاہ کو دیکھو اور ہندوؤں کی پرستش کو بھول جاؤ''

6۔ حضرت میاں متو جو اس مکلی کے قبرستان میں مدفون ہیں فرمایا جو ہمارے مزارات کے درمیان سے گزرے گا وہ بلا حساب جنت میں جائے گا'' (ص67)۔

7۔ حضرت شیخ میاں اربعائی کا مزار بھی مکلی میں ہے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ میرا وصال بھی 975ھ بروز بدھ ہوگا کیونکہ پیدائش بھی بدھ کے دن ہوئی تھی مگر وصال منگل کو ہو گیا۔ جب جنازہ اُٹھنے لگا تو ٹھٹھہ کی ایک عورت نے شیخ اربعائی کو اس کی بات

یاد دلادی جس کے مطابق وصال بدھ کو ہونا تھا یہ بات سنتے ہی پیرار بعائی اُٹھ کر بیٹھ گئے اور مسلسل بیٹھے رہے پھر جب بدھ کی رات آئی تو لیٹ گئے اور وصال کر گئے (صفحہ 68)

8۔قطب الاقطاب حضرت شاہ مراد کی پیدائش سے قبل ہی حضرت ''لنگوٹی شاہ'' نے آپ کی بشارت دی تھی۔جس شب آپ کی ولادت ہورہی تھی ان لمحات میں آپ کی والدہ شدید درد زہ میں مبتلا تھیں۔ جب آپ کے والد گرامی سے ذکر کیا گیا تو انھوں نے سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ آپ کا بچہ اپنی ماں کے شکم میں پورا قرآن اوراس کے علوم پڑھ رہا ہے صرف ایک سبق باقی رہ گیا ہے،تھوڑی دیر صبر کرو!وہ خود بخود اس جہان میں جلوہ افروز ہونے والا ہے'' (ص69)

9۔یہ جو مکلی کی زمین ہے یہ وہ جگہ ہے جسے عرش پر بھی فوقیت ہے (ص 71) حیدرآباد کے مادرزاد ننگے ولی چھتن پیر دربار کے اندر ایک پلنگ اوراس کے اوپر مسہری لگی ہوئی ہے۔ان جن عورتوں کو اولاد لینی ہوتی ہے وہ اس پلنگ کو بوسے دیتی ہیں اس پر ہاتھ پھیر کر اپنے جسم پر پھیرتی ہیں اور بعض تو اس پلنگ کے نیچے لیٹ جاتی ہیں۔سامنے ریشمی پردہ لٹک رہا ہے جس کے پیچھے حضرت ولی کامل چھتن شاہ قدس سرہ اور مدظلہ کی بالکل برہنہ تصویر ہے عورتیں پردہ اُٹھا کر اندر جاتی ہیں تصویر کو بوسہ دیتی ہیں اور سلامی دیتی ہیں (ص 81)۔

10۔نانگا پیر ککڑ شاہ۔سندھ کی تیسری بڑی گدی ملکانی شہر میں پیر ککڑ شاہ کی ہے۔ ہر مرید یہاں ککڑ لے کر آتا ہے۔اور صرف ککڑ،ککڑی نہیں کیونکہ بابا جی کو صرف ککڑ پسند تھے۔آپ بالکل برہنہ جنگل میں گھوما کرتے تھے آگ ہمیشہ جلائے رکھتے جو مل جاتا کھا لیتے۔ان کی عادت مبارکہ یہ بھی تھی کہ وہ ککڑ کے سالن میں چرس کی جلی ہوئی راکھ ڈال کر زیادہ شوق سے تناول فرماتے خوب حقہ پیتے اوراس کا پانی بھی نوش فرماتے۔ان کے جسم کے سارے بال بڑھے ہوئے تھے انھیں بالکل نہ مونڈتے اور اس درگاہ میں جو تالاب ہے اس میں پڑے رہتے۔ وہ مجذوب اور ابدال بن چکے تھے شریعت کی پابندیوں سے آزاد ہو گئے تھے'' (ص ۸۷)

12۔بھائی طارق محمود جو دربار پر ولائیت کی منزلیں طے کرنے جاتا ہے تو اس کا ننگا مرشد ایک روز اس کے ہاتھ میں پیالہ تھما دیتا ہے اس میں تھوکنا شروع کر دیتا ہے۔۔تھوک تھوک کر پیالہ آدھا کر دیا تو اسے کہا کہ اسے پی جاؤ۔۔۔سلوک کی منزلیں کراہت کر کے تو طے نہیں ہوسکتیں۔میرا یہ مرشد اس قدر موٹا ہو گیا تھا کہ ایک قدم بھی چلنے کے قابل نہ تھا اور وہ یہیں بیٹھا قضائے حاجت کرتا تھا۔اس نے مجھے ہاتھوں سے گندگی صاف کرنے کا حکم دیا میں نے حکم کی تعمیل کی کیونکہ یہ بات تو میں نے پہلے سے سن رکھی تھی کہ بزرگ آزمانے کے لئے گندی چیزیں کھانے کا بھی حکم دیتے ہیں اگر کھالی جائیں تو بیڑہ پار اور اگر نفرت کی جائے تو معرفت و ولائیت کی گاڑی مس ہوسکتی ہے چنانچہ میں میں نے اپنے ہاتھوں سے وہ گندگی صاف کی اگر حکم دیتے تو میں تھوک کی طرح پاخانہ کھانے سے بھی گریز نہ کرتا'' (ص 93)۔

13۔دربار پر ایک بڑا درخت چھوٹی چھوٹی پنجالیوں سے لدا ہوا تھا۔جب ککڑ پیش کر کے یہاں سے کسی کو پتر ملتا ہے اور جب وہ چلنے پھرنے کے قابل ہو جاتا ہے تو اس کے گلے میں پنجالی ڈال کر دربار پر لایا جاتا ہے سلام کیا جاتا ہے اور پھر یہ پنجالی اس درخت پر لٹکا دی جاتی ہے۔'' زرداری اور بے نظیر صاحبہ بلاول کو لے کر اسی دربار پر حاضر ہوئے تھے یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ گلے میں پنجالی ڈالی تھی یا نہیں۔

14۔حضرت لٹن شاہ کی قبر سے سیمنٹ کا ایک گولہ باہر نکلا ہوا دیکھا جو دربار سے باہر کئی میٹر تک چلا گیا تھا میں نے گدی نشین سے پوچھا تو وہ کہنے لگا کہ یہی تو حضرت کی کرامت ہے حضرت لٹن شاہ صاحب دریائے سندھ کے ایک کنارے پر بیٹھ جاتے اور دوسرے کنارے پر رہنے والے مرید لٹن شاہ کے اس پل پر سے چل کر اس کے پاس آجاتے تھے۔اس کی یاد میں یہ سیمنٹ کا گولہ ہے جو حضرت کی قبر سے نکالا گیا ہے'' (ص100)

15 احمدیوں اور قادیانیوں کو اب ان احمدیوں اور قادیانیوں کے لئے اس سوال کے ساتھ کوئی جائے فرار نہیں ہے کہ جو ''ڈھٹائی'' سے یہ پوچھتے پھرتے ہیں آخر وہ کون سا اسلام ہے جس کی طرف آپ ہمیں بلاتے ہو؟۔۔''آج یہاں قرآن کی سنتا کون ہے؟تصوف کی دنیا میں تو سنی جاتی ہے قوالوں اور گوّیوں کی اوران کے منہ سے جو نکل جائے وہی درباری دنیا کا مذہب بن جاتا ہے''(ص12۔(

(16)''شہباز قلندر۔ہم نے سچ مچ یہاں مستی کے مناظر دیکھے۔ زائرین مرداور عورتیں کمرہ نما برآمدوں اور ایک بڑے سے ہال میں لیٹے ہوئے تھے ایک جگہ مستی لانے والی اشیاء کے کش لگ رہے تھے۔۔اس دربار کی یہ انفرادیت ہے ہر شام دربار کے دروازے پر ڈھولکیوں کی تھاپ پر خوب دھمال ہوتی ہے تب مرداور عورت کا کوئی امتیاز نہیں رہتا'' (ص130)

17۔چاچڑ وانگ مدینہ دسے تے کوٹ مٹھن بیت اللہ

ظاہر دے وچ بابا فریدن تے باطن دے وچ اللہ

(ص 155)

18۔۔''ڈیرہ غازی خان کے قریب لکھ داتا سخی سرور کا دربار ہے۔۔اسی دربار پر خوجہ اجمیری نے کہا تھا کہ

ہماری بت پرستی در حقیقت حق پرستی ہے

جو بخشی ہے رسول اللہ نے مدینہ جیسی بستی ہے

اور خواجہ صاحب نے فرمایا کہ قیامت تک آپ کے مزار پر راگ رنگ اور ڈھول بجتا رہے گا'' (ص 155)

19۔۔''بابا بگے شاہ۔ ملتان چونگی نمبر 14 پر ایک اور عیسائی ملنگ جو ہمیشہ ننگ دھڑنگ رہتا تھا اور اس کا ختنہ بھی نہیں تھا۔ عورتوں کو ننگی گالیاں ارشاد فرماتا لیکن تھا زمانے کا ولی۔ اس کے تھوک اور سگریٹ کے بچے ہوئے ٹکڑے پر عورتیں دیوانہ وار پل پڑتیں'' (ص 188)۔۔''لاہور میں گھوڑوں اور بلیوں والی سرکار تو موجود ہے جبکہ گجرات میں کانواں والی سرکار اور کراچی میں مگرمچھوں والی سرکار مگر یہ جوناخنوں والی سرکار ہے۔ گوجرانوالہ میں گاؤں کوٹلی مقبرہ میں دھوم دھام سے ان کا عرس ہوتا ہے۔ پیر صاحب نمودار ہوئے تو ارد گرد مرید ہو لئے۔۔صرف ایک ڈھیلی ڈھالی لنگوٹی باندھے ہوئے تھے پھر آپ نے لنگوٹی اُتار کر کندھے پر ڈال لی تقدس کے لباس میں اب پیر صاحب مادرزاد ننگے تھے۔

پھر پیر صاحب اپنے گندے، کالے سیاہ اور میل کچیل سے بھرے ناخن کو نمودار کیا انگوٹھے کا یہ ناخن کافی لمبا تھا۔ لوگ اس کی زیارت کر رہے تھے۔ حضرت سب پر گشت کر رہے تھے۔۔ایک عورت کو حکم دیا کہ ہاتھ لگائے بغیر کتوں کی طرح روٹی کھاؤ۔۔تب عورت زمین پر پڑی خشک روٹی کتے کی طرح کھانے لگی
(ص 211/210)

20۔''عضو مخصوص کی پوجا والا دربار۔ کمالیہ میں ایک مزار بنا دیا گیا ہے جہاں انسان کے عضو مخصوص کی پوجا شروع کر دی گئی ہے۔ یہ اعضاء وہاں لکڑی کے بنا کر رکھے گئے ہیں'' (ص 215و216)۔

21۔صدر ایوب خان بھی ایک ننگے پیر کا مرید تھا جو مری کے جنگلات میں رہا کرتا تھا اور اپنے معتقدین کو گالیاں بکتا تھا اور پتھر مارتا تھا۔ اس وقت کی آدھی کابینہ اور ہمارے بہت سے جرنیل اس کے مرید تھے'' (ص 221۔22)

22۔''ہمارے یہاں قلندر، قطب، غوث، داتا، ابدال، اور مجذوب ولی بنائے گئے اور مجذوبوں کے کپڑے اُتار دیئے گئے تو یہی چیز ہندوؤں میں ہمیں اس طرح ملتی ہے کہ ان کے ولیوں کو سادھو، سنیاسی، یوگی، گرو، اور باوا کہا جاتا ہے جو بالکل ننگے پھرتے ہیں ان کے ہاں پیشاب پینا تو معمولی بات ہے یہ تو اپنا پاخانہ گندگی اور غلاظت تک کھا جاتے ہیں۔ یہی کچھ درباروں پر ولی بننے کے لئے ہوتا ہے''(ص 92)

23۔میں جب اندر گیا تو دیکھا بابا نوواں والا الف ننگا اپنی حویلی میں گشت کر رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ بیگم ریحانہ سرور جو بینظیر بھٹو کی کابینہ میں وفاقی وزیرہ چکی ہے طرح طرح کی چیزیں بابا جی کے لئے اُٹھائے پہنچ چکی تھی۔ جس پر ہمیں باہر نکال دیا گیا۔ سوچنے کی بات ہے کہ اس ملک میں اس قدر جہالت ہے کہ جو اپنی آخری حدوں کو بھی پھلانگ چکی ہے۔ اس ملک میں یہ ایک ننگا بابا ہی نہیں کہ جس کی پوجا ہو رہی ہے بلکہ بے شمار ہیں نہ جانے کتنے قاتل اشتہاری جو کہ اپنا رُوپ بدل کر ایک دم ولائیت کی آخری منزل کو چھو چکے ہیں۔ کیونکہ صوفیاء میں الف ننگا ہونا ولایت کی آخری منزلوں میں سے ایک ہے جسے ''مجذوب ولی'' کہا جاتا ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ پاگل اور مجرم جب مرتے ہیں تو پھر عالی شان مقبرے بنتے ہیں اور پھر عرسوں کی صورت میں پوجا کا وہ دھندا شروع ہوتا ہے کہ جسے دیکھ کر یہ الفاظ بے ساختہ منہ سے نکلتے ہیں'' یہ مسلمان ہیں کہ جنھیں دیکھ کر شرمائیں یہود'' (ص 214)

مولانا امیر حمزہ صاحب بقول آپ کے'' یہ مسلمان ہیں کہ جنھیں دیکھ کر شرمائیں یہود'' اور'' یہ ایک ننگا بابا ہی نہیں کہ جس کی پوجا ہو رہی ہے بلکہ بے شمار ہیں نہ جانے کتنے قاتل اشتہاری جو کہ اپنا رُوپ بدل کر ایک دم ولائیت کی آخری منزل کو چھو چکے ہیں''۔ آپ کا مندرجہ بالا مستند اسلام۔ سرکاری مہر یافتہ اسلام۔ قومی اسمبلی سے منظور شدہ اسلام۔ مولویان کرام کا تصدیق شدہ اسلام۔ سجادہ نشین گدی نشین علماء و مشائخ کرام کا approved اسلام۔ جس پر کوئی کفر کا فتویٰ نہیں، کوئی گستاخی اسلام کا شائبہ نہیں، کسی ختم نبوت پر ڈاکے کا اندیشہ نہیں، کسی توہین، کسی شرم، کسی حیا کا کوئی خدشہ نہیں جس کے ساتھ کسی قومی اسمبلی، صوبائی اسمبلی اور سینٹ میں جانے، الیکشن لڑنے پر کوئی پابندی نہیں، وزیر اعظم بننے اور صدر بن کر مزے لوٹنے پر کوئی قدغن نہیں جس کی خوبصورتی یہ قرار پائی ہے کہ ''صوفیاء میں الف ننگا ہونا ولائت کی آخری منزل ہے۔ جس میں درباروں کے عرسوں پر قوالیاں سننا، دربار کے کچھوؤں، مگرمچھوں، بلیوں، کتوں اور کوّوں کو دانہ ڈال کر مرادیں مانگنا۔ چرس پینے والے ننگے ملنگوں سے گالیاں کھانا باعث برکت سمجھنا اور وہ دیگر تمام اعمال جو آپ نے اپنے سرکاری اسلام کے گنوائے ہیں۔۔۔ان تمام ہوش ربا جہالتوں کے ٹیلے پر کھڑے ہو کر فخر سے جماعت احمدیہ کو گالی دینا اور انہیں دعوت دینا کہ جتنی جلدی ہو سکے ہمارے ان چرسی بابوں کے پاس چل کر ہماری طرح ''زمین پر پڑی روٹی کتوں کی طرح کھاؤ'' بابے کی جوؤں یعنی مگرمچھوں کی خدمت کرو۔ بابے دھکے سے ڈنڈے کھاؤ۔ لٹن شاہ کے دربار پر چل کر ان کے عضو مخصوص کی پوجا کرو، اپنی عورتوں کو مجبور کرو کہ چھتن شاہ کے دربار پر حاضر ہو کر ان کی ننگی تصویر کو بوسے دو اور اس کے خالی پلنگ کے نیچے جا کر لیٹ جائیں، بابا ککڑ شاہ کے دربار کی راکھ میں چرس ڈال کر تناول فرماؤ اپنے بچوں کے گلے میں بیل جانوروں والی پنجالی ڈال کر دربار پر

حاضری دلواؤ۔مولانا یہ اسلام اوراس کی یہ برکات آپ کو بہت مبارک ہوں۔نہ ہمیں ان عقائد کے ساتھ قومی اسمبلی کی سیٹ چاہئے اور نہ ہی ایسی عزت چاہئے۔ہم تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جان کی طرح یہی جواب دیں گے کہ ہم بھی ایسی ہی حرکات کے مرتکب تھے کہ اللہ کی رحمت نے جوش مارا اوراس نے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے الٰہی وعدوں کے عین مطابق امام مہدیؑ کو مبعوث فرمایا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عاشق صادق نے ایک دفعہ پھر سے زندہ اسلام کا چہرہ دنیا کو دکھایا اور تمام بابے دھنکوں،ننگے پیروں اور جھوٹے تصوف سے ہماری جان چھڑائی۔آج ایک احمدی کو آپ کی تمام نفرتیں قبول ہیں تمام ظلم منظور ہیں مگر اسے رشک ہے کہ اللہ نے اسے امام مہدیؑ کی بیعت کرنے کی سعادت دی۔آج جماعت احمدیہ اسلام کی کیسی سچی تصویر کی امین بن کر اُبھری ہے کہ مخالف سے مخالف بھی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔مولانا عبدالماجد دریابادی ایڈیٹر صدق جدید خلیفہ مجاز مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی حکیم الامت ”قابل رشک ہے وہ احمدی یا قادیانی جس کا تمغہ امتیاز ہی خدمت قرآن یا قرآنی ترجموں کی طبع واشاعت کو سمجھ لیا جائے“۔(صدق جدید 26 دسمبر 1961ء)

جماعت کا شدید مخالف مولوی عبدالرحیم اشرف مدیر المنیر لائل پور:”ہر وہ چیز جو انسانیت کے لئے نفع رساں ہو اسے زمین پر قیام وبقا ہوتا ہے۔قادیانیت میں نفع رسانی کے جو جوہر موجود ہیں ان میں اوّلین اہمیت اُس جدوجہد کو حاصل ہے کہ جو اسلام کے نام پروہ غیر ممالک میں جاری رکھے ہوئے ہیں۔یہ لوگ قرآن کو غیر ملکی زبانوں میں پیش کرتے ہیں۔تثلیث کو باطل کرتے ہیں۔سیدالمرسلین کی سیرت طیبہ کو پیش کرتے ہیں۔ان ممالک میں مساجد بنواتے ہیں اور جہاں کہیں ممکن ہو اسلام کو امن وسلامتی کے مذہب کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں۔غیر مسلم ممالک میں قرآنی تراجم اور اسلامی تبلیغ کا کام صرف اصول”نفع رسانی“ کی وجہ سے قادیانیت کے بقا اور وجود کا باعث ہی نہیں ہے ظاہری حیثیت سے بھی اس کی وجہ سے قادیانیوں کی ساکھ ہے ایک عبرت انگیز واقعہ خود ہمارے سامنے وقوع پذیر ہوا 1954 میں جب جسٹس منیر انکوائری کورٹ میں علم دوراسلامی مسائل سے دل بہلا رہے تھے اور تمام مسلم جماعتیں قادیانیوں کو غیر مسلم ثابت کرنے کی جدوجہد میں مصروف تھیں۔قادیانی عین انہی دنوں ڈچ اور بعض دوسری غیر ملکی زبانوں میں ترجمہ قرآن مکمل کر چکے تھے اور انہوں نے انڈونیشیا کے صدر حکومت کے علاوہ گورنر جنرل پاکستان مسٹر غلام محمد اور جسٹس منیر کی خدمت میں یہ تراجم پیش کئے گویا وہ بزبان حال وقال کہہ رہے تھے کہ ہم ہیں وہ غیر مسلم اور خارج از ملت اسلامیہ جو اس وقت جبکہ آپ لوگوں ہمیں کافر قرار دینے کے لئے پر تول رہے ہو غیر مسلمانوں کے سامنے قرآن اُن کی مادری زبان میں پیش کر رہے ہیں۔“

(المنیر لائل پور 2 مارچ 1956ء صفحہ 10)

مشہور بریلوی مولوی مولانا ارشد القادری (ایڈیٹر جام نور) جمشید پور بھارت ”یورپ،ایشیا،امریکہ اور افریقہ کے جن ملکوں میں قادیانی جماعت نے اپنے تبلیغی مشن قائم کئے ہیں۔جن کے ذریعہ وہ منظم طریقے پر بنام اسلام اپنے مذہب کا پیغام اجنبی دنیا تک پہنچا رہے ہیں کام کی وسعت کا اندازہ لگانے کے لئے صرف ان کے نام پڑھیے:انگلینڈ،امریکہ،ماریشس،مشرقی افریقہ،مغربی نائیجیریا،انڈونیشیا، ملایا،اسپین،سوئٹزرلینڈ،ایران،فلسطین،ہالینڈ،جرمنی،جزائر غرب الہند،سیلون، بورنیو،برما،شام،لبنان،مسقط،پولینڈ،ہنگری،البانیہ،اٹلی،قادیانی جماعت کے تبلیغی سرگرمیوں اور دائرہ عمل کی وُسعتوں کا اندازہ لگانے کے لئے صرف اتنا معلوم کرنا کافی ہوگا کہ دنیا کی چودہ اجنبی زبانوں میں انہوں نے قرآن کریم کے تراجم شائع کئے ہیں ان کی فہرست ملاحظہ فرمائیے:انگریزی،ڈچ،جرمنی،سواحیلی،ہندی،گورمکھی، ملائی،فینسٹی،انڈونیشین،روسی،فرانسیسی،پرتگیزی،اطالوی،ہسپانوی

(جماعت اسلامی صفحہ 106۔107 نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور)

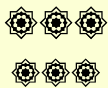
نوٹ:یہ 1977ء کی بات ہے۔

اوربقول مولانا نیاز فتح پوری مدیر نگار لکھنو:”اس وقت مسلمانوں میں ان (احمدیوں) کو بیدین وکافر کہنے والے تو بہت ہیں لیکن مجھے تو آج تک ان مدعیان اسلام کی جماعتوں میں کوئی جماعت ایسی نظر نہیں آئی جو اپنی پاکیزہ۔معاشرت۔ اپنے اسلامی رکھ رکھاؤ۔اپنی تاب مقاومت اور خوئے صبر واستقامت میں احمدیوں کی خاک پا کو بھی پہنچتے ہوں“۔

(ماہنامہ نگار لکھنو ماہ جولائی 1960ء صفحہ 117 تا 119)

احمدیت کی پاکیزہ معاشرت زندہ باد عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم زندہ باد

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اُس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے

جان و دلم فدائے جمال محمد است
خاکم نثار کوچہ آل محمد است 

❁❁❁
❁❁❁

کانگریسی علماء کا Confession statement اور اہل وطن کے لئے خطرے کی گھنٹی



تحریر: حامد صحرائی۔شیانگ چائنا

" اگر کسی کو شوق ہے تو مولوی فضل الرحمٰن کو میرے سامنے بٹھائے میں اسے اُلٹا کر کے سمجھاؤں گا کہ کل کے کانگریسی ملاں اور آسمیں کچھ فرق نہیں" یہ بیان ہے تحریک لبیک یا رسول اللہ کے سربراہ جناب ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب صاحب کا۔آپ نے 24 اکتوبر 2019 کو آزادی کشمیر یا آزادی مارچ کے نام سے سیمینار کیا اور اس میں سینکڑوں بریلوی علمائے دین کی موجودگی میں مولوی فضل الرحمٰن صاحب کے دھرنے اور جمیعت علمائے اسلام کی سیاست پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ" اگر کسی کو شوق ہے تو مولوی فضل الرحمٰن کو میرے سامنے بٹھائے میں اسے اُلٹا کر کے سمجھاؤں گا کہ کل کے کانگریسی ملاں اور آسمیں کچھ فرق نہیں۔جمیعت علمائے ہند کا جو کل کا ایجنڈا تھا آج وہی ایجنڈا پاکستان کے اندر ہندوؤں کی خوشنودی کے لئے اور کشمیریوں کا گلہ دبانے کے لئے یہ شخص لے کر آ گیا ہے۔ دیکھو مظفر آباد جا کر تقریر کرتا ہے اور مودی کو جواب سکھاتا ہے کہ اگر مودی نے کشمیر پر قبضہ کر لیا ہے تو کیا ہوا ہم نے بھی تو فاٹا پر قبضہ کر لیا ہے۔یہ وہی فضل الرحمٰن ہے جس نے مینار پاکستان پر کھڑے ہو کر نعرہ لگایا تھا کہ مستقبل کے حکمران طالبان طالبان۔یہ ہر لحاظ سے ملت کے لئے ملک کے لئے نقصان دہ لوگ ہیں جو گیٹ اپ بدل کر آ گئے ہیں"(یوٹیوب پر اس بیان کی پوری ویڈیو موجود ہے) کل شام ایک مہربان دوست نے یہ ویڈیو کلپ بھیجا اور اس پر تبصرہ کی درخواست کی۔کہ کیا واقعی جمیعت علمائے ہند والے دیوبندی حضرات کانگریسی ملاں ہیں؟ اور کیا واقعتاً یہ علماء تحریک آزادی پاکستان کے دوران ہندو اور کانگریس کی گود میں بیٹھے پاکستان اور قائد اعظم کو گالیاں دیا کرتے تھے۔خاکسار نے اسے بتایا کہ مجھے یہ تو پتہ نہیں کہ ڈاکٹر جلالی صاحب جو مولوی فضل الرحمٰن صاحب کو جو کانگریسی ملاں کہتے ہیں وہ ان کو الٹا کر کے یا سیدھا کر کے کیا سمجھائیں گے البتہ مجھے دیوبند انڈیا کی حالیہ دسمبر میں شائع شدہ ایک "ہڈ بیتی" یعنی Confession statement یاد آ رہی ہے وہ اس لئے بھی زیادہ معتبر ہونے کا درجہ رکھتی ہے کہ وہ جمیعت علمائے ہند کے علماء ہی کی تحریر کردہ ہے اور 70 سال ہندو سرکار اور گاندھی جی کے ہندوستان کو بھگتنے کے بعد یعنی سو جوتے اور سو پیاز کھانے کے بعد کا بیان ہے اس لئے سننے کے بھی لائق ہے اور عبرت پکڑنے کے بھی۔وہی پیش کئے دیتا ہوں۔

جمیعت علمائے ہند کا وہ گروپ جو آج کل دیوبند پر قابض ہے یعنی مولانا حسین احمد مدنی کی آل واولاد۔انہوں نے 2018 میں" دارالعلوم کی جامع ومختصر تاریخ'' شائع کی۔اور اس کے ص نمبر 388 پر اپنی کانگریس نوازی کو فخریہ انداز میں یوں تحریر فرمایا'' دوسری طرف علماء نے تقسیم ہندوستان اور نظریہ پاکستان کی زبردست مخالفت کی۔حالانکہ وہ اس میں کامیاب نہیں ہو پائے۔لیکن علماء متحدہ قومیت کی حمائیت کا سب سے اہم فائدہ یہ ہوا کہ ہندوستان ایک سیکولر اور جمہوری ملک بنا اور اس کے دستور نے ہندوستانی مسلمانوں کو برابر کا حق دیا۔

(دارلعلوم کی جامع مختصر تاریخ ص 388)

یہ تاریخ شائع ہونا تھی کہ خود دیوبند کا ہی دوسرا گروپ سامنے آ گیا اور انہوں نے اس تاریخ کے مقابلہ میں'' تاریخ کے قاتل'' کے نام سے اصلی تاریخ شائع کرنے کا اعلان کر دیا۔اپنی اس اصلی تاریخ میں وہ اس کانگریس نوازی اور اس کے خمیازے کا ذکر کرتے ہوئے ص 709 پر زیر عنوان'' خالص جھوٹ'' لکھتے ہیں

کانگریسی علماء نے ہندوستانی مسلمانوں کو کفار و مشرکین کے آدم خور پنجوں میں سونپ دیا ہے

'' آپ کو جھوٹ کا نمونہ دکھاتے ہیں آگے یہی پیراگراف درج ہے اور پھر لکھا ہے کہ'' اس ڈھٹائی سے جھوٹ بول رہے ہیں کہ شیطان بھی شرما جائے۔بات فقط دور حاضر کی نہیں ہندوستان میں مسلمانوں کو 1947 کے بعد ہی سے تعصب اور نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔تاریخ شاہد ہے گزشتہ 70 سال سے پورے ملک میں مختلف مقامات پر مسلمانوں کی جان و مال کو ہمیشہ تباہ و برباد کیا ہے۔افسوس تو اس بات پر ہے کہ جس عزت اور برابری کے حق کو فاضل مرتب ان علماء کی متحدہ کوششوں کا نتیجہ بتا رہے ہیں وہ حق اور عزت ہے کہاں؟ مقام افسوس ہے کہ جن علماء کو فاضل مرتب قوم کا سربراہ اور راہنما ثابت کر رہے ہیں حقیقت میں کیا واقعی انہوں نے امت کی راہنمائی کی ہے؟ کیا ایسا نہیں تھا کہ اپنی سیاست چمکانے کے لئے پاکستان کی مخالفت کرتے ہوئے اہل اسلام کے خلاف کانگریس و کفار کا ساتھ دینے والے یہ سیاسی علماء 9 کروڑ مسلمانوں کے مستقبل کو تاریک بنا رہے تھے۔آخر ان سیاسی علماء

کے پاس آزادی کے بعد مسلمانوں کے لئے کیا لائحہ عمل تھا؟ کچھ تھا ہی نہیں۔ بس انگریزوں سے آزادی مقصد تھا اور کچھ نہیں۔ مشرکین کے ماتحت مسلمان محکوم ہو کے رہے یہ تو ان سیاسی علماء کو منظور ہوا لیکن دنیا کے نقشے پر ایک مسلم ملک کا اضافہ اور مسلمان کی حکومت کا خیال ان کو فاسد اور غلط لگتا رہا۔ اُس وقت کی گئی ان کی غلطی آج ہندوستان کے 35 کروڑ مسلمان بھگت رہے ہیں۔ جن کی مثال ہم سب کے سامنے ہے۔ ہندوستان کا مسلمان اپنے ہی ملک میں بے بس ولا چار ہے۔ مائک پر آذان نہیں دے سکتے۔ گوشت نہیں کھا سکتے۔ قربانی نہیں کر سکتے۔ طلاق نہیں دے سکتے۔ ایک سے زیادہ شادی نہیں کر سکتے۔ سرکاری ملازمت نہیں کر سکتے۔ اپنے بچوں کو جن گن من جیسے بے مطلب اور بکواس ترانے سے محفوظ نہیں رکھ سکتے۔ داڑھی نہیں رکھ سکتے۔ بس اور ٹرین میں سفر کرتے ہوئے ڈر لگنے لگا ہے۔ ہندو اکثریت علاقے میں رہ نہیں سکتے۔ حتیٰ کہ آزادی اور اطمینان کے ساتھ دینی مدارس بھی نہیں چلا سکتے۔ کل ملا کر کچھ نہیں کر سکتے۔ تو کیا متحدہ کوششیں کرنے والے ان کانگریسی علماء کو یہ اندازہ نہیں تھا کہ 30 کروڑ ہندوؤں کے زیر اثر 9 کروڑ مسلمان کیسے محفوظ اور سکون سے رہ سکیں گے۔ یہ آبادی مستقبل میں بڑھ کر اور زیادہ فساد پیدا کرے گی۔ اور یہی ہوا آج 80 کروڑ ہندو اور 35 کروڑ مسلمانوں والا یہ ملک دنیا کی بد ترین بدامنی والی جگہ بن چکا ہے۔ سچائی یہ ہے کہ محمد علی جناح و دیگر دانشوران قوم کی مخالفت کرنے والے کانگریسی علماء نے ہندوستانی مسلمانوں کو کفار و مشرکین کے آدم خور پنجوں میں سونپ دیا ہے۔ جس کا نمونہ آپ سب کے سامنے روزانہ مرتے ہوئے بے گناہ معصوم مسلمان اور ان کے بچے ہیں۔'' (تاریخ کے قاتل ص 709 تا 711)

محترم آپ جن کفار کا ساتھ دے رہے ہیں یہ کبھی اہل ایمان کے وفادار نہیں ہو سکتے

اس سے قبل ہندوستانی مسلمانوں کی حالت زار بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ'' ہر عشرہ میں ملک کے کسی نہ کسی حصہ میں مسلم کش فساد کا ہونا ایک لازمی امر ہے۔ 60 کی دہائی میں ہونے والا جبل پور فساد ہو یا اس کے بعد آسام میں مسلمانوں کا قتل عام۔ پھر 2002 کا گجرات ہو یا 2013 کا مظفر نگر۔ مسلمانوں کا خون اس ملک کی سڑکوں کو ہمیشہ لال کرتا رہتا ہے۔ اور آج تو یعنی 2018 میں کون ہے جو ہندوستان میں مسلمانوں کے محفوظ ہونے کا دعویٰ کر سکے۔ گلی، محلے کھیت، بازار، بس، ٹرین، کہیں بھی کبھی بھی ہندو شر پسند کبھی کسی مسلم کی داڑھی کاٹ دیتے ہیں، کبھی کسی کو پیٹ کر مار ڈالتے ہیں اور کبھی بھارت ماتا کی جے بولنے کے لئے اذیتیں پہنچاتے ہیں اسی دن کے لئے علامہ عثمانی نے مولانا مدنی سے کہا تھا کہ ''محترم آپ جن کفار کا ساتھ دے رہے ہیں یہ کبھی اہل ایمان کے وفادار نہیں ہو سکتے''۔ بہر حال قیادت کے شوق میں مولانا حسین احمد مدنی نے کفار کی جماعت کانگریس کا ساتھ دیا اور اسی قیادت اور لیڈری کے شوق میں مولانا حسین احمد مدنی کے بعد ان کے فرزند ارجمند مولوی اسعد مدنی نے بھی اسی مزاج کا مظاہرہ کیا جو اقتدار کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہتا۔

(تاریخ کے قاتل ص 156)

ذلالت وعیاری کی آخری حد سے گزرنے والی ملت خور بزرگان کی ٹولی

مفتی عکاشہ صاحب ان جمیعت علمائے ہند کے ان کانگریسی علماء کی نوحہ خوانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں

'' مولوی اسعد مدنی ہوں یا مدنی خاندان کے دیگر افراد سب کی ذہنیت یہی ہے کہ اپنے مقابل کسی دوسری جماعت یا تنظیم کو کھڑا نہ ہونے دیا جائے۔ اس لئے ابتداء ہی سے مسلم مجلس مشاورت کی مخالفت میں مولوی اسعد مدنی نے ذلالت وعیاری کی آخری حد سے گزرنے میں بھی گریز نہیں کیا۔ جھوٹ، الزام تراشی، بہتان، فریب ہر حربے کا استعمال کیا فقط اپنی سیاست چمکانے کے لئے'' ص 317

جمیعت علمائے ہند نے آزادی آزادی کے بے سود نعرے لگا کر مشرکوں کے ماتحت مسلمان کو یتیم قوم بنا دیا

پھر یہ جو جمیعت کے علماء آزادی کے ہیرو بننے کے نعرے لگاتے پھرتے ہیں اس کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

'' جمیعت علمائے ہند کے آزادی آزادی والے بے سود نعرے سے ہندوستانی مسلمانوں کو کیا حاصل ہوا۔ کفار و مشرکین کی حکومت میں اہل ایمان کے حقوق کی پامالی یقینی امر ہے یہی ہونا تھا اور یہی ہو رہا ہے۔ آخر کیا سوچ کے پاکستان کی مخالفت کی تھی اور اگر مخالفت کی تھی تو اس کے متبادل کی غرض سے ہندوستانی مسلمانوں کے مستقبل کی فکر کرنی چاہئے تھی۔ اب ہم کہاں جائیں؟ کس سے فریاد کریں؟۔ جمیعت علمائے ہند کے لیڈران، قوم کے مصنوعی ہمدرد۔ ملت خور بزرگ کی ٹولی بالکل خاموش ہے۔ پچاس پہلے علامہ عامر عثمانی کہہ گئے ہیں'' ابنائے وطن حکومت الہیہ کی تاسیس اور اعلائے کلمۃ الحق کے لئے آزادی نہیں مانگ رہے تھے ان کا مقصود اپنی پسند کی ایک غیر اسلامی حکومت بنانے کے سوا کچھ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ پھر کیا سن سنتالیس سے پہلے جب پورا ملک مطلوبہ آزادی کا ترانہ گا رہا تھا علمائے جمیعت نے کوئی مصرعہ اس میں ایسا بھی شامل کیا تھا جس سے یہ ظاہر ہوتا کہ آزادی حاصل کرنے کے بعد وہ کسی ایسی حکومت پر راضی نہیں ہوں گے جس میں اسلام کا درجہ بس ایک یتیم کا ہو اور

مسلمانوں کی حیثیت ان درویزہ گروں کی سی ہو جن کے لیل ونہار حقوق کی بھیک مانگنے ناانصافیوں پر واویلا کرنے دستور کی دہائی دینے اور اپنی بے بسی پر ہاتھ پیٹنے میں کٹتے ہیں'' آج کا مسلمان ہی نہیں بلکہ 70 سالوں سے اس ملک میں مسلمان اپنے حقوق کی بھیک مانگنے ناانصافیوں پر واویلا کرنے دستور کی دہائی دینے اور اپنی بے بسی پر ہاتھ پیٹنے کے علاوہ کر ہی کیا رہا ہے۔سوچیں کہ دیوبند جیسی مرکزی اور علمی بستی اس قدر پستی کا شکار ہو چکی ہے کہ اس درجہ سفاک وعیار شخص کو کیسے بے سود و بے وقعت امیر الہند اور قائد ملت کے خطاب سے یاد کیا جارہا ہے''

(تاریخ کے قاتل ص318/319)

مولانا فضل الرحمٰن صاحب اور ان کے فرقے کے دیگر علماء سارے جہان کو انگریز کے ایجنٹ، اس کے ایجنٹ اُس کے ایجنٹ قرار دیتے نہیں تھکتے اور خود کو آزادی ہند کے خودساختہ واحد چیمپین کے تمغے سے نوازتے ہیں۔آج بھی مولوی فضل الرحمٰن صاحب اسلام آباد کے دھرنے میں پیلی پگڑی باندہ کر قوم کو بتا رہے تھے کہ اس نے کشمیر ہندو کو بیچ دیا تو اس نے اسلام سکھ کو گروی کر دیا وغیرہ وغیرہ۔ مگر روز روشن کی طرح کی حقیقت یہی ہے جو کہ جمیعت علمائے ہند ہو یا جمیعت علمائے اسلام پاکستان ان کانگریسی ملاؤں نے لائن کے اس پار والے مسلمانوں کی جمیعت کو توڑا تو اُس پار والوں کو ہندو مشرک کے خونی پنجوں میں ڈال دیا۔'' اپنی سیاست چمکانے کے لئے پاکستان کی مخالفت کرتے ہوئے اہل اسلام کے خلاف کانگریس وکفار کا ساتھ دینے والے ان سیاسی علماء نے کروڑ مسلمانوں کے مستقبل کو تاریک بنا دیا''

یار دوست سوشل میڈیا پر مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی ہندوستانی سرکاری گماشتوں کے ساتھ خفیہ تصاویر شیئر کرتے نظر آرہے ہیں یہ نہ ہو کہ کچھ عرصہ بعد ہم بھی روتے ہوئے مفتی عکاشہ صاحب کی طرح کی جمیعت علمائے ہند کے پاکستانی چیپٹر کے بارے میں کوئی confession statement دے رہے ہوں



قوم کیا چیز ہے قوموں کی امامت کیا ہے
اس کو کیا سمجھیں یہ بیچارے دو رکعت کے امام!



پاکستان کے دشمن علمائے سُو

جب سے پاکستان بنا ہے یہ کانگرسی پالتو اپنی بدتمیزی میں جانوروں کو بھی پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ہندو آقا کے ساتھ ملکر ہمیشہ پاکستان کو نقصان پہنچاتے رہے ہیں۔ان کی ساری زندگی پر نظر ڈالیں تو وہ میر جعفر اور میر صادق سے بھی گھناؤنی حرکتیں کرر ہے ہیں ہے۔ان کی ذاتی زندگی کا عوام الناس کو خوب پتہ ہے۔ اور جہالت کے پیش نظر عوام کل انعام یہی اسلام سمجھ بیٹھے ہیں۔کیونکہ اصل دین سے نہ یہ خود واقف ہیں اور نہ عوام کو، اور یہی علم دین جوان کو دیوبند یا بریلی کے مدرسوں سے ملا ہے۔جس طرح مولانا سمیع الحق کو ایک لونڈے نے قتل کیا۔قاضی حسین احمد خود لونڈے بازی میں ستارہ خدمت لے چکا اور جیل کاٹی۔حمداللہ بدکردار بکواسی، عبدالقوی قندیل بلوچ کا عاشق زار، مولانا طاہر اشرفی غنڈہ بدمعاش، کس کس کا نام لکھوں۔ حج اسکینڈل کے سربراہ، پارلیمنٹ ممبران، زرداری، شریف، یہ تو اس بد نصیب قوم کے لیڈر ٹھہرے۔اور علمائے سُو کے کردار سے ویسے ہی ساری قوم کو گھن آتی ہے۔یہاں تو تانی ہی بگڑ چکی ہے۔ہر شہر میں اسلام کے نام پر کنجر خانے آباد ہیں، مساج سنٹر بارونق ہیں۔مدرسوں میں یہی کچھ ہو رہا ہے۔پنجاب اور سرحد کی جیلوں میں ہزاروں باریش لونڈے بازی کے مجرم جیلوں میں بند ہیں۔ اسلام آباد اور مسلمانوں کا ریکارڈ دیکھیں، لعنت ڈال رہے ہیں ایک راست باز جماعت پر۔ جو بڑے صبر سے ان یزیدی ٹولے کے بنائے ہوئے بدبودار قوانین کا بڑی جرات سے سامنا کر رہی ہے۔یہ جماعت ساری دنیا کے 215 ممالک میں اصل اسلام پھیلا رہی ہے۔قرآن کے تراجم اُن ممالک کی بڑی زبانوں میں کر کے پھیلا رہی ہے۔انسانی حقوق کے لئے پینے کا پانی، کنواں، ٹیوویل، روشنی، تعلیم، مدرسے اور کالج بنا رہی ہے۔اس قوم کا معیار یہودیوں مل چکا ہے اور جماعت احمدیہ حقیقی اسلام کی نمائندگی کا سارے ممالک میں حق ادا کر رہی ہے۔یہ خبیث اپنے ہی بھائی بندوں کو قتل کرر ہے ہیں۔اپنے ہی مادر وطن کو لوٹ رہے ہیں۔

اسلام کو ساری دنیا میں بدنام کرر ہے ہیں۔میں تو کہوں گا کہ یہ کانگرسی ملاں اور ان کے چیلے چانٹے قائداعظم کو کافر کہنے والوں کو عقل دینے کی ضرورت ہے۔یا انکو جیل میں رکھنے کی ضرورت ہے۔حکومت کو چاہیئے کہ اپنا قبلہ سیدھا کرے۔کسی بھی ملعون کو کسی پر بھی لعنت ڈالنے کی جرات نہ ہو۔ایہڈے مختون مسلمان۔



لعنتوں کا موسم



تحریر: چوہدری اعجاز احمد مانگا

آج کل وطن عزیز میں لعنتوں کا موسم چل رہا ہے۔ ہر کسی کو جلدی ہے کہ وہ یہ نایاب تحفہ جلدی سے جلدی اپنے بھائی کے گھر تک پہنچا دے۔ داڑھی والے ہوں یا ساڑھی والے، اپنی اپنی اوقات اور اپنی اپنی بساط کے مطابق اس میں حصہ ڈالے چلے جا رہے ہیں۔ آنکھیں بند، سر نیچے اور منہ کھلے ہوئے ہیں۔ کیا ہی کمال کا موسم پایا ہے میرے وطن نے۔ مولوی خادم حسین رضوی صاحب جناب حنیف قریشی صاحب پر لعنت ڈال رہے تھے تو مولوی منظور مینگل صاحب مولانا طارق جمیل صاحب پر لعنت ڈال رہے تھے، مولوی خورشید صاحب فخر سیالکوٹ جناب مولوی فضل الرحمٰن صاحب پر لعنت ڈال رہے تھے تو ڈاکٹر اشرف جلالی صاحب سارے کانگریسی ملاؤں پر لعنت ڈال رہے تھے۔ مولانا عبدالغفور حیدری صاحب دھرنے کے مقدس سٹیج پر بیٹھے یہ سب سن رہے تھے چنانچہ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ عمران خان وزیر اعظم پاکستان ابوجہل ہے اور اس کی یہ حکومت اور پارٹی دجال ہیں اور پھر لعنت کا مقدس تحفہ اس دجال اور ابوجہل کو واپس بھجوا دیا۔ اب حکومتی حاشیہ نشین بلکہ بقول رؤف کلاسرا صاحب حکومتی طبلچی پریشان تھے کہ اب اس لعنتوں بھرے ٹوکرے کا یہ تحفہ ہم کس کی درگاہ پر پہنچا کر اپنے خان کے حضور سرخرو ہو سکتے ہیں تو ایسے میں ریحام خان صاحبہ کے ڈالے ہوئے بدبودار کیچڑ سے تازہ تازہ منہ دھو کر آنے والی زرتاج گل صاحبہ اور اسلام آباد کی بھینسوں والے دہشت گرد سے جان چھڑا کر بھاگے ہوئے اعظم سواتی صاحب کو راستے میں مفتی کفائت اللہ صاحب نے گھیر لیا۔ اب اس سے پہلے کہ وہ آپ کو مزید لعنتوں کی جلیبی کھلاتے آپ نے اپنی سابقہ لعنتوں والی بریانی کی اُلٹی یعنی قے جماعت احمدیہ کی مسجد میں جا کر کر دی اور اپنا معدہ مزید لعنت کھانے کے لئے خالی کر دیا۔ اب ہمارے کچھ معصوم احمدی بھائی ناراض ہیں کہ یہ چوول اپنی قے کہاں پر پھینک گیا ہے تو پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں آپ ﷺ کے زمانے ہی سے بدو ایسی ہی حرکات کرتے تھے۔ نبی پاک ﷺ انہیں سونے کے لئے بستر ادیتے تو یہ اس میں پیشاب کر جاتے اور مسجد میں رہنے کے لئے جگہ دیتے تو اس میں پاخانہ کر جاتے اس لئے اپنا اپنا نسب ہے اور اپنا اپنا ظرف ہے۔ سو تم دنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو۔

ملعون لیڈرز

تحریر: طاہر احمد بھٹی

پاکستان تحریک انصاف کے وفاقی وزیر اعظم سواتی نے ایک ٹی وی چینل کے لائیو پروگرام میں بلا وجہ اور بلا اشتعال، صرف ایک مفتی کفایت اللہ کو شٹ اپ کروانے کے لئے بلا جھجک اور بے دھڑک جماعت احمدیہ پر لعنت بھیج دی اور اپنے موقف کو مضبوط اور مستند بنانے کے لئے ساتھ وزیر اعظم کو بھی شامل کر لیا۔ اور جب یہ آفیشل اور سرکاری کھچ ماری جا رہی تھی تو سکرین پر سرکردہ اینکرز مالک صاحب اور مہر عباسی بھی منہ میں گھنگھنیاں ڈالے بیٹھے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ اگر ہماری نظر میں اعظم سواتی کی کوئی مذہبی یا روحانی حیثیت ہوتی، یا وزیر موصوف کی ذات سے خدا شناسی، خدا ترسی اور خدا رسیدگی کے کچھ دھاگے اُلجھے ہوتے تو یقینی بات ہے کی ان کے منہ سے یہ الفاظ سن کر فکر بھی لاحق ہوتی، اور احمدیوں کو اس کے تدارک کی بھی فکر ہوتی لیکن اعظم سواتی کی پیدائش سے بھی پہلے اس نوعیت کے اعلیٰ اوصاف پاکستان کے سیاسی، سماجی اور معاشرتی اُفق سے رُخصت ہو چکے ہیں اور اپنی جگہ تاریک، نیم تاریک، مٹیالے اور ملگجے رنگ چھوڑ گئے ہیں جن میں سے نہ دن کو سورج کی روشنی پوری طرح گزر کے آ سکتی ہے اور نہ راتوں کو چاندنی کو رستہ ملتا ہے کہ وہ بلا روک ٹوک اس سرزمین کو نور بخشنے آ سکے۔ بقول شاعر،

جو ابر ہے سو وہ اب سنگ و خشت لاتا ہے
فضا یہ ہو تو دلوں میں نزاکتیں کیسی؟

اندریں حالات معاشرے کی اکثریت کے پاس ٹامک ٹوئیاں ہی بچتی ہیں سو وہ جتنی مرضی مار لیں۔ سمت کا تعین، راستے کا ادراک اور منزل سے شناسائی ایسے مسافروں کا نصیب نہیں ہوتی۔ اور دکھ یہ ہے کہ یہ سر پٹختا اور ٹھوکریں کھاتا ہجوم ہمارے ہم وطنوں پر مشتمل ہے اور ان کی سربراہی کرنے والے کوّے اور چیلیں ہیں اور عربی کے زمانہ جاہلیہ کے ایک شاعر کا سماجی شعور بھی اتنا روشن تھا کہ وہ یہ بات کہتا تھا کہ، اگر کوے اور گدھ تمہارے راہنما ہوں گے تو وہ ضرور تمہیں مردار تک پہنچا دیں گے، کیونکہ ان کی منزل ہی مردار ہیں۔ مفتی کفایت اللہ اور دیگر ملاں تو اس زمانے میں طے شدہ گدھ ہیں جو اوّل معاشرے کی انسانی اور سعید قدروں کو موت تک پہنچا کر پھر اس مردار خوری سے اپنی زندگی کشید کرتے ہیں۔ اور ان گدھوں کے رابطہ کار، سہولت کار اور بعض اوقات ان کے سپورٹر اور سپوکس پرسن وہ سیاستدان، وہ صحافی اور وہ دانشور ہوتے ہیں جو اپنی سروائیول اور نمود کا رس ان گدھوں اور مرداروں سے کشید

کرتے ہیں۔بات مزید آگے بڑھانے سے قبل قارئین کو اپنے ایک مرحوم اور غیر معروف شاعر دوست ارشد طارق کا ایک شعر سنادوں، جو کوئی پچیس برس قبل ان سے سنا اور آج یہ سطور لکھتے ہوئے برمحل ہونے کی وجہ سے اچانک حافظے میں تازہ ہو گیا۔

گدھ کی چونچ پہ جب خون شہر دیکھا تھا
چشم حیراں نے کئی بار، ادھر دیکھا تھا

یہ بات درست ہے کہ وہ بیان چونکہ حکومت کے ایک وفاقی وزیر کا تھا اور اس میں وزیر اعظم کا نام لے کر ساتھ شامل کیا گیا ہے اور مین سٹریم میڈیا کے مشہور اینکرز کے سامنے وہ بات کی گئی ہے اس لئے سماجی اور سیاسی ریکارڈ کی خاطر جماعت احمدیہ پاکستان کے ترجمان سلیم الدین صاحب نے اپنے ٹویٹر ہینڈل سے اس پر تشویش اور اس کی تردید بھی کی ہے اور دیگر شرفاء کو بھی اس پر تشویش ہے لیکن آپ سے سیاسیات اور سماجی تاریخ کے طالبعلم بھی تو پوچھتے ہیں کہ جناب آپ کو لعنت کے لفظ کا شعور بھی ہے کہ نہیں؟ دوسرے یہ کہ ناکامی و نامرادی اور سماجی ابتری اور معاشی بدحالی کو آپ کس کھاتے میں شمار کرتے ہیں؟ تعلیمی پسماندگی، صحت اور سلامتی، معاشرتی امن، سیاسی عدم استحکام، ریاستی طور پر متزلزل خودمختاری اور ادارہ جاتی بدنظمی اور بدحالی کو آپ کس مد میں شمار کرتے ہیں؟ اسی طرح حقوق انسانی کی عدم فراہمی، آئین و قانون کی مثالی پائمالی، گلی کوچوں میں پائے جانے والے عام طور پر احساس عدم تحفظ اور مستقبل کا خدشات اور خطرات کی دھند میں غائب ہو جانا یہ ایک معاشرے اور ملک کے لئے کیا ہوتا ہے؟ اس کے علاوہ بے شمار اشارئیے ہیں جو ایک جاری تنزل اور بڑھتی ہوئی بدحالی پر دلیل ہیں۔ان تمام اقسام کی لعنتوں کی کشتی میں بیٹھ کر بلکہ لعنت کے پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر ایک ایسی جماعت پر لعنت ڈالنا جس کی تعلیمی حالت مثالی ہے جنہوں نے صحت کی سہولتوں کا بین الاقوامی معیار کا بندوبست اپنے طور پر کر رکھا ہے۔جن کی معیشت دنیا کے کسی ملک میں بھی مقروض اور دوسروں پر انحصار کرنے والی نہیں ہے۔جن کی معاشرت مثالی سطح کی پرامن ہے۔

جن کا منظم ہونا بین الاقوامی فورمز پر رشک سے دیکھا جاتا ہے۔جن کی لیڈر شپ ان کی اجتماعی خوبیوں کی آئینہ دار یعنی درحقیقت، امامکم منکم کی حقیقی مصداق ہے۔اور جن کا تعلق باللہ اور توکل علی اللہ آپ کی سرحد ادراک سے آگے واقع ہے ایسی جماعت پر لعنت بھیجنے کے لئے آپ جیسی سطح جہالت اور بے حس قیادت اور قابل مذمت شقاوت ہی درکار ہے، اور آپ ان اوصاف سے مالا مال ہیں۔یہ کیفیاتی، احساساتی اور نظریاتی جواب تھا جو آپ کو نہیں بلکہ آپ کی وجہ اور حوالے سے پاکستان سے تعلق رکھنے والے دنیا بھر میں موجود سعید الفطرت طبقے کی سہولت کے لئے لکھا گیا ہے کہ ان کے حافظے میں رہ جائے۔اور خدا تعالی کی آئیندہ میں ظاہر ہونے والی رحمتوں اور لعنتوں میں فرق کرنے کے لئے مددگار ہو۔اور آج کے مضمون کا عنوان میں نے بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے ایک اقتباس سے لیا ہے

جس میں آپ اپنی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ، تم دنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو کہ یہ دن کو رات نہیں کر سکتی، البتہ خدا کی لعنت سے ڈرنے کے لئے کہا کہ وہ جس پر پڑے اس کی دونوں جہانوں میں بیخ کنی کر دیتی ہے۔

سواتی صاحب آخر پہ آپ اور قارئین کے لئے وضاحت کر دوں کہ از رُوئے لغوی مفہوم لعنت خدا سے دوری کا مفہوم اپنے اندر رکھتے ہیں اور اہل خدا کو زیبا ہے کہ وہ دنیاوی بے اختیاری کی حالت میں کسی ظلم وستم سے ستائے جائیں تو اپنی بے اختیاری اور بے بسی میں خدا تعالی سے استمداد اور اس کے قہر کو اپنی کمزوری کی ڈھال بنا کر اپنے مخالفوں کے لئے مانگیں۔آپ اور مفتیان و عالمان پاکستان خود صاحب اختیار، فتنے اور شر کے تمام ہتھکنڈوں سے لیس اور خدا شناسی اور خدا ترسی سے کوسوں دور ہیں۔آپ لعنت ڈالنے کے لئے کوالیفائی نہیں کرتے۔البتہ لعنت کا مصداق بننے والوں کی میرٹ لسٹ میں آپ جیسوں کا نام پہلے دوسرے کالم میں ہی مل جائے گا۔

مجھ کو پردے میں نظر آتا ہے اک میرا معین
تیغ کو کھینچے ہوئے اس پر کہ جو کرتا ہے وار

آپ کا خط

بخدمت مکرم ومحترم رانا عبدالرزاق خان صاحب مدیر ''قندیل حق'' انٹرنیشنل لندن

السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یقیناً آپ اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم سے بخیریت ہونگے۔گذشتہ دنوں آپ مکرم نے جو رسالہ قندیل حق عطا فرمایا تھا، اس رسالے پر جہاں بھی نظر پڑتی تھی بقول فارسی شاعر'' کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجا است۔'' دین و ادب کا خیاباں ہے۔ہر مضمون اُچھوتا رنگ لئے ہوئے ہے۔جیسا کہ کسی فارسی شاعر کا مصرعہ ہے۔''ہر گلِ را رنگ و بوئے دیگر است''۔بہرحال عبدالسلام طاہر صاحب کا ایک چھوٹا سا مضمون اور مکرم ومحترم حافظ مظفر احمد صاحب کا مضمون دربارہ مقدمہ درہائی کورٹ، مکرم اصغر علی بھٹی کے مضامین بھی زیرمطالعہ آئے خوب تھے۔اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے تمام معاونین کو دین و ادب کی خدمت کے لئے مناسب حال عزم و ہمت عطا فرمائے۔آمین۔آپ کی دونوں قندیلوں کو دیکھ کر بے ساختہ طور پر درج ذیل قطعہ موزوں ہو گیا ہے۔قطعہ۔

لگ جائیں چار چاند قندیلوں کو آپ کی۔ماحول جگمگا اُٹھے تا اُن کے نور سے
''حق وادب'' کی روشنی دلکش ہو اسقدر۔لوگوں کے دل جو کھینچ لے نزدیک و دُور سے

والسلام خیر اندیش عبدالسلام اسلام



لعنتوں کی نئی برکت اور دیوبندی سنجیدہ علماء کی پریشانی

تحریر اصغر علی بھٹی۔ نائیجر مغربی افریقہ

دیوبندی دنیا کے اُبھرتے ہوئے ستارے جناب منظور احمد مینگل صاحب رنگا رنگ بیانات سے سوشل میڈیا کی مذہبی دنیا میں آنا فاناً چھا گئے ہیں۔ آپ کا دیوبندی علماء کا احمدیوں مربیان سے منہ کالا کروانے والے بیان۔ کے آفٹر شاک ابھی ختم نہیں ہوئے تھے کہ آپ نے درس القرآن دیتے ہوئے دیوبندی مدرسوں کے ہوسٹلز کے باتھ رومز میں علماء کے مردانہ کارنامے، کھسرے اور ہوموسیکس پر ایک انتہائی بے ہودہ بیان داغ دیا۔ اپنے پرائے سب حیران تھے کہ بولیں تو کیا بولیں لیکن آپ تھے کہ جیسے نہ رُکنے کی قسم کھائی ہوئی ہو۔ فوراً ہی اپنے ہی فرقے کے ایک پٹی بند بھائی مولانا طارق جمیل کے دورہ آسٹریلیا اور وزیر اعظم عمران خانصاحب کے تعلق کو لے کر مولانا طارق جمیل کو، چند ٹکوں پر بکنے والا درباری ملاں قرار دے دیا بلکہ ان کے بارے فرمادیا کہ مجھے تو اس کے ایمان یعنی مسلمان ہونے پر بھی شک ہے۔ ایک ہاہا کار مچ گئی مگر مولانا مینگل کہاں رُکنے والے تھے سیدھے مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے کنٹینر پر جا چڑھے اور پھر جو انہوں نے مولانا طارق جمیل صاحب کے لتے لئے اُف خدا پناہ۔ تمسخر اور استہزاء کی تمام اصناف واشکال سے خوب انصاف کیا۔ جب کسی کو ذلیل کرنے کا چسکا تعلیم وتربیت میں شامل ہوجائے تو وہ پھر یہ نہیں دیکھتا کہ سامنے اس کا اپنا باپ ہے یا کہ دشمن کا باپ۔ مولانا منظور احمد مینگل صاحب جنہوں نے آج تک کسی کی پگڑی کو نہیں چھوڑا وہ بھلا مولانا طارق جمیل صاحب کو کہاں چھوڑنے والے تھے نے ایک قدم مزید آگے بڑھایا اور اب تان اس پر ٹوٹی ہے کہ مولانا طارق جمیل صاحب کو اپنے مسلمان ہونے کا ثبوت پیش کرنا ہوگا اور ثبوت پیش کرنے کے لئے قرآن وحدیث سے یا کسی اچھے عمل سے یا کلمہ حج روزہ زکوٰۃ سے ثبوت نہیں دینا بلکہ احمدیوں پر لعنتیں ڈال کر اپنے مسلمان ہونے کا ثبوت دینا ہوگا۔ تو یوں گویا مارکیٹ میں لعنت کی ایک نئی برکت متعارف کروادی کہ مسلمان اور مومن ہونے کے لئے کوئی فجر کے وقت بستر چھوڑ کر ٹھنڈے پانی سے وضو کر کے مسجد جانے کی ضرورت نہیں، اپنے قیمتی سرمایہ سے زکوٰۃ نکالنے کی بھی ضرورت نہیں بلکہ کلمہ پڑھنے کے لئے زبان ہلانے کی بھی ضرورت نہیں۔ لیجئے نام شیطان کا اور صبح منہ نہار بغیر منہ دھوئے قادیان کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوجایئے اور اپنے منہ سے گندے گندے لعنتوں کے تبرّے جماعت احمدیہ پر بھیجئے اور اپنے معدے اور تربیت کے سارے گند کو اپنے پھیپھڑوں کا سارا زور لگا کر جماعت احمدیہ اور قادیان کی بستی پر پھینکئے اور مطمئن ہوجایئے۔ آپ کی مسلمانی پکی۔ یہ ہے وہ لعنتوں کی نئی برکت اور اپنی مسلمانی کا ثبوت پیش کرنے کی نئی ''حدیث'' یا نئی تکنیک جو مولانا منظور احمد مینگل صاحب دیوبندی عالم دین کی طرف سے پاکستان کی مذہبی مارکیٹ میں دوران ماہ لانچ کردی گئی ہے۔

حیرت سے سوچتا ہوں کہ یہ دیوبندی مسلمان بھائی بھی دنیا کی ایک عجیب مخلوق ہیں جو مشرکوں کے گلے میں پھولوں کے ہار اور مسلمان بھائیوں کو لعنتوں کی پھٹکار ڈالتی ہے۔ مسلمان بھائیوں کو بات بہ بات گستاخ رسول قرار دیتے ہیں اور مشرکین کو کہتے ہیں اگر ختم نبوت نہ ہوگئی ہوتی تو گاندھی بھی نبی اللہ ہوتے۔ کلمہ گو احمدیوں کو سلام کہنے پر تین سال کے لئے جیل بھجواتے ہیں اور مشرکین کو رسول السلام کہتے ہیں اور ان کے غریق رحمت ہونے کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔

کوئی کلمہ گو احمدی کسی مسجد میں داخل ہوجائے تو دور کی بات ہے اپنی عبادت گاہ کو صرف زبان سے مسجد کہہ دے تو بھی تین سال کے لئے کال کوٹھڑی میں بند کروادیتے ہیں جب کہ مشرکین کو مکمل اور پورے احترام سے مسجدوں کے اندر منبر رسول پر بٹھا کر ان کے قدموں میں بیٹھنا سعادت گردانتے ہیں۔ ظلم تو یہ ہے کہ ایک صدی پہلے پیدا ہونے والے اس فرقہ نے کسی دوسرے فرقے اور کسی دوسرے فرقے کے عالم دین کو نہیں چھوڑا۔ فتویٰ لگانے، کافر بنانے اور یہود وہنود کا ایجنٹ قرار دینے میں ان کا کوئی ثانی نہیں۔ اور لعنتیں ڈالنے کی تو انہیں اتنی جلدی کہ کئی دفعہ اس جلدی میں اپنے ہی بزرگوں پر بھی لعنت ڈال جاتے ہیں وہ تو بعد میں پتہ چلتا ہے کہ کسی شریر نے ان کی اس کمزوری کا فائدہ اُٹھا کر ان کو نام بتائے بغیر، ان کے کسی اپنے ہی بزرگ کا قول پیش کردیا تھا۔ جواب حسب معمول فٹ سے فتویٰ کی شکل میں آیا کہ یہ قول گستاخانہ ہے، توہین رسول ہے، اس کو چاہئے فوری توبہ کرے معافی مانگے ورنہ وہ اہانت رسول کا مرتکب ہوگیا نکاح فسخ ہوگیا ہے اور اپنے انجام کی فکر کرے۔ چند سال قبل بریلوی مسلک کے ایک کسی نوجوان مولوی نے مولوی رشید گنگوہی صاحب کی وفات پر لکھا جانے والے مرثیہ کے کچھ اشعار دیوبندی علماء کو بھیج کر پوچھا کہ ایسی بات کہنے والے کے بارہ میں علماء کیا کہتے ہیں

اھل اھواء کی زبان پر ہے کیوں اعل ہبل

شائد کہ دنیا سے کوئی اُٹھا ہے بانیٔ اسلام کا ثانی

جواباً کفر و گستاخی کی اعلیٰ ترین ڈگریوں سے نوازا گیا۔ بعد میں پتہ چلا کہ یہ شعر اسیر مالٹا دیوبندی امام الہند مولوی محمود الحسن کا تھا۔

مشہور دیوبندی مفتی ابوعکاشہ اپنے بھائی بندوں کی اس غیر ذمہ دارانہ اور غیر سنجیدہ روش پر اپنا مئوقف دیتے ہوئے فرماتے ہیں "اخلاص کا جنازہ نکالنے والی نفرت وعداوت کی نشاندہی کے لئے تقریر وتحریر کی دسیوں شہادتیں عوام کے سامنے آ چکی ہیں۔لیکن صرف نشان دہی نہیں بلکہ اس نفرت وعداوت کا ڈھنڈورا بھی اُس فتوے نے پیٹ دیا کہ جس میں مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو خود مفتیان دارالعلوم دیوبند نے نہ صرف اہل سنت والجماعت سے خارج کر دیا بلکہ نعوذ باللہ من ذلک کافر ٹھہرا دیا۔

کیوں؟ صرف اس لئے کہ۔۔کسی فرد پر کیچڑ اُچھالنے اور بمباری کرنے میں انہیں جو لطف حاصل ہوتا ہے اسے ایک نفرت کرنے والا قلب ہی محسوس کر سکتا ہے۔۔جس طرح غصہ نفرت، جوش انتقام اور حرص و ہوس میں سے کوئی سا بھی جذبہ اپنی شدت وسعت کے ساتھ کسی انسان پر طاری ہوتا ہے تو عقل و ہوش اور احساس و رُجحان اور بصیرت و بصارت سب ماؤف ہو جاتے ہیں۔اور اُس سے وہ حرکات سر زد ہو جاتی ہیں جن کا اِرتکاب وہ عام حالت میں ہرگز نہ کرتا اس طرح مفتیانِ کرام کے دل و دماغ پر چھائی ہوئی بغض وعناد کی کہر نے ان کی ساری علمیت اور بصیرت و دانائی کو مغلوب کر دیا۔تفصیل اس اجمال کی سہ روزہ "دعوت" دہلی کی 17 جنوری 1956 کی اشاعت میں ملاحظہ فرمائیے۔کسی نے حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی چند سطریں ان کی کتاب "تصفیۃ العقائد" سے نقل کر کے دارالافتاء دارالعلوم دیوبند کو بھیجیں اور پوچھا کہ ان سطروں کے لکھنے والے کے بارے میں آنجناب کا کیا شرعی فیصلہ ہے؟ بس پھر کیا تھا آؤ دیکھا نہ تاؤ۔مندرجہ ذیل فتویٰ صادر فرما دیا۔"فتویٰ نمبر 41 الجواب۔۔ انبیاء علیہ السلام معاصی سے معصوم ہیں ان کو مرتکب معاصی سمجھنا اہل سنت والجماعت کا عقیدہ نہیں۔اس کی وہ تحریر خطرناک بھی ہے اور عام مسلمانوں کو ایسی تحریرات کا پڑھنا جائز بھی نہیں۔" فقط واللہ اعلم سید احمد علی سعید نائب مفتی دارلعلوم دیوبند۔جواب صحیح ہے۔ایسے عقیدے والا کافر ہے۔جب تک وہ تجدید ایمان اور تجدید نکاح نہ کرے اس سے قطع تعلق کریں"

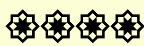
مسعود احمد عفا اللہ عنہ مہر دار الافتاء فی دیوبند۔الہند

(تاریخ کے قاتل ص 488،489 مصنفہ ابوعکاشہ رحمٰن فرید بک ڈپو دہلی۔طباعت اے پی آفیسٹ پرنٹرس حیدر آباد)

آپ نے دیوبندی علماء کی گرتی ہوئی علمی ساکھ اور اخلاق سے پریشان ہو کر آخری وارننگ دیتے ہوئے اپنے فرقے کا اکابرین کو یوں جھنجھوڑا ہے۔"اللہ کے بندو! کچھ تو خدا کا خوف کھاؤ۔کچھ تو حسابِ آخرت سے ڈرو۔خود تمہارا حال یہ ہے کہ تمہیں شمہ برابر خوفِ خدا نہیں۔تمہارے قلوب اور اذہان غالی عقیدتوں اور اندھی نیاز مندیوں کی چوکھٹ پر سجدے میں پڑے ہیں۔تم لات ومنات سے بھی بڑے بتوں کو پوجتے ہو۔بلکہ لات ومنات کے پجاری تم سے زیادہ اخلاقی جرات کے مالک تھے کہ جو کچھ عقیدہ رکھتے تھے چھپاتے نہیں تھے اور تم اپنی بت پرستی کو اسلام کی آڑ میں چھپاتے ہو"

(تاریخ کے قاتل ص 613 مصنفہ ابوعکاشہ رحمٰن فرید بک ڈپو دہلی۔طباعت اے پی آفیسٹ پرنٹرس حیدر آباد)

ذیشان نور خلجی صاحب ہم سب ویب سائٹ پر اپنے 14 نومبر 2018 کے بلاگ میں موجودہ دیوبندی قیادت کی ایسی ہی غیر سنجیدہ اور غیر مہذب حالت پر گریہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں" جاہل کا جاہلانہ روّیہ کچھ اچنبھے کی بات نہیں لیکن جب مذہب کے علم بردار جاہلانہ اور غیر مہذب طرزِ عمل اختیار کرنے لگیں گے تو ادیان کا طالب علم،اُن کے اپنائے گئے مذہب کی مروّج کردہ اخلاقی تعلیمات کو کریدنے پر مجبور ہوگا۔علم ادیان کے ایک عام فہم قاری کو بھی اندازہ ہے کہ بہت سے فرقہ وارانہ اختلافات میں اہل مذہب منبر کے مقدس پلیٹ فارم کو ذاتی عداوت کے لئے استعمال کرتے ہیں۔اور ایسے ہی گھٹیا روّیے کا بہترین عملی مظاہرہ مولانا منظور احمد مینگل نے اپنی تقریر میں کیا۔جب انہوں نے مولانا فضل الرحمن کے آزادی دھرنے میں مولانا طارق جمیل کے متعلق بازاری زبان استعمال کی۔اور وہاں کینٹینر پہ موجود علماء ان کو لقمے دیتے رہے اور ان کی موشگافیوں پر لطف اندوز ہوتے رہے۔دراصل زمامِ اختیار جب نا اہل لوگوں کے ہاتھوں میں آتا ہے تو ایسے رویے عام دیکھنے کو ملتے ہیں۔مذہبی فرقہ پرست حلقوں کی یہ پرانی ریت چلی آئی ہے۔لیکن اس دفعہ بات ذرا آگے تلک نکل آئی ہے۔اور غیروں سے ہوتی ہوئی اپنوں تک آ پہنچی ہے۔کیونکہ مولانا طارق جمیل اپنے آپ کو بڑے فخر سے دیوبند سے جوڑتے ہیں۔اور ان پہ کھلے بندوں دشنام طرازی بھی اسی گروہ کی طرف سے ہوئی ہے۔1866 ء میں اپنے جنم کے بعد سے ہی دیوبند بہت سی نامناسب سرگرمیوں میں ملوث ہونے کے باوجود اپنے دیرینہ حریف، بریلوی اُمت کی نسبت ایک سنجیدہ شناخت اپنائے ہوئے ہے۔اور قدرے سنجیدہ مزاج لوگ ہی اس کی پیروکار ہیں۔لیکن آج دیوبندی علماء جس نہج پہ جا رہے ہیں، کیا یہ اپنی سنجیدہ علمی ساکھ برقرار رکھ سکے گا؟ ایسے میں دیوبندیت کے پیروکاروں کو اپنا قبلہ درست کرنا ہوگا۔ایسے موقع پرست علماء سے جان چھڑانا ہوگی۔جو کہ کسی صورت ممکن نظر نہیں آتا۔



پاکستان کے بانی کون تھے اور قبضہ گروپ کون؟ انتخاب فرام جناب وجاہت مسعود



مراسلہ نسیم احمد بٹ۔ نائیجیریا کادونا

پاکستان کے بانی قائداعظم محمد علی جناح کا احترام کسی اختلاف سے ماورا ہے۔ البتہ کچھ حلقوں نے قائداعظم کی ایک تصویر بنا رکھی ہے، قیام پاکستان سے پہلے اور بعد کی تاریخ کا ایک خاص نقشہ انہوں نے تیار کر رکھا ہے۔ اور انہیں اصرار ہے کہ قائد اعظم کو پان سگرٹ کی دکانوں پر چسپاں اشتہاری تصاویر کی مدد سے پہچانا جائے۔ تاریخ کا صرف وہی بیان درست تسلیم کیا جائے جس میں ان قدوسی ہستیوں اور ہدایت یافتہ گروہوں کی کسی کوتاہی کا ذکر نہ ہو۔ اس کشمکش سے کچھ ایسا تاثر ملتا ہے گویا قائداعظم کی سیاست اور افکار پراسرار علوم باطنیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ راز انتقال عرفان کے کسی سینہ بہ سینہ عمل کی مدد سے چند سرکاری اہل کاروں، اصحاب منبر و محراب اور مٹھی بھر مدرسین پر منکشف ہوئے ہیں۔ دراصل سوال قائداعظم محمد علی جناح کی محترم ذات کا نہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہم نے پاکستان میں ریاست اور سیاست کے بندوبست کو ایک خاص شکل دینے کی کوشش کی تھی، جو ناکام ہو گئی ہے۔ اس سے انصاف، ترقی اور امن کا راستہ کھوٹا ہوا ہے۔ جب قائداعظم کے طرز سیاست کی یاد دہانی کرائی جاتی ہے تو اس سے اجتماعی انسانی زندگی کے ان جمہوری اصولوں کی طرف اشارہ مقصود ہوتا ہے جن کی بنیاد پر قائداعظم نے پاکستان کی آزاد اور خود مختار مملکت حاصل کی تھی۔ قائداعظم ایک افسانوی کردار نہیں تھے، گوشت پوست کے ایک حقیقی انسان تھے۔ قیام پاکستان سے پہلے کی دنیا کسی اور سیارے پر آباد نہیں تھی۔ ہندوستان کی آزادی اور تقسیم کی تاریخ بمشکل آٹھ عشرے پرانی ہے۔ جن سوالات نے ہمارے جسد اجتماعی میں تخریب کی فصل بوئی ہے وہ سوال تو مسلسل کھٹک رہے ہیں۔ قائداعظم کے سیاسی موقف سے ان کی زندگی میں بھی اختلاف کیا جا سکتا تھا اور ان کی وفات کے بعد بھی ان کی تاریخی کردار سے اختلاف کرنا جرم نہیں۔ سیاسی موقف مذہبی عقیدہ نہیں ہوتا۔ سیاسی موقف سے اختلاف ہرگز گردن زدنی نہیں۔ البتہ نظریاتی ریاست ایسا اجتماعی نمونہ ہے جس میں پیوستہ مفادات کی آبیاری کے لئے رہنما کو ہر غلطی سے ماورا بتایا جاتا ہے۔ موجودہ موقف کا جواز گھڑنے کے لئے تاریخ کو مسخ کیا جاتا ہے۔ اور اپنے سیاسی مخالفین کو غدار، جرائم پیشہ، جاہل اور فسادی قرار دیا جاتا ہے۔ قائداعظم کی اصل توہین تو ان افراد اور گروہوں نے کی جو قیام پاکستان کے بعد بھی قائداعظم کی ذات اور سیاست پر انگشت نمائی کرتے رہے۔ یہ فہرست طویل بھی ہے اور چشم کشا بھی۔ پاکستان کی 'نظریاتی اساس' کے خود ساختہ علمبرداروں کی ان کوششوں کے دستاویزی ثبوت موجود ہیں۔

11 اگست 1947ء کو دستور ساز اسمبلی میں قائداعظم نے جو تقریر کی، اس سے غیر جمہوری حلقوں کو بہت تکلیف ہوئی تھی۔ قائداعظم نے 11 اگست 1947ء کو دستور ساز اسمبلی میں فرمایا 'اگر آپ اپنے ماضی کو تبدیل کر کے اِس عزم کے ساتھ کام کریں کہ آپ میں سے ہر فرد، قطع نظر اس سے کہ اِس کا تعلق کس کمیونٹی سے ہے، یا یہ کہ اُس کا رنگ، ذات یا عقیدہ کیا ہے، وہ اول و آخر یکساں حقوق، مراعات اور ذمہ داریوں کے ساتھ اِس ریاست کا شہری ہے، تو آپ جتنی ترقی کریں گے، اُس کی کوئی حد نہیں ہو گی'۔ چنانچہ 20 روز بعد شبیر احمد عثمانی نے 31 اگست 1947ء کو ایک بیان جاری کیا جو 3 ستمبر 1947ء کو نوائے وقت میں شائع ہوا۔ یہ بیان قائداعظم کے ارشادات کی لفظ بہ لفظ تکذیب تھا۔ "میں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ قائداعظم کی یہ فتح مبین (قیام پاکستان) مسلمانوں کے ضبط و نظم کی مرہون احسان ہے۔ مسلمانوں کی افتاد طبع مذہبی واقع ہوئی ہے اور دو قوموں کے نظریے کی بنیاد بھی مذہب ہے۔ اگر علمائے دین اس میں نہ آتے اور تحریک کو مذہبی رنگ نہ دیتے تو قائداعظم یا کوئی اور لیڈر خواہ وہ کیسی قابلیت و تدبر کا مالک ہی کیوں نہ ہوتا یا سیاسی جماعت مسلم لیگ مسلمانوں کے خون میں حدت پیدا نہیں کر سکتی تھی......" قائداعظم اپنی تقریر میں فرما چکے تھے کہ "وقت گزرنے کے ساتھ (پاکستان میں) ہندو، ہندو نہیں رہے گا اور مسلمان، مسلمان نہیں رہے گا۔ مذہبی حوالے سے نہیں کیونکہ یہ ہر فرد کے ذاتی اعتقاد کا معاملہ ہے، بلکہ سیاسی معنوں میں، ریاست کے شہری کے طور پر"۔ چنانچہ شبیر احمد عثمانی نے یہ گرہ لگانا بھی ضروری سمجھا کہ "میں چاہتا ہوں کہ خواہ حالات کتنے ہی نا مساعد کیوں نہ ہوں مسلمان مسلمان رہے اور ہندو ہندو۔"

روزنامہ انقلاب نے 16 اپریل 1948ء کی اشاعت میں خبر دی کہ وزیر آباد کے چوک لاہوری دروازہ میں علما نے پردہ کے موضوع پر ایک جلسہ منعقد کیا۔ جلسے کے اختتام پر ایک قرارداد پیش کی گئی۔ "مسلمانان وزیر آباد کا یہ جلسہ بیگم لیاقت علی خان اور ان کی دوسری مغرب زدہ ساتھیوں کی ان تقریروں کی پرزور مذمت کرتا ہے جو انہوں نے 3 اپریل کو لاہور میں کیں۔ اس جلسے کی رائے میں، اس قسم کی تقریریں اسلامی تعلیمات سے جہالت و بے خبری اور اینگلو محمڈن مردوں کی انگیخت اور سازش کا نتیجہ ہیں"۔ اس قرارداد میں "اینگلو محمڈن" کی اصطلاح محض اتفاقیہ

نہیں تھی۔ دو ہفتے بعد 3 مئی 1948ء کو بیرون باغ موچی دروازہ، لاہور میں مسلم لیگ (شریعت گروپ) کے ایک جلسے کی صدارت عبدالستار نیازی کر رہے تھے۔ ایک مقرر ابراہیم علی چشتی کے الفاظ تھے۔" پاکستان کے مسلم عوام اینگلو محمڈن نوابوں اور سرمایہ دار کمیونسٹوں کے زوردار شکنجے میں کچلے جا رہے ہیں"۔ عورتوں کے حقوق کے بارے میں قائد اعظم اور لیاقت علی خاں کے خیالات واضح تھے۔ یہ فیصلہ آپ خود کر لیں کہ "اینگلو محمڈن" کا خطاب کسے دیا جا رہا تھا۔ آج کل اس اصطلاح کو "لبرل فاشسٹ" اور دیسی لبرل وغیرہ کا جامہ پہنایا گیا ہے۔

جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والے کچھ احباب کا موقف ہے کہ جمعیت علمائے ہند اور مجلس احرار کے برعکس جماعت اسلامی مطالبہ پاکستان کی مخالف نہیں تھی۔ جماعت اسلامی کا موقف تو یہ تھا کہ مسلم لیگ کے پاس وہ مردان کار موجود نہیں ہیں جو اس نصب العین کو حاصل کر سکیں۔ انہی دو نکات پر بات کر لیتے ہیں۔ کیا جماعت اسلامی قیام پاکستان کی حامی تھی؟ دوسرے یہ کہ جن مسلم لیگی رہنماؤں کی بصیرت، اہلیت اور دیانت پر انگلی اٹھائی جا رہی تھی وہ کون تھے۔ اس گزارش کو مدنظر رکھئے کہ یہاں "مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش" کے حصہ سوم کا حوالہ نہیں دیا جا رہا ہمارا موقف تو یہ ہے کہ جماعت اسلامی اور اس کے قائدین پاکستان بننے کے بعد بھی تصور پاکستان اور قائداعظم کے مخالف رہے۔ یہ کہنا تاریخ کو جھٹلانے کے مترادف ہے کہ پاکستان کے بنتے ہی جماعت اسلامی کی کایا کلپ ہوگئی تھی۔ جماعت اسلامی کے ترجمان ہفت روزہ 'کوثر' نے 16 نومبر 1947ء کو لکھا۔" ہم اس تحریک کو آج بھی صحیح نہیں سمجھتے جس کے نتیجے میں پاکستان بنا ہے اور پاکستان کا اجتماعی نظام جن اصولوں پر قائم ہو رہا ہے ان اصولوں کو اسلامی نقطہ نظر سے ہم کسی قدر و قیمت کا مستحق نہیں سمجھتے"۔ مولانا مودودی نے جماعت اسلامی (لاہور) کے اجتماع میں فرمایا۔" ہماری قوم نے اپنے لیڈروں کے انتخاب میں غلطی کی تھی اور اب یہ غلطی نمایاں ہو کر سامنے آگئی ہے۔ ہم چھ سال سے چیخ رہے تھے کہ محض نعروں کو نہ دیکھو بلکہ سیرت اور اخلاق کو بھی دیکھو۔ اس وقت لوگوں نے پروانہ کی لیکن اب زمام کاران لیڈروں کو سونپنے کے بعد ہر شخص پچھتا رہا ہے کہ واہگہ سے دہلی تک کا علاقہ اسلام کے نام سے خالی ہو چکا ہے"۔ (بحوالہ روزنامہ انقلاب 9 اپریل 1948ء)

ترجمان القرآن نے جون 1948ء کے اداریے میں لکھا۔" یہ عین وہی لوگ ہیں جو اپنی پوری سیاسی تحریک میں اپنی غلط سے غلط سرگرمیوں میں اسلام کو ساتھ ساتھ گھسیٹتے پھرے ہیں۔ انہوں نے قرآن کی آیتوں اور حدیث کی روایتوں کو اپنی قوم پرستانہ کشمکش کے ہر مرحلے میں استعمال کیا ہے...... کسی ملک و قوم کی انتہائی بدقسمتی یہی ہو سکتی ہے کہ نااہل اور اخلاق باختہ قیادت اس کے اقتدار پر قابض ہو جائے"۔ اسی شمارے میں مزید فرمایا" جونہی انگریز اور کانگرس کی باہمی کشمکش ختم ہوئی۔ تو اس قیادت عظمیٰ نے اپنے آپ کو ایسی حالت میں پایا جیسے اس کے پاؤں تلے زمین نہ ہو۔ اب وہ مجبور ہوگئی کہ جو کچھ جن شرائط پر بھی طے ہوا سے غنیمت سمجھ کر قبول کر لیں۔ بنگال پنجاب کی تقسیم اسے بے چون و چرا ماننی پڑی۔ سرحدوں کے تعین جیسے نازک مسئلے کو اسے صرف ایک شخص کے فیصلے پر چھوڑ دیا۔ انتقال اختیارات کا وقت اور طریقہ بھی بلا تامل مان لیا۔ حالانکہ یہ تینوں امور صریح طور پر مسلمانوں کے حق میں مہلک تھے۔ انہی کی وجہ سے ایک کروڑ مسلمانوں پر تباہی نازل ہوئی اور انہی کی وجہ سے پاکستان کی عمارت روز اول ہی سے متزلزل بنیادوں پر اٹھی"۔

حمید نظامی نے 4 جولائی 1948ء کو نوائے وقت میں اداریہ لکھا" ہم ان لوگوں کے حامی نہیں جو محض اپنی لیڈری چمکانے کے لیے شریعت کا نعرہ بلند کر رہے ہیں۔ ......(بہتر ہوگا کہ) شہر بہ شہر جلسوں میں قائداعظم کو گالیاں دینے اور سوقیانہ تقریروں میں وقت ضائع کرنے کی بجائے اسلامی نظام حکومت کا ایک خاکہ مرتب کیا جائے"۔

مولانا مودودی نے ترجمان القرآن کے شمارہ جولائی 1948ء میں لکھا۔ "مسلمانوں نے اپنی ساری قومی طاقت، ذرائع اور جملہ معاملات اس قیادت کے



غزل

مبارک صدیقی

مرا بس جرم اتنا ہے اداکاری نہیں کرتا
اگر روزہ نہ ہو میرا میں افطاری نہیں کرتا

وہ کیا ہے کہ مجھے دل توڑنا اچھا نہیں لگتا
سو میں بازی اگر کھیلوں، سمجھداری نہیں کرتا

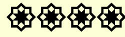
میں دھوکے کھا تو سکتا ہوں مگر دھوکہ نہیں دیتا
میں اپنی سوچ کے لشکر سے غداری نہیں کرتا

مجھے اُس شخص کی قربت سے تنہائی ہی بہتر ہے
جو اپنے یار لوگوں کی بھی ستّاری نہیں کرتا

جہاں بھی ہو کسی کا حق، اُسے تسلیم کرتا ہوں
کسی کی کیا میں خود اپنی طرفداری نہیں کرتا

شکایت تو نہیں مولا فقط یہ عرض کرتا ہوں
جسے دل دے چکا ہوں وہ ہی دلداری نہیں کرتا

کوئی تو ہے مبارک جو مجھے کہتا ہے لکھنے کو
میں اپنے شوق سے کوئی غزل جاری نہیں کرتا



سپرد کر دیے جوان کے قومی مسئلہ کو اس طرح حل کرنا چاہتی تھی۔ دس برس بعد اس کا پورا کارنامہ ہمارے سامنے ہے۔ جو کچھ ہو چکا وہ توان مٹ ہے۔ البتہ اس پر بحث کرنا ضروری ہے کہ جو مسائل اب ہمیں درپیش ہیں۔ کیا ان کے حل کے لیے بھی وہی قیادت موزوں ہے جو اس سے پہلے ہمارے قومی مسئلے کو اسی طرح حل کر چکی ہے۔ کیا اس کا کارنامہ یہی سفارش کرتا ہے کہ جو نازک مسائل ہمارے سر پر آ پڑے ہیں۔ جن کا بیشتر حصہ خود اسی قیادت کی کارفرمائیوں کے نتیجے میں پیدا ہوا ہے، انہیں حل کرنے کے لیے ہم اس پر اعتماد کریں“۔

اس کے جواب میں حمید نظامی نے 31 جولائی 1948ء کو اداریہ لکھا ”حضرت مولانا نے دس سال کے عرصے میں پہلی مرتبہ دل کی بات کھل کر کہی اور صاف لفظوں میں مسلمانوں سے کہا کہ محمد علی جناح کی جگہ مجھے قائداعظم مانا جائے۔ اب صرف اتنا کرم فرمائیں کہ مسلمانوں کو یہ بتا دیں کہ آپ کا ٹھوس سیاسی پروگرام کیا ہے......اپنا پروگرام نہ بتانا اور نعروں سے مسلمانوں کا دل بہلانا یا قائداعظم کو احمق، غلط کار اور دین میں ہلکا ثابت کرنے کی کوششوں میں لگا رہنا ہرگز آپ کے شایان شان نہیں۔ قائداعظم کا ریکارڈ قوم کے سامنے ہے۔ آپ کو ابھی قوم نے آزمانا ہے۔ آپ قائداعظم کو ہزار گالیاں دیجئے۔ مسلمان آپ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں گے“۔

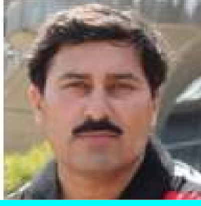
مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے 9 اگست 1948ء کو جھنگ میں کہا ”لیگ کی جنگ کفر واسلام کی جنگ نہیں تھی۔ مسلم لیگ نے اب تک یہ نہیں کہا کہ پاکستان کا خطہ اس لیے حاصل کیا جا رہا ہے کہ وہاں پر اسلامی خلافت چلائی جائے گی بلکہ یہ قومیت کی جنگ تھی۔ قومیت کی جنگ کو اسلام کی جنگ سے کوئی واسطہ نہیں۔ لیگ کی قراردادوں کا جائزہ لیجئے۔ لیگ نے آج تک تسلیم نہیں کیا کہ پاکستان میں شریعت کا نفاذ ہوگا“۔

اس کے جواب میں نوائے وقت نے 18 اگست 1948ء کو اداریہ سپرد قلم کیا۔ ”پاکستان میں آپ کو ایسے لوگ بھی مل جائیں گے جن کی تقریر وتحریر کا زور یہ ثابت کرنے پر صرف ہو رہا ہے کہ (مسلمانوں) کی اس مصیبت کی ذمہ داری قائداعظم کی لیڈرشپ پر عائد ہوتی ہے۔ قائداعظم نے پے در پے مہلک غلطیاں کیں اور مسلمانوں کو تباہی و بربادی کے اس غار میں لا پھینکا جس کا نام پاکستان ہے“۔ ایک ہفتے بعد 25 اگست 1948ء کو حمید نظامی نے لکھا۔ ”بظاہر یہ جماعت کہتی ہے کہ ہم قائداعظم کے خلاف پراپیگنڈہ نہیں کر رہے۔ لیکن معاف کیجئے یہ بیان صحیح نہیں ہے۔ مسلمانوں کی موجودہ قیادت کو مسلمانوں کی تباہی کا ذمہ دار ٹھہرانا دراصل قائداعظم اور صرف قائداعظم کی ذات ہی پر حملہ ہے“۔

واضح رہے کہ حمید نظامی نے یہ اداریہ قائداعظم کی وفات سے ٹھیک دو ہفتے قبل لکھا تھا۔ تاریخ کے ان چند حوالوں سے واضح ہو جانا چاہیے کہ پاکستان بنانے والے کون تھے اور پاکستان پر قبضہ کرنے والے گروہ کون تھے۔

غزل

اعظم نوید



اک برقِ تپاں اب وہ گرانے نہیں آتے
کیوں لوٹ کے پھر پہلے زمانے نہیں آتے

ہر لمحہ بہاروں کا سماں رہتا تھا یارو
موسم وہ حسیں اب تو سُہانے نہیں آتے

رہتے تھے کبھی بزمِ دل و جاں میں ہمیشہ
کیوں پاس وہ اب یار پرانے نہیں آتے

حیراں ہوں بہت دیکھ کے شاطر یہ زمانہ
ہم کو تو کوئی ایسے بہانے نہیں آتے

اس گردشِ دوراں نے ہی برباد کیا ہے
ساقی کو بھی اب ہوش اڑانے نہیں آتے

سب چھوڑ گئے وقت کڑا دیکھ کے اپنے
کیوں اب وہ مِری بگڑی بنانے نہیں آتے

لکھے ہیں عجب وقت نے کچھ خُوں سے ترانے
ہم کو وہ سرِعام سنانے نہیں آتے

رکھا ہے سدا کرب و بلا ہم نے چُھپا کر
کچھ زخم ہیں ایسے جو دکھانے نہیں آتے

جو چاک گریباں ہوئے اک عہدِ جنوں میں
وہ چاک کبھی ہم کو سِلانے نہیں آتے

ہوتے تھے کئی لوگ کبھی شہر کی رونق
خوابوں میں بھی اب دل کو لُبھانے نہیں آتے

محنت سے جو گھبرائے سدا دُنیا میں اعظم
قارون کے ہاتھوں میں خزانے نہیں آتے



جناب مفتی محمد شفیع صاحب تلك اذا قسمة ضیزی

حدیث لا ھجرۃ بعد الفتح اور لا نبی بعدی میں دلچسپ مناسبت

اور نام نہاد محافظین ختم نبوت کی دوغلی پالیسی

تحریر: رانا ودود احمد۔ ہزاروی

مفتی محمد شفیع صاحب تسلیم کرتے ہیں: ''لا ھجرۃ بعد الفتح کی ترکیب بعینہ لا نبی بعدی کی ترکیب ہے''۔(ختم نبوت ص: 251)۔ہم اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ علمائے امت نے لا ھجرۃ بعد الفتح کے کیامعنی بیان کئے ہیں پھر ہم مفتی صاحب کے قول کے موافق ان کا اطلاق لا نبی بعدی پر کریں گے۔

علامہ ابن حجر، حضرت ابن عمرؓ کے حوالہ سے لکھتے ہیں'وَقد أفصح بن عُمَرِ الْمُرَادِفِيمَاأَخْرَجَهُ الْإِسْمَاعِيلِيُّ بِلَفْظِ انْقَطَعَتِ الْهِجْرَةُ بَعْدَ الْفَتْحِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى ا للَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَاتَنْقَطِعُ الْهِجْرَةُمَاقُوتِلَ الْكُفَّارُ۔

(فتح الباری (7/229-230))۔یعنی اسماعیلی نے حضرت ابن عمرؓ سے ایک فصیح قول اپنی سند سے نقل کیا ہے کہ فتح مکہ کے بعد حضرت اقدس رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت ختم ہوگئی مگر جب تک کفار سے قتال جاری رہے گا ہجرت ختم نہیں ہوگی۔

اسی طرح امام حسن البصری کے متعلق علماء نے یہ لکھا ہے کہ آپ کا نظریہ تھا :''الْهِجْرَةُ غَيْرُ مُنْقَطِعَةٍ أَبَدًا'۔'(مثلا دیکھیں مفاتیح الغیب (15/220)؛ تفسیر الخازن (2/330)؛ زاد المسیر فی علم التفسیر (1/309))علامہ الرازی اس کی تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں:''وَأَمَّا قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: »لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ « فَالْمُرَادُ الْهِجْرَةُ الْمَخْصُوصَةُ، فَإِنَّهَا انْقَطَعَتْ بِالْفَتْحِ وَبِقُوَّةِ الْإِسْلَامِ. أَمَّا لَوِ اتَّفَقَ فِي بَعْضِ الْأَزْمَانِ كَوْنُ الْمُؤْمِنِينَ فِي بَلَدٍوَفِي عَدَدِهِمْ قِلَّةٌ، وَيَحْصُلُ لِلْكُفَّارِ بِسَبَبِ كَوْنِهِمْ مَعَهُمْ شَوْكَةٌ وَإِنْ هَاجَرَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ تِلْكَ الْبَلْدَةِ وَانْتَقَلُوا إِلَى بَلْدَةٍ أُخْرَى ضَعُفَتْ شَوْكَةُ الْكُفَّارِ، فَهَهُنَا تَلْزَمُهُمُ الْهِجْرَةُ عَلَى مَا قَالَهُ الْحَسَنُ، لِأَنَّهُ قَدْ حَصَلَ فِيهِمْ مِثْلُ الْعِلَّةِ فِي الْهِجْرَةِ مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِينَةِ''۔(مفاتیح الغیب (15/220))۔یعنی لا ھجرۃ بعد الفتح سے مراد وہ مخصوص ہجرت ہے جو اسلام کی فتح کے نتیجہ میں ختم ہوگئی ہے۔اگر کسی دور میں یہ اتفاق ہو کہ مسلمان کسی ملک میں کم تعداد میں ہوں اور ان کے وہاں موجود ہونے سے کفار کی مجموعی قوت میں اضافہ ہو رہا ہو۔ان کے وہاں سے ہجرت کر جانے سے کفار کی شان وشوکت کم ہو جائے تو حسن بصری کے قول کے موافق انہیں وہاں سے لازما ہجرت کر جانی چاہئے کیونکہ وہاں بھی ہجرت کرنے کی وہی علت پیدا ہوگئی ہے جو مکہ سے مدینہ کرنے میں تھی۔یہی تطبیق بہت سے علماء نے کی ہے مثلا دیکھیں علامہ سراج الدین الحنبلی (اللباب فی علوم الکتاب(9/581)۔

ذیل میں گزشتہ 1000 سال کے منتخب علماء کے حوالہ جات زمانی ترتیب کے ساتھ درج کئے جاتے ہیں۔کوشش کی گئی کہ ہر صدی میں سے چند علماء کے بیان کردہ معانی نمونہ کے طور پر ضرور لکھے جائیں نیز طوالت سے بچنے کے لئے باقیوں کے اسماء اور حوالہ جات پر اکتفاء کیا گیا ہے۔آخر میں ان سے حاصل شدہ نتائج درج کئے جائیں گے:

پانچویں صدی

امام البیھقی لکھتے ہیں:''فَإِنَّمَا أَرَادَلَا هِجْرَةَ وُجُوبًا عَلَى مَنْ أَسْلَمَ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ بَعْدَ فَتْحِهَا، فَإِنَّهَا قَدْ صَارَتْ دَارَ الْإِسْلَامِ وَأَمْنٍ، وَهَكَذَا غَيْرُ أَهْلِ مَكَّةَ إِذَا صَارَتْ دَارُهُمْ دَارَ إِسْلَامٍ، أَوْ لَمْ يُفْتَنُوا عَنْ دِينِهِمْ فِي مُقَامِهِمْ فَإِذَا فُتِنُوا، وَقَدَرُوا عَلَى الْهِجْرَةِ، فَعَلَيْهِمُ الْهِجْرَةُ ''۔(السنن الصغیر (3/372)) یعنی لا ھجرۃ بعد الفتح سے صرف فتح مکہ والی ہجرت کا وجوب ختم ہوا ہے نہ کہ مطلق ہجرت کا۔اگر کسی جگہ مسلمانوں کو اپنے دین کی وجہ سے فتنہ میں ڈالا جائے اور وہ ہجرت کرنے پر قادر ہوں تو ان پر ہجرت کرنا فرض ہے۔ابن بطال لکھتے ہیں:'وأما الهجرة الباقية إلى يوم القيامة فقوله (صلى الله عليه وسلم) : (المهاجر من هجر ما نهى الله عنه)''۔(شرح صحیح البخاری (5/240))یعنی جو ہجرت

قیامت تک باقی ہے وہ (المهاجر من هجر ما نهى الله عنه یعنی اللہ تعالی کی منہیات سے دور ہونے) والی ہجرت ہے۔علامہ ابن عبدالبر لکھتے ہیں:''وَقَدْ بَقِيَ مِنَ الْهِجْرَةِ بَابٌ بَاقٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.....''۔(التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد (8/ 390))یعنی ہجرت کا ایک باب قیامت تک کھلا ہے اور آگے پھر اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔

چھٹی صدی

علامہ البغوی لکھتے ہیں:'فأراد به الهجرة من مكة إلى المدينة، وهي باقية في حق كل من أسلم في دار الحرب، ولم يقدر على إظهار دينه، وقدر على الهجرة؛ فيجب عليه أن يهاجر إلى دار الإسلام''۔(التهذيب في فقه الإمام الشافعي (7/ 445443-)
یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد مکہ سے مدینہ کی ہجرت ہے اور ہجرت کا جواز اس شخص کے لئے ہے جو دار الحرب میں اسلام لاتا ہے اور اپنے دین کو ظاہر نہیں کرسکتا۔اسے چاہئے کہ وہ دار اسلام کی طرف ہجرت کر لے۔یہی بات علامہ ابن رشد (المقدمات الممهدات(2/ 153))،ابن العربی (القبس في شرح موطأ مالك بن أنس (ص:-588587)؛ المسالك في شرح موطأ مالك(5/26-25))،العمرانی(البيان في مذهب الإمام الشافعي (12/ 99))وغیرہ نے بھی درج کی ہے۔علامہ الحازمی لکھتے ہیں:'وَأَمَّا الْهِجْرَةُ فَكَانَتْ وَاجِبَةً فِي أَوَّلِ الاسلام عَلَى مَا دَلَّ عَلَيْهَا الْحَدِيثُ، ثُمَّ صَارَتْ مَنْدُوبًا إِلَيْهَا غَيْرَ مَفْرُوضَةٍ''۔(الاعتبار في الناسخ والمنسوخ من الآثار (ص:206)یعنی ہجرت کی فرضیت ختم ہوگئی اور ندب باقی رہ گیا ہے۔

ساتویں صدی

علامہ الرجراجی لکھتے ہیں:''إن الهجرة باقية لازمة إلى يوم القيامة بإجماع المسلمين على كل مسلم يقيم عند المشركين''۔(مناهج التحصيل ونتائج لطائف التأويل في شرح المدونة وحل مشكلاتها (7/ 77)یعنی ہر ایسے مسلمان پر ہجرت کرنا فرض ہے جو مشرکین کے ہاں مقیم ہو۔ہجرت کا جواز قیامت تک باقی رہے گا۔علامہ التوبشتی لکھتے ہیں:''ولم يرتفع بذلك فضل الهجرة إلى النبي صلى الله عليه وسلم لنيل شرف الصحبة والتفقه في الدين، والمسارعة إلى مرضاة الله ومرضاة رسوله؛ ألا ترى أنه قال لعكرمة بن أبي جهل- رضي الله عنه- لما قدم عليه، وكان قد فر منه يوم الفتح إلى اليمن (مرحباً بالراكب المهاجر)''۔(الميسر في شرح مصابيح السنة (3/ 880879-))یعنی اس فرمان کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہجرت کر کے آنے کی فضیلت ختم نہیں ہوئی جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عکرمۃ کو مرحباً بالراكب المهاجر فرمایا۔حضرت عکرمہؓ فتح مکہ کے وقت یمن ہجرت کر گئے تھے اور بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔علامہ النووی لکھتے ہیں:'لا هجرة بعد الفتح كاملة الفضل وأما الهجرة من دار الكفار اليوم فواجبة وجوبا متأكدا على من قدر عليها إذا لم يقدر على إظهار دين الاسلام هنا''۔(بستان العارفین (ص:163)
یعنی فتح مکہ کے بعد کامل فضیلت والی ہجرت ختم ہوگئی ہے ہاں البتہ دار الکفار سے ہجرت کرنا اس شخص پر واجب ہے جو وہاں اسلام کا اظہار نہیں کرسکتا۔اس سے ملتی جلتی تشریحات علامہ البیضاوی (تحفة الأبرار شرح مصابيح السنة (2/ 590))،الرازی (مفاتیح الغیب (15/ 220))وغیرہ نے درج کی ہیں۔

آٹھویں صدی

علامہ ابن الرفعۃ لکھتے ہیں:''قلنا: أراد بذلك كما قال بعضهم: لا هجرة واجبة، أو لا هجرة [من مكة] إلى المدينة.[و] كذلك نقول: لأن مكة بعد الفتح صارت دار إسلام. أو نقول: أراد: لا هجرة كاملة''۔(كفاية النبيه في شرح التنبيه (4/ 9) نیز دیکھیں (16/ 348))۔یعنی بعض کے نزدیک اس کے معنی ہیں کہ اب ہجرت واجب نہیں ہے بعض کے نزدیک ہیں کہ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت نہیں اس وجہ سے کہ فتح کے بعد مکہ دار الاسلام بن گیا ہے۔یا ہم یہ کہیں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد ہے کہ اب کوئی کامل ہجرت نہیں۔اسی قسم کے معانی علامہ ابن سید الناس (النفح الشذی شرح جامع الترمذی (4/ 258257-))، ابن عادل الحنبلي (اللباب في علوم الكتاب(9/ 581))،الخازن (تفسير الخازن لباب التأويل في معاني التنزيل (2/ 331))،الطیبی(الكاشف عن حقائق السنن (6/ 2041))،ابن کثیر (السيرة النبوية (3/ 606))،الکرمانی(الكواكب الدراري في شرح صحيح البخاري (7/ 214)، (12/ 93))، الزرکشی(إعلام الساجد بأحكام المساجد(ص:183))وغیرہ نے بھی درج کئے ہیں۔

نویں صدی

علامہ ابن الملقن لکھتے ہیں:"معناه "لا هجرة بعد الفتح" فضلها كفضلها".(الإعلام بفوائد عمدة الأحكام (6/ 122)۔یعنی فتح مکہ کے بعد کی ہجرت کی فضیلت اس کی طرح نہیں ہوگی۔ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:"وحديث "لا هِجْرَةَ بَعْدَ الفَتْحِ" مُؤَوَّلٌ: إمَّا على الكَمَال، وإمَّا على الهِجْرة من مَكَّةَ إذا صارت دار إسلام "(المعين على تفهم الأربعين (ص:90)۔یعنی اس حدیث کی تاویل ہوگی یا تو کمال کے معنوں میں یعنی اس کے بعد کامل ہجرت نہیں ہوگی یا پھر اس سے مراد مکہ سے مدینہ کی طرف مخصوص ہجرت ہے جو کہ مکہ کے دار السلم بننے کی وجہ سے باقی نہیں رہی۔اسی طرح علامہ الدمیری لکھتے ہیں:"لا هجرة كاملةُ الفضلِ كالتي قبل الفتح".(النجم الوهاج في شرح المنهاج (9/ 374)۔یعنی فتح مکہ کے بعد کی ہجرت کی فضیلت اس سے پہلے کی گئی ہجرت کی طرح نہیں ہوگی۔علامہ البرماوی لکھتے ہیں:"فالمنسوخ إنما هو الهجرة من مكَّة، وأما غيرها فكلُّ موضعٍ لا يقدر المكلَّف على إقامة حدود الدِّين فالهجرة عليه فيه واجبةٌ".(اللامع الصبيح بشرح الجامع الصحيح (5/ 404)۔یعنی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت منسوخ ہوئی ہے۔جہاں تک مکہ کے علاوہ باقی مواضع کا تعلق ہے تو ہر ایسی جگہ پر جہاں پر حدود دین قائم نہیں کی جا سکیں تو وہاں سے ہجرت کرنا واجب ہے۔علامہ البرماوی یہ تصریح بھی کرتے ہیں کہ "فحکمھا باق اجماعا"۔یعنی دار الکفار سے دار الاسلام کی طرف ہجرت کا حکم باقی ہونے پر اجماع ہے۔(اللامع الصبيح بشرح الجامع الصحيح (8/ 378۔379) علامہ ابن ملک لکھتے ہیں:"المنفي فريضة الهجرة وفضيلتها التي كانت قبله".(شرح مصابیح السنۃ (4/ 323))۔یعنی اس حدیث میں ہجرت کی فرضیت کی نفی ہے اور فضیلت کی نفی ہے جو اس سے پہلے تھی۔یعنی اس کے بعد اس جیسی فضیلت نہیں رہے گی۔اسی قسم کے معانی علامہ ابن حجر(فتح الباری (6/ 39)،(6/ 190)، العینی(عمدة القاري شرح صحيح البخاري (10/ 191)، الكورانی(الكوثر الجاري إلى رياض أحاديث البخاري(3/450) وغیرہ نے بھی کئے۔

دسویں صدی

علامہ السیوطی لکھتے ہیں:"لَا هِجْرَة بعد الْفَتْح قَالَ الْعلمَاء الْهِجْرَة من دَار الْحَرْب إِلَى دَار السَّلَام بَاقِيَة إِلَى يَوْم الْقِيَامَة وَفِي تَأْوِيل هَذَا الحَدِيث قَوْلَانِ الأول لَا هِجْرَة بعد الْفَتْح من مَكَّة لِأَنَّهَا صَارَت دَار إِسْلَام وَإِنَّمَا تكون الْهِجْرَة من دَار الْحَرْب وَهَذَا يتَضَمَّن معْجزَة لَهُ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم بِأَنَّهَا تبقى دَار إِسْلَام لَا يتَصَوَّر مِنْهَا الْهِجْرَة وَالثَّانِي مَعْنَاهُ لَا هِجْرَة بعد الْفَتْح فَضلهَا كفضلها مَا قبل الْفَتْح "۔(شرح السيوطي على مسلم (3/ 397)۔یعنی علماء کے نزدیک دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف ہجرت کا جواب قیامت تک باقی رہے گا۔اس حدیث کی تاویل دو طور سے کی گئی ہے اول یہ کہ یہ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کے بارے میں ہے۔یہ حضرت اقدس رسول اللہ ﷺ کا معجزہ ہے کیونکہ اس میں پیشگوئی تھی کہ مکہ قیامت تک دار الاسلام ہی رہے گا اور اس سے ہجرت کرنے کا تصور نہیں ہو سکتا۔دوم اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کے بعد کی جانے والے ہجرت کی فضیلت وہ نہیں ہوگی جو اس سے پہلے تھی۔گزشتہ علماء سے بیان کردہ معنوں سے ملتے جلتے معنی علامہ القسطلانی (إرشاد الساری لشرح صحيح البخاري (3/ 307۔308)، السنیکی (منحة الباري بشرح صحيح البخاري (4/ 285)، السفیری(المجالس الوعظية في شرح أحاديث خير البرية (1/ 128۔130)، محمد طاہر الفتنی (مجمع بحار الأنوار(5/ 134)) وغیرہ نے بھی کئے ہیں۔محمد طاہر الفتنی ایک مقام پر زائد معنی درج کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"الهجرة إما إلى المدينة لنصرة الدين أو للجهاد أو لطلب العلم والرزق بنحو التجارة. فانقطعت الأولى وبقيت الأخريان".(مجمع بحار الأنوار (5/ 666))۔یعنی طلب علم اور رزق کے حصول کی خاطر کی گئی ہجرت باقی ہے۔

گیارہویں صدی

ملا علی القاری لکھتے ہیں:"مَحْمُولٌ عَلَى خُصُوصِ الْهِجْرَةِ مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِينَةِ؛ لِأَنَّ عُمُومَ الِانْتِقَالِ مِنْ دَارِ الْكُفْرِ إِلَى دَارِ الْإِيمَانِ بَاقٍ عَلَى حَالِهِ، وَكَذَا الْهِجْرَةُ مِنَ الْمَعَاصِي ثَابِتَةٌ "(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح (1/ 101))۔یعنی اس حدیث میں خصوصیت کے ساتھ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کا ذکر ہے کیونکہ عمومی طور پر دار الکفر سے دار الایمان کی طرف جانے کا حکم قائم موجود ہے اور اسی طرح معاصی سے دور اور الگ ہونے کا حکم بھی قائم اور ثابت ہے۔ملا علی القاری ایک زائد معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"وَأَمَّا الْهِجْرَةُ الَّتِي تَكُونُ لِصَلَاحِ دِينِ الْمُسْلِمِ فَإِنَّهَا بَاقِيَةٌ مَدَى الدَّهْرِ".(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح (5/ 595))۔یعنی مسلمان کے دین کی خیر خواہی کے لئے ہجرت کرنا ہمیشہ جاری رہے گا۔گزشتہ علماء سے بیان کردہ معنوں سے ملتے جلتے معنی علامہ المناوی (التيسير بشرح الجامع الصغير (2/ 502)؛ فيض القدير (6/ 438))، ابن

علان(دلیل الفالحین لطرق ریاض الصالحین (1/ 42) ،الخفاجی(عنایه القاضی و کفایة الراضی (3/ 170))وغیرہ نے بھی درج کئے ہیں۔

بارہویں صدی

علامہ اسماعیل الحقی لکھتے ہیں:''واعلم ان الهجرة علی قسمين. صورية وقد انقطع حكمها بفتح مكة كما قال عليه السلام.(لا هجرة بعد الفتح). ومعنوية وهي السير عن موطن النفس الى الله افتح كعبة القلب وتخليصها من أصنام الشرك والهوى فيجرى حكمها الى يوم القيامة''(روح البیان (1/ 337)،(6/ 464)۔یعنی ہجرت دو اقسام کی ہے۔اول صوری ہجرت ہے جو فتح مکہ کے ساتھ ہی ختم ہوگئی اوردوسری معنوی ہجرت ہے یعنی اپنے نفس کو چھوڑ کر خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا اوراپنے دل کے کعبہ کو کھول کراس کو شرک اور خواہشات نفسانی کے بتوں سے پاک کرنا۔یہ وہ ہجرت ہے جو قیامت تک جاری رہے گی۔گزشتہ علماء سے بیان کردہ معانی علامہ حسین بن محمد المغربی (البدر التمام شرح بلوغ المرام (9/ 202)، الصنعانی(التحبیر لإیضاح معانی التیسیر (3/ 30)، السفارینی (کشف اللثام شرح عمدۃ الأحکام (4/ 182)وغیرہ نے بھی درج کئے ہیں۔

تیرہویں صدی

علامہ حسین بن غنام لکھتے ہیں:

'وأقول:قد زعم قومأن الهجرةمندارالكفرإلى دارالإسلام والإيمان ليست واجبة ولامتعينة في هذاالزمان. متمسكين من الدليل بما لا يبرد الغليل, ولايشفي القلب العليل, وذلك ظاهر قولخيرالبرية: "لا هجرة بعد الفتح ولكن جهادونية", وظاهر حديث "المهاجر من هجرمانهى الله عنه", وليسالأمركما زعمواولاالمعنى كما فهموا وإنما المرادالمقصود, والمن هجالمسدود الهجرة منمكة إلى ا لمدينة بعد فتحها للمسلمين, وأما الهجرة من بلاد المشركين والكفار, وعدم السكنى معهم والاستقرار, إلى ما للمسلمين من الديار, حيث لا يمكن إقامة دين للموحد ولا إظهاره, ولا تعزيز للإسلام وانتصاره, فحكمها إلى الآن ثابت الوجوب والإلزام, مستمر على مر السنين والأعوام, كما صرح بذلك الأئمة الأعلام"

(العقد الثمین فی شرح أحادیث أصول الدین (ص:73-74))۔یعنی ایک طبقہ یہ گمان کرتا ہے کہ اس زمانہ میں دارالکفر سے دارالسلام کی طرف ہجرت کرنا واجب نہیں ہے۔ان کی دلیل لاھجرۃ بعد الفتح اور المھاجر من ھجر والی حدیث کے ظاہری معانی ہیں۔ان کی یہ دلیل دل کی تشفی کے لئے کافی نہیں ہے۔۔۔معاملہ ایسا نہیں جیسا کہ انہوں نے سمجھ لیا ہے بلکہ اس حدیث سے مراد ہے کہ فتح مکہ کے بعد مکہ سے مدینہ والی ہجرت بند ہے۔۔۔جہاں تک اس ہجرت کا تعلق ہے جو مشرکین اور کفار کی ممالک سے مذہبی آزادی میں روکوں کے باعث کی جاتی ہے تو وہ ثابت اور واجب ہے جیسا کہ بڑے بڑے آئمہ نے اس کی صراحت کی ہے۔محمد بن احمد علیش،ابن الرشد القرطبی کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

قَالَ زَعِيمُ الْفُقَهَاءِ الْقَاضِي أَبُو الْوَلِيدِ بْنُ رُشْدٍ - رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى فِي أَوَّلِ كِتَابِ التِّجَارَةِ إلَى أَرْضِ الْحَرْبِ مِنْ مُقَدِّمَاتِهِ فَرْضُ الْهِجْرَةِ لَيْسَ سَاقِطًا بَلْ الْهِجْرَةُ بَاقِيَةٌ لَازِمَةٌ إلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَاجِبٌ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ

(فتح العلی المالك فی الفتوی علی مذهب الإمام مالك (1/ 378)۔یعنی ہجرت کی فرضیت ختم نہیں ہوئی بلکہ وہ قیامت تک جاری وساری رہے گی اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔گزشتہ علماء کے بیان کردہ معانی حسین بن ابراهیم المغربی (قرة العین بفتاوی علماء الحرمین (ص:103-104)،الشوکانی (نیل الأوطار(3/ 188-189))وغیرہ نے بھی درج ہیں۔

چودہویں صدی

مولوی انور شاہ صاحب کشمیری لکھتے ہیں:"قوله: (لا هِجْرَةَ بعد الفَتْح) أي الهجرة المَعْهُودة مِن مكَّة, أما الهجرةُ العامَّة مِن دار الحَرْب إلى دار الإِسلام, فهي باقية"(فیض الباری علی صحیح البخاری(4/ 151))۔یعنی یہاں ہجرت سے مراد مکہ سے مدینہ والی مخصوص ہجرت ہے جہاں تک دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف ہجرت کا تعلق ہے تو اس کا حکم قائم ہے۔یہی تشریح علامہ القاسمی (محاسن التأویل (1491-1495)، المبارکپوری(تحفة الأحوذی (5/ 178)،الشنقیطی(العذب النمیر من مجالس الشنقیطی فی

التفسیر(5/203)وغیرہ نے بھی کی ہے۔

نتائج:

لا ھجرۃ بعد الفتح کی علمائے امت نے مندرجہ ذیل تشریحات نقل کی ہیں:

1) لا ھجرۃ سے مراد مخصوص ہجرت ہے۔

2) لا ھجرۃ کے فرمان کے باوجود ایسے شخص پر ہجرت فرض ہے جس پر اپنے علاقہ میں دین پر عمل کرنا مشکل ہو۔

3) لا ھجرۃ سے مراد یہ ہے کہ اس کے بعد والی ہجرت فضیلت میں کم ہوں گی۔

4) لا ھجرۃ کے فرمان کے باوجود دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف ہجرت کرنا جائز ہے۔

5) لا ھجرۃ کے فرمان کے باوجود منکرات سے دور رہنے والی ہجرت قیامت تک جاری ہے۔

6) لا ھجرۃ کے فرمان کے باوجود رزق کے تلاش میں کی گئی ہجرت جاری ہے۔

7) لا ھجرۃ کے فرمان کے باوجود علم کی تلاش میں کی گئی ہجرت جاری ہے۔

8) جو بعد میں ہجرت کریں گے ان پر مہاجر کے نام کا اطلاق تو ہوگا مگر پہلی جیسی فضیلت نہیں ہوگی۔

تجزیہ:

لا ھجرۃ بعد الفتح کے فرمان کے باوجود صرف ایک قسم کی ہجرت یعنی مکہ سے مدینہ کی ہجرت ہی بند ہوئی اور باقی ہر قسم کی ہجرت جاری ہے۔ دوسری طرف مخالفین لا نبی بعدی کے متعلق کہتے ہیں کہ ہر قسم کی نبوت ختم ہے جبکہ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ لا نبی بعدی کے ارشاد کا منطوق یہ ہے کہ تمام نبوتیں بند ہیں سوائے ایک قسم کی نبوت کے۔ چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ’’محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے کہ نبوت تشریعی جائز نہیں دوسری جائز ہے۔ مگر میرا مذہب یہ ہے کہ ہر قسم کی نبوت کا دروازہ بند ہے صرف آنحضرت ﷺ کے انعکاس سے جو نبوت ہو وہ جائز ہے‘‘ (بدر مورخہ ۱۷، اپریل ۱۹۰۳ء صفحہ: ۱۰۲، فرمودہ ۱۵، اپریل ۱۹۰۳ء)۔ پس مخالفین پر حیرانی ہے کہ وہ لا ھجرۃ بعد الفتح کے ارشاد کے باوجود صرف ایک قسم کی ہجرت بند کر کے باقی ساری ہجرتوں کو جاری مانتے ہیں بلکہ بعض قسم کی ہجرتوں کے وجوب کے قائل ہیں۔ جبکہ دوسری طرف ہمارا لا نبی بعدی سے ہر قسم کی نبوتوں کو بند قرار دیتے ہیں اور صرف ایک قسم کی نبوت کو جاری ماننے پر طعن کرتے ہیں!! پھر یہ تسلیم بھی کرتے ہیں کہ لا ھجرۃ بعد الفتح اور لا نبی بعدی کی ترکیب ایک جیسی ہے۔ تلك اذا قسمة ضيزى!!

فنقول كما قال العلماء لا نبي بعدي :اراد به النبوة المخصوصة اى نبوة التشريع اما نبوة المبشرات فهي باقية الى يوم القيامة لا انقطاع لها ابدا

ازالۃ الشبہات:

ا۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں: ’’فتح مکہ کے بعد کوئی شخص مہاجر نہ بنے گا، نہ یہ کہ فتح مکہ سے پہلے جو شخص مہاجر ہو چکا ہو، فتح مکہ کے بعد اس کا زندہ رہنا محال ہو جائے گا، یا اس کی ہجرت باطل ہو جائے گی‘‘ (ختم نبوت (ص:251)

تبصرہ:

مندرجہ بالا حوالہ جات سے واضح ہوتا ہے کہ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ صرف ایک قسم کی ہجرت بند ہوئی ہے نہ کہ مطلق ہجرت بند ہوئی ہے۔ فتح مکہ کے بعد صرف مکہ والی ہجرت بند ہوئی ہے۔

مفتی صاحب کا اس سے یہ استنباط کرنا کہ ’’کوئی وجہ نہیں کہ لا نبی بعدی کا مطلب تمام نصوص شرعیہ کے خلاف یہ لیا جائے کہ انبیائے سابقین میں سے بھی کوئی نبی آپ ﷺ کے بعد دنیا میں نہیں آ سکتا یا زندہ نہیں رہ سکتا‘‘ بالکل غلط ہے۔ مفتی صاحب اس سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ لا نبی بعدی کی تصریح سے وفات مسیح ثابت نہیں ہوتی۔ حالانکہ ہمارا استدلال یہ ہے کہ لا نبی بعدی کی تصریح کے بعد حضرت عیسیٰؑ تشریف نہیں لا سکتے کیونکہ وہ مستقل نبوت کے حامل ہیں اور ان کے آنے سے وحیٔ نبوت کا اجراء ہونا لازم ہے جو لا نبی بعدی کے خلاف ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ’’پس جب قرآن کے بعد بھی ایک حقیقی نبی آ گیا اور وحی نبوت کا سلسلہ شروع ہوا تو کہو کہ ختم نبوت کیونکر اور کیسا ہوا۔ کیا نبی کی وحی وحی نبوت کہلائے گی یا کچھ اور؟ کیا یہ عقیدہ کہ تمہارا فرضی مسیح وحی سے بکلی بے نصیب ہو کر آئے گا؟ توبہ کرو اور خدا سے ڈرو اور حد سے مت بڑھو‘‘ (سراج منیر روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 6)۔ مفتی صاحب کی اس بات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ جب تشریف لائیں گے تو نبی ہوں گے اور ان کے تشریف لانے کے بعد ان کی نبوت باطل نہیں ہوگی۔

یہ تسلیم کرنے کے بعد: ’’لا ھجرۃ بعد الفتح کی ترکیب بعینہ لا نبی بعدی کی ترکیب ہے‘‘ (ختم نبوت (ص:251))۔ مفتی صاحب کے اس قول ’’اس کے بعد ہم یہ کہتے ہیں کہ لا نبی بعدی میں نفی بالکل عام ہے اس سے کوئی نبوت مستثنیٰ نہیں مگر محاورۂ عرب اور فن حدیث کے موافق اس کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی شخص کو عہدۂ نبوت نہ دیا جائے گا، نہ موسیٰ اور نہ عیسیٰ علیہما السلام کو‘‘ کی کیا

حیثیت رہ جاتی ہے؟؟ جبکہ دونوں کی ترکیب ایک ہے تو لا نبی بعدی سے مراد ہوا کہ اب کسی شخص کو مخصوص نبوت یعنی تشریعی نبوت نہیں دی جائے گی۔ مطلق نبوت کا دروازہ بند نہیں ہے۔

II. مفتی صاحب اپنے زعم میں ایک نکتہ بیان کرتے ہیں کہ کوئی مشرک کہہ دے کہ لا الہ الا اللہ میں بھی نفیٔ کمال ہے اور لا ریب فیہ میں بھی نفیٔ کمال ہے تو اس کا کیا جواب ہوگا؟ (ختم نبوت (ص:253) نیز کہتے ہیں: ''اور اگر آپ کے پاس کوئی ایسی دلیل موجود ہے کہ جس کے ذریعہ سے لا الہ الا اللہ میں نفیٔ کمال لینے سے منع کیا جا سکتا ہے، تو وہی دلیل ہماری جانب سے لا نبی بعدی میں نفیٔ کمال مراد نہ ہونے پر تصور فرمالیں'' (ختم نبوت (ص:254)

تبصرہ:

1) ہم کہتے ہیں کہ جس دلیل سے آپ نے لا ھجرۃ بعد الفتح کے اطلاق کو مخصوص کیا ہے اسی دلیل سے لا نبی بعدی کے اطلاق کو بھی مخصوص تصور فرمالیں!!

2) حقیقت بھی یہی ہے۔ لا نبی بعدی میں مطلقا نفی آپ بھی نہیں مانتے۔ ورنہ مطلقا نفی کے بعد تو کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اس میں نئے اور پرانے کی بحث اٹھا کر آپ اطلاق کو خود مخصوص کرتے ہیں۔ اگر آپ نفیٔ عام کے حقیقی طور پر قائل ہیں تو معتزلہ اور جہمیہ کا نظریہ اپنالیں کیونکہ ان کا نظریہ انکار نزول مسیح لا نبی بعدی میں مطلقا نفی ماننے کا طبعی نتیجہ ہے۔

3) لا الہ الا اللہ میں نفی کمال کی مثال بالکل غلط ہے کیونکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

- لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا إِلَٰهٌ وَاحِدٌ (المائدۃ:74)
- وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا اللَّهُ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (ال عمران:63)
- قُلْ إِنَّمَا أَنَا مُنْذِرٌ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (ص:66)

پس ان آیات کے ہوتے ہوئے لا الہ الا اللہ میں نفی کمال کیونکر لیا جا سکتا ہے؟

اسی طرح لا ریب فیہ میں نفی کمال نہیں ہوسکتا کیونکہ فرمایا:

- لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ (فصلت:43)
- یہاں ایک دلچسپ بات یہ مدنظر رہے کہ قرآن کریم میں دو چیزوں سے ریب کی نفی کی گئی ہے۔ ایک کلام الٰہی اور دوسرا قیامت۔ چاہے وہ قیامت صغریٰ کے معنوں میں ہو یا قیامت کبریٰ کے معنوں میں۔ چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں

کلام الٰہی سے ریب کی نفی

ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ (البقرۃ:3) وَتَفْصِيلَ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ (یونس:38) تَنْزِيلُ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ (السجدۃ:3)

قیامت سے ریب کی نفی

رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ (آل عمران:10) فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنَاهُمْ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ (آل عمران:26) يَجْمَعَنَّكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ (النساء:88) وَإِذَا قِيلَ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيهَا (الجاثية:33) وَجَعَلَ لَهُمْ أَجَلًا لَا رَيْبَ فِيهِ (الإسراء:100) وَأَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيهَا (الكهف:22) وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ (الحج:8) إِنَّ السَّاعَةَ لَآتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا (غافر:60) وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيهِ (الشورى:8) ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ (الجاثية:27)

پس قرآن کریم کا منطوق بتاتا ہے کہ قرآن کریم میں لا ریب کا استعمال نفی کمال کے معنوں میں نہیں ہوا۔

4) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ولا شك قطعا انه رسول الله و نبیه و هو منزل فله علیه الصلوة و السلام مرتبة النبوة بلا شك عند الله سبحانه و تعالیٰ و ما له مرتبة التشریع عند نزوله فعلمنا بقوله لا نبی بعدی و لا رسول و ان النبوة قد انقطعت و الرسالة انما یرید بها التشریع'' (قرة العیینین فی تفضیل الشیخین (319-320)

یعنی حضرت عیسیٰؑ اپنے نزول کے بعد بلا شبہ نبی ہوں گے۔ ہاں ان کے پاس تشریعی منصب نہیں ہوگا پس ہم نے جانا کہ لا نبی بعدی و لا رسول اور ان النبوة انقطعت و الرسالة سے آنحضرت ﷺ کی مراد تشریعی نبوت ہے۔

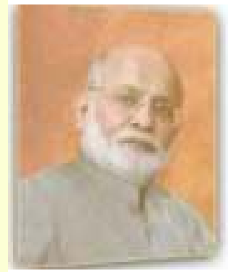
پس ہمارے پاس تو لا نبی بعدی کے اطلاق کو مخصوص کرنے کا بہت بڑا قرینہ حضرت عیسیٰؑ کا بطور نبی نازل ہونے کی صراحت ہے۔ مگر آپ حضرات کے پاس حضرت عیسیٰؑ کو نبی مانتے ہوئے لا نبی بعدی میں اطلاق کی رٹ لگانے کی کوئی وجہ نہیں!!! فتدبر!!!



دیوبند اور ربوہ کی دو قبروں کا پیغام

تحریر: اصغر علی بھٹی۔نائیجر مغربی افریقہ

رات گئے کوک سٹوڈیو سیزن 10 کی تیسری قسط سن رہا تھا رونے والوں سے کہہ دو کہ ان کا بھی رونا رولیں۔مجبوری حالات نے جن کو رونے نہ دیا حد نظر پھیلی ،خاموش ، اداس ،سفید سفید ریت ،سردیوں کی صحرائی رات ،ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا ،تاروں کی چھاؤں اور شہر کی روشنیوں سے قدرے دور کسی ٹیلے پر آلتی پالتی مارے بیٹھے ہوئے ہو تو دل خواہ مخواہ روٹھے ہوئے بچے کی طرح غم جاناں ،غم زندگی اور غم حالات سے بے نیاز سا ہو جاتا ہے۔اور پھر اس پر مستزاد سجاد علی کی دھیمی اور مدھر آواز میں دھیرے دھیرے بکھرتے سر،اک عجب کیفیت،اپنے آپ سے ہی روٹھنے کو دل کرنے لگا تھا۔ایسی مسحور کیفیت سے رات گئے گھر لوٹا تو حسب عادت سونے سے قبل کچھ پڑھنے کے لئے ٹیبلٹ آن کیا۔سوئی جناب اظہار الحق صاحب کے حالیہ کالم" پڑھنے والوں کی تلخ نوائی۔۔الامان والحفیظ" پر جا رکی۔آپ بھی رو رہے تھے لیکن صرف اپنے چار دوستوں کے لئے ۔ مجھے اس رونے میں دو روندی ہوئی دو قبروں کو بھی شامل کرنا ہے۔ایک لکیر کے اُس پار جس کے لوحقین کے پاس ان کے لئے رونے کا وقت نہیں اور ایک دوسری قبر جو لکیر کے اس پار،جس کے لواحقین کو رونے کی اجازت نہیں یعنی مولانا فضل الرحمٰن عثمانی اور ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کا آخری آرام گاہیں۔



جناب اظہار الحق کو اپنے چار دوستوں کا دکھ بے قرار کئے ہوئے ہے۔ہونا بھی چاہے وہ دل ہی کیا جو اپنے دوستوں کا دکھ محسوس نہ کرے ۔ جناب اظہار صاحب تو صاحب الفاظ ہیں اپنے دل کا مدعیٰ بیان کرنے پر خوب قادر ہیں آپ نے اپنے دوستوں پر آئی ہوئی آنچ کی حدت کو خوب محسوس کیا یعنی حالیہ دنوں میں میڈیا میں 4 صحافیوں کے متعلق استعمال کی گئ نازیبا زبان ۔اس کے کچھ حصے "تہذیب" کے بعد بطور نمونہ درج کرتے ہوئے آپ نے اپنے دل کا کرب ان الفاظ میں سپرد قلم کیا ہے۔ "کوئی مہذب' قانون پر چلنے والا ملک ہوتا تو آگ اگلنے والے یہ نام نہاد قارئین عدالت میں کھڑے ہوتے ۔ انہیں بتانا پڑتا کہ لفافیہ کس ثبوت کی بنا پر کہا ہے؟ کس کا مالی پشت پناہ کون ہے؟ گالیاں دینے پر ان دشنام طرازوں کو معافی مانگنے کے علاوہ مالی ہرجانہ دینا پڑتا۔جج ان سے پوچھتا کہ جب بقول تمہارے مسلم لیگ نون نے' یا تحریک انصاف نے' یا اسٹیبلشمنٹ نے فلاں فلاں کو لفافے دیے تو کیا تم اس وقت وہاں موجود تھے؟ کیا عجب ان آتش خوروں کو جیل کی ہوا بھی کھانا پڑتی ۔ یہ ہے ان عوام کی ذہنی سطح جو صحافیوں اور اینکروں کو مغلظات بکتے ہیں۔حسن نثار سے لے کر ہارون الرشید تک،سلیم صافی سے لے کر خورشید ندیم تک، رؤف کلاسرہ سے لے کر صابر شاکر تک، مجیب الرحمن شامی سے لے کر سہیل وڑائچ تک، ان لوگوں کے نزدیک سب گردن زدنی ہیں،سب کسی نہ کسی سے لفافہ لیتے ہیں۔ دیانت دار صرف وہ ہیں۔جو گھر میں بیٹھے' چائے پیتے ہوئے، گالیاں دے رہے ہیں مغلظات بک رہے ہیں اور اپنا نامہ اعمال گندہ کر رہے ہیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون " رات کے اس پہر میں جناب اظہار الحق صاحب کا نوحہ ختم ہوا تو قریب ہی سے مجھے دو قبروں سے اُٹھتی ہوئی کراہٹ سنائی دینے لگ گئی۔ایسی بے تاب کر دینے والی سوگوار آواز جیسے بہت سے غموں کے پہاڑ تلے کوئی ہولے ہولے سسکیاں لے رہا ہو۔آواز صاف تھی اور پیغام بھی صاف تھا کہ جہاں زندوں کا رونا سننے والا کوئی نہیں وہاں مُردوں کے قبروں کا کون نگہبان ہوگا۔پھر بھی جناب اظہار صاحب آپ کے نوحہ میں میں ان قبروں کا نوحہ بھی شامل کئے دیتا ہوں کہ شائد ان کھنڈروں میں گونجنے والی صدا کسی متنفس تک پہنچ جائے۔اور ان کے لئے بھی کوئی اظہار الحق کالم لکھ دے۔یعنی مولانا فضل الرحمٰن عثمانی صاحب کی قبر۔ یکے از بانیان دیوبند۔مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے قریبی ساتھی۔مولانا شبیر عثمانی صاحب کے والد اور اور مولانا تقی عثمانی کے دادا جان کی قبر۔جس کا کتبہ دیوبند ہی کے قاسمی قبرستان سے اکھیڑ پھینک دیا گیا اور پھر قبر کا نام ونشان بھی مٹا دیا گیا اور دوسری قبر جناب ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی۔جس کا کتبہ تو نہیں اکھیڑا گیا مگر سیاہی پھیر کر کالا سیاہ کر دیا گیا۔

دسمبر 2018 میں انڈیا کے مشہور دیوبندی عالم دین جناب ابوعکاشہ رحمٰن صاحب نے" دارالعلوم دیوبند کی جامع مختصر تاریخ کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ" از عنوان" تاریخ کے قاتل" کے نام سے فرید بک ڈپو دہلی سے شائع کی ہے جس میں آپ عثمانی

خاندان کے دو بزرگوں کی قبروں کے ساتھ ہونے والے سانحہ کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ کس طرح مولانا حسین احمد مدنی صاحب کی آل اولاد نے دیوبند ہی کی سرزمین پر اپنے بزرگوں کے ساتھ ناروا سلوک کر دیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں" وہ مولانا فضل الرحمٰن عثمانی جو دارالعلوم کے قیام سے لے کر اپنی وفات تک دارالعلوم کی خدمت اور اس کی فلاح وبقا میں دامے درمے سخنے ہر طرح سے سرگرم عمل رہے ان ہی کے ساتھ ایسا سوتیلا پن اختیار کیا گیا۔ ایسی خودغرضی کا مظاہرہ کیا گیا کہ ان کی آخری نشانی یعنی ان کی قبر تک کو نہیں بخشا۔ مولانا عثمانی کا انتقال 1907 میں ہوا اور حضرت مولانا قاسم نانوتوی علیہ الرحمہ کے مزار سے نیچے کی جانب ان کی تدفین کی گئی۔ ہم نے خود مولانا حسین احمد مدنی کے برابر میں ان کی قبر پر بچپن سے فاتحہ پڑھی ہے۔ ایک باضابطہ قبر کو 2008 میں بزور ختم کر دیا گیا صرف اس لئے کہ وہاں مولانا اسعد مدنی کو دفنایا جا سکے۔ تاکہ والد کے برابر میں بیٹے کی قبر بن جائے۔" (ص 47) پھر ص 50 پر مولانا تقی عثمانی کے چچا کے حوالہ سے بھی اہالیان دیوبند کی ستم ظریفی کا قصہ درج کیا ہے۔ "ستم دیکھئے کہ وہ مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی ! جنھوں نے حضرت قاری صاحب کی محبت اور مولانا قاسم نانوتوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت میں اپنے دوست علامہ کشمیری اور اپنے بھائیوں تک سے اختلاف کر لیا تھا، انہیں کے ساتھ یہ سلوک کیا گیا کہ قاسمی قبرستان میں موجود ان کی باضابطہ قبر کا نام ونشان تک مٹ دیا۔ حاجی مستحسن صاحب مرحوم کی قبر کے نزدیک ہی مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی کی قبر تھی۔ جس پر تقریباً تین فٹ اونچا پتھر بھی لگا ہوا تھا جس پر مرحوم کے نام سے مہتمم خامس دارالعلوم دیوبند بھی تحریر تھا جسے پڑھ کر ہر آنے والے کو معلوم ہوتا تھا کہ مولانا فضل الرحمٰن عثمانی کے فرزند مولانا حبیب الرحمٰن یہاں مدفون ہیں بڑی بے رحمی سے اُن کی قبر کے پتھر کو اُکھاڑ پھینکا کیوں؟ اس کا جواب تو قبرستان کے متولی ہی دے سکتے ہیں۔ ایسی کون سی دولت یا راحت ہے جو مولانا حبیب الرحمٰن کی قبر کے پتھر کو اُکھاڑ کے حاصل کی گئی۔"(ص 50 تاریخ کے قاتل) مولانا ابوعکاشہ کو تو اس سوال کو جواب نہیں ملا شائد مولانا تقی عثمانی صاحب ہی ڈھونڈ پائیں مگر گستاخ لوگ کہتے ہیں کہ وہ شخص اپنے دادا اور چچا کی قبر کے ساتھ اپنے ہی گھر میں، اپنوں ہی کے ہاتھوں ہونے والے مظالم کا سراغ کیا لگائے گا جسے مولانا طارق جمیل صاحب کا مذاق اڑانے والے جناب منظور احمد صاحب مینگل کی بلائیں لینے سے فرصت نہیں۔

سرحد کے لکیر کے بالکل ساتھ ہی ایک اور قبر ہے۔ وہ بھی ہیرو تھا۔ وہ بھی بانی تھا کئی اداروں کا۔ اس کے دل میں بھی وطن کی ترقی کے کئی سنہری سپنے تھے۔ اس شخص نے پاکستان میں سائنس کی بُنیاد ڈالی۔ خلائی ادارے SUPARCO کی بُنیاد ڈالی۔ ایٹمی ادارے PAEC کی بُنیاد ڈالی۔ فزکس اور ریاضی کے تحقیقی شعبہ کے آغاز کی بُنیاد ڈالی۔ ایٹمی تحقیقی ادارے PINSTECH کی بُنیاد ڈالی۔ پاکستانی طلبا کو سائنسی تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا، اور سائنس میں تحقیق کی تو دُنیا میں دھوم مچادی



یہاں تک کہ بالآخر آپ پہلے پاکستانی سائنسدان بن گئے جنھیں سائنسی نوبیل پرائز دیا گیا۔ آپ دیارِ غیر میں ملک کی سربلندی کے جھنڈے گاڑتے رہے۔ اور پھر ایک دن زندگی سے جنگ ہار گئے تو اپنا تابوت لے کر دو گز زمین کا انعام لینے اپنے دیس میں لوٹ آئے۔ یار دوستوں نے ان کی قبر پر ایک کتبہ لگا دیا ہم نے اسے توڑا تو نہیں مگر سیاہی پھیر کر نفرت کی آنچ سے سنگسار ضرور کیا۔ غدار وطن قرار دیا۔ یہاں تک کہ انصار عباسی صاحب جیسے محترم صحافی تو اسلامی ایٹم بم اسرائیل اور ڈاکٹر صاحب کی کہانیاں لے کر اخبارات تک میں پورے یقین سے لوارد ہو گئے۔ یوں ہم نے اس ہیرو کی قبر کا صحافتی مثلہ کیا بلکہ سرکاری سرپرستی میں کیا۔ وہ لاش بھی سسکتی ہے مگر آج اس کے لواحقین روتے تو ہیں مگر دور کہیں چھپ کر۔ وطن سے دور قانون سے دور۔ کیونکہ ان کو اس ہیرو کی قبر پر ایک کتبہ بھی اپنی مرضی کا لگانے کی اجازت نہیں۔

جناب اظہار الحق صاحب آپ اپنے چار دوستوں کا رونا ضرور رویئے یہ آپ کا حق ہے مگر ایک تاریخ کے ادنیٰ طالب علم کی حیثیت سے یہ ضرور یاد کرواوں گا کہ جو قوم اپنے بچوں کو محسن کشی سکھاتی ہے اپنے ہیروز کی قبروں کے کتبوں پر سیاہی پھیرتی ہے۔ گوجرانوالہ کے چوکوں میں مادرِ ملت فاطمہ جناح کے نام سے کسی جانور کے گلے میں جوتوں کا ہار ڈال کر اس جانور کو مارتی اور گالیاں دیتی ہے جو قوم آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر، گول میز کانفرنسوں کے ہیرو، باؤنڈری کمیشن میں پاکستانی سرحدوں کا کیس پیش کرنے والے، کشمیر، فلسطین، مصر، لیبیا، الجزائر کا بین الاقوامی فورمز پر مقدمہ لڑنے والے اور قائداعظم کی کابینہ میں وزیر خارجہ کا سہرا سر پر سجانے والے ہیرو کے خلاف جلوس نکال کر اس کی والدہ تک کو گالیاں دیتی ہو۔ جو قوم ایسے بچے جنتی اور ان کی پرورش کرتی ہے پھر وہی بچہ جب اڑیل جوان ہو جاتا ہے تو پھر کسی اظہار الحق کو رونے یا روتے ہوئے یہ سوال کرنے کا حق نہیں رہ جاتا" کوئی مہذب قانون پر چلنے والا ملک ہوتا تو آگ اگلنے والے یہ نام نہاد قارئین عدالت میں کھڑے ہوتے۔ انہیں بتانا پڑتا کہ لفافیہ کس ثبوت کی بنا پر کہا۔



تاریخ کے جھروکوں سے

انتخاب۔آشتی علی بھٹی



جناب آغا شورش کاشمیری صاحب ساری عمر زہر میں قلم ڈبو کر جماعت احمدیہ کے خلاف انتہائی سخت اور ناگوار الفاظ استعمال کرتے رہے۔تحریر اور تقریر دونوں کی ہرصنف کو تمسخر اوراستہزاء کے تیزاب میں بھگو بھگو کر جماعت احمدیہ پر پھینکتے رہے۔فرضی قصے فرضی سازشیں جماعت کی طرف منسوب کرنے میں آپ کا کوئی ثانی نہیں۔وائٹ ہاؤس لندن اور عجمی نبی بھی آپ کے ہی دماغ کا شاہکار ہے اور حالیہ دنوں میں کنٹینر سے گونجنے والا کرتار پور راہداری کے پس منظر میں خالصتان کا نقشہ جس میں صدر احمدی اور وزیر اعظم سکھ ہوگا،کا بے سروپا پلان بھی آپ ہی کے شاطر دماغ کا کارنامہ تھا،ان سب زیادتیوں کے باوجود جب آپ ایک احمدی جیلر کے زیر حراست جیل میں بند ہوئے تو انہوں نے علاج کی بہترین سہولت دی جن کے اخلاق سے متاثر ہونے کا واقعہ انہوں نے حیرانگی میں اپنے چٹان میں بھی تحریر کیا۔یعنی جب کبھی بھی آپ جماعت کے نشانہ پر آئے کسی احمدی نے الا تعدلوا کے آسانی حکم کو کبھی نہیں فراموش کیا۔آیئے ایک احمدی نوجوان کا خط آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں جو انہوں نے جناب آغا شورش کاشمیری صاحب کو لکھا اور انہوں نے اسے اپنے اخبار چٹان میں شائع کردیا۔

مدیر چٹان جناب شورش کاشمیری نے لکھا ہے کہ ایک نوجوان پرویز اختر آف شیخوپورہ نے ان کو لکھا ہے کہ:۔

"آپ کے خلاف کسی قادیانی نے کبھی وہ کلمات استعمال نہیں کئے جو ہزاروی گروپ ملک بھر میں استعمال کر رہا ہے جو کچھ ترجمان اسلام نے لکھا جس طرح غلام نبی جانباز نے زبان کھولی۔جو کچھ ضیاءالقاسمی کہہ رہا ہے۔مفتی محمود نے جگہ بجگہ آپ کے متعلق جس طرح بیان کیا۔مولانا غلام غوث بالکل مسخروں کی طرح بولتے اور ایسی باتیں کرجاتے ہیں کہ خود ہمیں شرم محسوس ہوتی ہے۔آپ بتا سکتے ہیں کہ وہ زبردست نقصان جو آپ نے احمدیوں کو پہنچانا چاہا اور جس طرح آپ نے حضرت مسیح موعود کے خلاف کہا یا لکھا کسی احمدی نے کبھی جواب میں مذکورہ بالا اشخاص کی زبان استعمال کی؟ وہ گندی نظمیں لکھیں جو ترجمان الاسلام میں چھپتی رہیں اور چھپ رہی ہیں؟ الفضل اور الفرقان ربوہ نے کبھی آپ کے متعلق کچھ لکھا؟ اور لکھا تو اس قسم کی زبان استعمال کی جو آپ کے یہ سابق رفقاء استعمال کررہے ہیں اور اس فن میں استاد ہیں؟ اس کے باوجود آپ احمدیوں کے خلاف ہیں اور حضرت مسیح موعود کے خلاف اپنے دل سے بغض نہیں نکالتے آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ اب آپ کو اعتراض ہے کہ ہم بھٹو کی ہمنوائی کیوں کررہے ہیں یا ہمارے لوگ پیپلز پارٹی میں جارہے ہیں؟ کیا پاکستان کے شہری کی حیثیت سے ہمیں کسی پارٹی میں شامل ہونے کا حق نہیں؟ جب بھٹو اس نفرت کو نہیں مانتے جو لوگ پیدا کرتے ہیں اور احمدی اور غیر احمدی کے سوال پر وہ اعتقاد نہیں رکھتے تو آپ ہمارا یہ حق کیوں چھینتے ہیں کہ ہم پیپلز پارٹی میں شامل ہوجائیں؟ آخر ہم نے پاکستان بنانے میں حصہ لیا۔ریڈ کلف کے سامنے چودھری ظفر اللہ خان پیش ہوئے۔کشمیر کا مقدمہ چودھری ظفر اللہ خان نے یو۔این۔او میں سالہا سال لڑا۔اس کے ملک کے اقتصادیات کو مستحکم کرنے میں ہمارا بہت بڑا حصہ ہے۔آج بھی حضرت مسیح موعودؑ کے لخت جگر حضرت ایم۔ایم۔احمد منصوبہ بندی کمیشن کے چیئر مین ہیں۔پاکستان کی اکانومی کو بڑھانے اور اٹھانے میں ہم نے اپنی تعداد سے کئی سو گنا زیادہ حصہ لیا ہے۔آپ کو یاد ہوگا کہ جوڑیاں کے مورچے پر کون گیا تھا؟ جہاد کشمیر کا آغاز کس نے کیا؟ وہ ہستی آج ربوہ کے بہشتی مقبرے میں آسودہ خواب نہیں؟ کیا اس کا نام جنرل اختر ملک نہیں اور وہ ستمبر کی جنگ کا ہیرو نہیں تھا؟ کیا ملکی سیاست ہی ایسی چیز ہے کہ ہمارے لئے آپ کے نزدیک شجر ممنوعہ ہے؟ ہم بھٹو سے نہ ملیں تو ابوالاعلیٰ مودودی سے مل جائیں جو ہمیں دیکھنا ہی نہیں چاہتا؟ نصر اللہ خاں سے مل جائیں جو ہر جلسے میں ہمارے خلاف ٹھونگا مارجاتا ہے اور عطاء اللہ شاہ بخاری کا پروردہ ہے؟ جنرل سرفراز کا ساتھ دیں جس نے احمدیت سے اپنی لاتعلقی کو بکمال کروفر پیش کیا حالانکہ احمدیت سے اس کا تعلق ہی نہیں تھا؟ کیا ممتاز دولتانہ پر بھروسہ کریں؟

کیا آپ حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت مصلح موعودؓ کا معجزہ نہیں سمجھتے کہ احمدیت کے ان مخالفوں کو وہی غلام غوث اور مفتی محمود لتاڑ اور چتھاڑ رہے ہیں جنہوں نے ۱۹۶۸ء میں ختم نبوت کے مسئلہ پر اپنا اسٹیج آپ کی نذر کردیا؟ پھر آپ رہا ہوئے تو آپ کو اسلام کا ہیرو بنا کر پیش کیا تھا۔اقبال کا مصرعہ ہے کہ ع

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے خدا نے احمدیت پر میرے یقین کو اور پکا کردیا ہے کہ جو لوگ احمدیت کے خلاف ہیں وہ غلام غوث کے لاؤ لشکر سے پٹ رہے ہیں۔ہمارے کعبے کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اس صنم خانے کے برہمنوں سے کرائی ہے۔(المخلص پرویز اختر")

(چٹان لاہور 3اگست 1970ء)

ختم نبوت کا تحفظ بذریعہ گبر سینڈروم

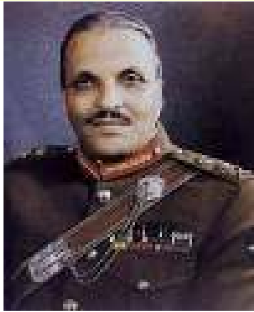


آپ کو سمجھ کیوں نہیں آتی ختم نبوت کے یہ معنی نہ کریں اس سے قادیانیوں کو فائدہ ہورہا ہے

خدارا ختم نبوت کے یہ معنی کرکے قادیانیوں کو space نہ دیں" گبر سینڈروم سے تھرتھر کانپتی مذہبی پیشوائیت

تحریر اصغر علی بھٹی۔ نائیجر مغربی افریقہ

قادیان میں 1889 میں ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس زمانہ کی اصلاح کے لئے آنحضورﷺ کی غلامی میں اور آنحضورﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق مہدی مسعود اور مسیح موعود بنا کر بھیجا ہے اور ایک جماعت کی بنیاد رکھی۔23 مارچ 1889 میں بیعت لینے کا اعلان کیا ہی تھا کہ ہر طرف سے مخالفت کے جھکڑ چلنے لگ گئے۔اور یوں دیکھتے ہی دیکھتے،دشمن تو دشمن اپنے بھی اس سے بیگانے ہو گئے۔ایک طرف جہاں سعید روحیں حلقہ بیعت میں شامل ہونا شروع ہوئیں تو وہیں دوسری طرف تمام فرقوں کے عمائدین کفر کے فتاویٰ کے ساتھ یک مشت اور یک جان ہو گئے۔ہر کسی جبہ و دستار پوش کا دعویٰ تاریخ نے نوٹ کیا "کہ اس فرقے کی موت میرے ہاتھوں لکھی ہے" "میں نے ہی اسے آسمان پر بٹھایا تھا اب میں ہی اسے نیچے گراؤں گا" "میرے ہی ہاتھوں قادیانیت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونکنا لکھا ہے" وقت گزرتا گیا۔وعدے،دعوے اور للکارے بڑھتے گئے۔1933 آیا پھر 1947 آیا پھر 1953 آیا پھر 1974 آیا پھر 1984 آیا اور پھر وقت عقابی پرواز لیتا ہوا 2019 تک سمٹ آیا۔تباہ و برباد کرنے کے دعوے تو پورے نہ ہوئے لیکن جہاں ایک طرف وہ آواز جو ایک چھوٹی سی دور افتادہ بستی سے اٹھی تھی دنیا کے شش جہت میں پھیل گئی تو دوسری طرف مذہبی دستار پوش گبر سینڈروم کی دنیا تک سمٹ کر رہ گئے۔



اس پس منظر کے ساتھ جب ہم 2019 کے پیشوائی افکار کے افق پر نظر ڈالتے ہیں تو ایک عجیب سراسیمگی کی فضا نظر آتی ہے ایک طرف جب اس جماعت کی تعداد کے بارہ میں اعلان کیا جاتا تھا کہ یہ تو چند لاکھ ہیں اور اب اسلام آباد ہائی کورٹ میں اسے مزید REDUCE کرکے چند ہزار تک لے آئے ہیں اور

اول الانبیاء ہونے کا انکار۔

لولاك لما خلقت الافلاك کا بھی انکار۔

متیٰ وجبت لك النبوة کا بھی انکار

کنت عند الله خاتم النبیین وان آدم بن المآء والطین کا بھی انکار

انی عند الله لخاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینه کا بھی انکار

5 اگست 1975 کو ہندوستانی نگار خانوں میں گبر سنگھ کا کریکٹر ایک ولن کے طور پر متعارف ہوا مگر جلد ہی یہ لفظ نہ صرف اردو ادب میں روزمرہ کا حصہ بن گیا بلکہ خوف اور دہشت کے لئے ایک استعارہ کا روپ دھار گیا۔گبر سنگھ کی کریکٹرس دنیا میں مائیں گھبرا کر اپنے روتے بچوں کو یہ کہہ کر ڈراتی ہیں کہ آہستہ بولو گبر آجائے گا۔ یا آہستہ بولو گبر سن لے گا۔قسمت کی ستم ظریفی دیکھئے ہندوستان کا یہ فلمی کریکٹر آج پاکستان کی مذہبی دنیا میں محافظین ختم نبوت کے ماتھے کا جھومر بنا ہوا ہے۔وہ ایک دوسرے کو ڈرانے کے لئے اور اپنے مخالفین کو اپنے ساتھ ملانے کے لئے اسی اصطلاح کے ذریعہ سے پیغام پہنچا رہے ہیں۔کسی کو سر محفل،تو کسی کو کواڑ کے پیچھے۔کسی کو چیخ کر تو کسی کو پچکار کر۔اپنے فرقے کو بھی اور اپنے مخالف کو بھی،ایک ہی پیغام دیا جارہا ہے اور ایک ہی نصیحت کی جارہی ہے" آپ کو سمجھ کیوں نہیں آتی ختم نبوت کے یہ معنی نہ کریں اس سے قادیانیوں کو فائدہ ہورہا ہے" " قبلہ آپ ختم نبوت کی یہ تفسیر نہ کریں اس سے قادیانی جیت جائیں گے" " خدارا ختم نبوت کے یہ معنی کرکے قادیانیوں کو space نہ دیں"

گبر سینڈروم سے تھرتھر کانپتی اس مذہبی پیشوائیت کا تھوڑا سا بیک گراونڈ کچھ یوں ہے آج سے ایک صدی سوا صدی پہلے ہندوستان کی ایک چھوٹی سی بستی

دوسری طرف اس جماعت سے خوف کا یہ عالم ہے کہ پہلے بریلوی دیوبندیوں کو احمدیہ جماعت کی ختم نبوت کی تفسیر سے ڈرا رہے تھے پھر بریلوی دیوبندیوں کوڈرانا شروع ہوئے اوراب بریلوی بریلویوں کے گلے دبا دبا کر سمجھا رہے ہیں۔ عجیب نفسانفسی بنی ہوئی ہوئی ہے۔یوٹیوب کی دنیا سے متعارف لوگ فیصل آباد اور لاہور کی بریلوی دنیا کے" فخرین اسلاف اور کنوز الاعمال علماء کے یوٹیوب پر بیانات اورپھران" پہاڑوں جیسے علماء" کے حامیان، اورشاگردان کے گروپ اور ان کی تڑیاں اورایک دوسرے کوللکارنے اور پھرمناظروں اورمباحثوں کے لئے مدرسوں اوران کے پنڈالوں کی تیاریاں۔اورایک دوسرے پرقادیانی نوازکے تبرے۔ایک قیامت ہے جودیوبندی دنیا کے بعداب بریلوی دنیا کواپنی لپیٹ میں لئے ہوئے ہے۔آیئے آپ کو مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصۡلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرۡعُهَا فِى السَّمَآءِ (سورۃ ابراہیم آیت 25) عملی تصویر دکھاتا ہوں

احمدیوں کوپسنا چاہیے تھامگریہ ابھررہے ہیں

4 جون 2018 کوفیصل آباد سے تعلق رکھنے والے بریلوی دنیا کے شیخ الحدیث وامام المناظرین جناب سعیداحمد اسد صاحب نے ایک وفد کے ساتھ دیوبندی شیخ الحدیث مولانا الیاس گھمن صاحب سے ان کے دفتر میں ملاقات کی۔اس ملاقات کی ویڈیو یوٹیوب پرموجود ہےجس میں آپ فرماتے ہیں کہ" یہاں آنے کا واحد مقصد یہ ہے کہ اس وقت ملک میں دین دشمن لابیاں بڑی تیزی سے سرگرم عمل ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ قادیانی پستے مگروہ ابھررہے ہیں اوران کواُبھارابھی جارہاہے اورجولوگ ان باطل چیزوں کا مقابلہ کرسکتے ہیں وہ آپس میں لڑرہے ہیں۔آگے پھران کی اتحاد اورمل جل کرکام کرنے کی اپیل ہے۔

بریلویو!ہمیں احمدیت کا راستہ روکنے کے لئے آپ ﷺ کے اول الانبیاء ہونے کاانکارکرنا ہوگا۔



دیوبندی مولوی کی اپیل

اسی دوران ایک دیوبندی مولوی صاحب نے بریلویوں کومخاطب کرتے ہوئے سمجھایا کہ اگراحمدیوں کا راستہ روکنا ہےتو ملاقاتوں سے کچھ نہیں ہوگا اپنی ختم نبوت کی تفسیر بدلنا ہوگی ہمیں آپ ﷺ کے اول الانبیاء ہونے کا انکارکرنا ہوگا۔ڈاکٹرمحمداشرف آصف جلالی صاحب اپنی تقریرمیں اس ویڈیوکلپ کوپیش کرتے ہیں۔دیوبندی مولوی صاحب جماعت احمدیہ کےعلم کلام سے ڈراتے ہوئے تجویز دے رہاہےاورسوال پوچھ رہاہے" آپ کہتے ہو آپ ﷺ کونبوت اس وقت ملی جب آدمؑ مٹی گارے میں تھے۔آدم کونبوت بعد میں ملی۔نوح کونبوت بعد میں ملی۔موسیٰ کونبوت بعد میں ملی۔عیسیٰ کونبوت بعد میں ملی۔ایک لاکھ 24ہزارانبیاءکونبوت بعدمیں ملی اوران سب نبیوں سے پہلے نبوت محمد مصطفے ﷺ کو ملی۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگرسب سے پہلے آپ ﷺ کونبوت ملی توختم نبوت کا کیامعنیٰ ہوا؟ پھرتو آپ ﷺ پہلے نبی ہوئے آخری کیسے بن گئے؟اگرچہ یہ عقیدہ ہے کہ جب آپ ﷺ کونبوت مل گئی تو آپ کے بعداب نیا نبی کوئی نہیں بن سکتا۔قادیانی نے کہاایک نبی میں بعدمیں آیا۔انہوں نے کہا اگرایک مانیں تو وہ ہےختم نبوت کا منکراورجوسوالاکھ مانے وہ ختم نبوت پردھرنا دے رہاہے۔میں نے یہ مسئلہ چلایا تھا کہ جب تم سب سے پہلا نبی مانتے ہوتو خاتم النبیین اورآخرالنبیین کے منکربن جاتے ہو۔جب میری یہ بات ان بریلویوں کے مولویوں تک پہنچی توسرگودھا کا ایک شیخ الحدیث جوسیالوی بھی ہے اس کواس بات کی سمجھ آ گئی اورفیصل آباد کا ایک سعیداسد ہے اس کوبھی بات سمجھ آ گئی۔انہوں نے کہا کہ یار!بات تو واقعی تیری درست ہے،ہم توآخری نبی نہیں مانتے اس اشرف سیالوی نے پھرایک کتاب لکھی کہ نبی کریم ﷺ کو نبوت 40سال کی عمرمیں ملی۔وہ سعیداسداوراشرف سیالوی انہوں نے کہا کہ" تم جوپہلا نبی مانتے ہوتم ختم نبوت کے منکرہو۔آج بریلویت دوحصوں میں تقسیم ہو گئی ہے۔میں نے کہا مولویو! جب آپ کواس وقت نبوت ملی تھی تواس کا مطلب یہ ہوا کہ سوالاکھ نبی کونبوت آپ ﷺ کے بعدملی بتاؤ پھرختم نبوت کا کیامعنی ہے؟"احمدیت کا راستہ روکنے کا کیا خوبصورت حل نکالا ہے۔مالھا من قرار کا سفر جاری ہے۔

ہمیں احمدیت کا راستہ روکنے کے لئے آپ ﷺ کے اول الانبیاء ہونے کاانکارکرنا ہوگا۔آپ کو بات سمجھ کیوں نہیں آرہی؟ایک بریلوی مولوی کی دوسرے بریلویوں کواپیل

فیصل آباد کے بریلوی امام المناظرین کودیوبندی عالم کی یہ تجویز پسند آ گئی کہ احمدیت کا راستہ روکنے کا آسان حل یہی ہے کہ آپ ﷺ کے اول الانبیاء ہونے کاانکارکردیاجائے مگرلاہور سے تعلق رکھنے والے بریلوی دنیا ہی

کے" کنز العمال، فخر اسلاف" جناب ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب ان کے خلاف آڑے آ گئے ۔ دونوں میں شدید ٹھن گئی۔ دونوں صاحبان بڑے بڑے مدرسوں کے مہتمم صاحبان بھی ہیں۔ دونوں کے ہزاروں شاگرد ہیں ۔ بزرگوں میں ٹھنی تو شاگردوں میں بھی ٹھن گئی۔ دونوں طرف سے مورچے بن گئے اور یو ٹیوب پر اکابرین کے کلپس کے ساتھ ساتھ ان کے شاگردوں نے بھی میدان سجا لیا۔ مناظروں کے چیلنج در چیلنج یوٹیوب کا حصہ بننے لگے۔ 23 جولائی 2019 کی ڈاکٹر جلالی صاحب کی ویڈیو کے جواب میں جناب سعید احمد اسد کی درد بھری اپیل سنئے اور پھر بتائیے۔ مائیں گبر کا نام لے کر اپنے بچوں کو اور احمدیت کا نام لے کر ایک مولوی دوسرے مولوی کو کیوں ڈراتا ہے۔ فرمایا" حضرت صاحب آپ کو کیوں سمجھ نہیں آ رہی ؟ آپ قادیانیوں کو تقویت دے رہے ہیں ۔ اس سوال کا آپ کے پاس کیا جواب ہے کہ سرکار تو ازلی نبی تھے پھر ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی بعد میں آئے اور ختم نبوت میں کوئی فرق نہیں پڑا تو ایک مرزا قادیانی کے آنے سے نبوت میں کیسے فرق پڑتا ہے؟ آپ قادیانیوں کو خدارا SPACE نہ دیں۔ میری خواہش ہے کہ بزرگ درمیان میں آئیں اور ہماری بات سنیں کہ کس طرح قادیانیوں کو دعوت دی جارہی ہے ۔ آپ کو ابھی تک سمجھ نہیں آئی ؟؟ آپ خاتم النبیین کے کیا معنی کرتے ہیں کہ جس کے بعد کوئی نبی نہ آئے تو یہ معنی کیا درست ہے؟ یہی تو قادیانی پورا زور لگاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ تم کہتے ہو کہ نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو پھر جناب عیسیٰؑ کیسے آئیں گے؟ تو تمہاری بات کہنے سے قادیانیوں کو SPACE ملتی ہے۔ جو بات میں کہتا ہوں (معنی اول الانبیاء کا انکار) اُس سے قادیانیت کا دروازہ بند ہوتا ہے۔"

پھر 25 جولائی 2019 کو آپ نے ایک اور درد بھری اپیل بریلوی دنیا کے سامنے رکھی کہ خدارا جاگئے اور اپنی ختم نبوت کی تفسیروں کو نئے سرے سے سوچئے ورنہ احمدیت کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوگا۔ احمدیت کا دروازہ بند کرتے ہوئے مولوی صاحب کی مالھامن قرار کی ایک اور تصویر دیکھئے۔ فرمایا" خاتم النبیین کا مطلب ہے آخر من نُبی اور مرزائی کیا ترجمہ کرتے ہیں کہ نبیوں کی مہر۔ یعنی جس کی مہر لگ لگ کے آگے نبی بنیں۔ تو پھر سوچئے ہماری تقریروں نے کیا اسلام پھیلانے میں اضافہ کیا ہے یا مرزائیت کو فائدہ پہنچایا ہے تو خدا کے لئے میں ان سے ہاتھ باندھ کر عرض کرتا ہوں کہ جب میں ختم نبوت کا مسئلہ بیان کرتا ہوں تو میری سوچ کو سوچو (یعنی احمدیت کا دروازہ بند کرنا ہے چاہے کوئی عقیدہ ختم کر دو) میں ختم نبوت کا محافظ بن کر کھڑا ہوں۔"

آپ ﷺ کو اول الانبیاء ماننے والے سارے ختم نبوت کے غدار ہیں کافر ہیں۔ احمدی دروازہ بند کرنے کے لئے آخری اپیل

پھر 27 جولائی 2019 کو مولانا سعید احمد اسد صاحب نے ناسمجھ بریلوی علماء کی آنکھیں کھولنے کے لئے احمدیت کو گبر سینڈروم کی آخری سیڑھی پر لے جاتے ہوئے یہ اعلان فرمادیا کہ" جو یہ کہتا ہے کہ آپ ﷺ کو سب سے پہلے نبی بنایا گیا وہ ختم نبوت کے غدار ہیں۔ اگر آپ ﷺ کو نبوت ملی تھی عالم ارواح میں تو جناب آدمؑ کو تو آپ ﷺ کے بعد ملی ۔ جناب نوحؑ کو جناب ابراہیمؑ کو نبوت آپ ﷺ کے بعد ملی جناب موسیٰؑ کو تو آپ کے بعد ملی اور جناب عیسیٰؑ کو بھی بعد میں ملی ۔ ان ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کو نبوت سرکار ﷺ کی نبوت کے بعد ملی اور جناب اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی سرکار کیا فرماتے ہیں کہ جو آپ ﷺ کی نبوت کے بعد کسی کو نبوت ملنا مانے تو وہ کافر و محلہ فی النار"



اول الانبیاء کا انکار کروانا یہ دیوبندی سازش ہے۔ بریلوی عالم دین کی دوسرے بریلوی عالم دین کے خلاف بریلویوں کو وارننگ

31 جولائی 2019 کو جناب ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب کے دو کلپ یوٹیوب کا حصہ بنے اور آپ نے جناب سعید احمد اسد صاحب اور ان کے کیمپ کو دیوبندی سازش کا شکار بتا کر مالھامن قرار کے ایک اور روپ کو ہمارے سامنے پیش کر دیا۔ فرمایا" اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔ جن جملوں سے وہ دیوبندی اہل سنت کو معاذ اللہ منکر ختم نبوت گردان رہا ہے اور طعنے دے رہا ہے وہی جملے ہو بہو آج زبان مولانا سعید احمد اسد کی ہے اور جملے اس دیوبندی کے ہیں ۔ یہ تو دیوبندیوں کا قول ہے کہ اگر آپ ﷺ اول النبیین ہیں تو آپ خاتم النبیین نہیں ہو سکے۔ ان لفظوں پر دیوبندی اپنے گھروں میں جشن منا رہے ہیں۔ سُنیو! یہ دیوبندیت پھیلائی جارہی ہے یہ وہابیت پھیلائی جارہی ہے۔ ابن تیمیہ کی زبان پھیلائی جارہی ہے اور مہرہ بنا ہوا ہے یہ بریلوی۔"

پھر مولانا سعید احمد اسد کے ایک اور کلپ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا" آج کے کلپ میں انہوں نے بڑا زور لگایا ہے کہ جو اول ہوتا ہے وہ آخر نہیں ہوتا اور جو

آخر ہوتا ہے وہ اول نہیں ہوتا۔ یہ کہ جب تم رسول کریم ﷺ کو اول الانبیاء کہتے ہوتو پھر آخرالانبیاء کیسے مان سکتے ہو۔ پھر یہ کہتے (مولانا سعید اسعد صاحب) ہیں کہ قرآن کہتا ہے کہ آخری نبی اور حدیث کہتی ہے اول النبی۔ اب اول اور آخر تو ضدیں ہیں جو اول ہوتا ہے وہ اس اعتبار سے آخری نہیں ہوتا اور آخر ہوتا ہے وہ اس اعتبار سے اول نہیں ہوتا۔

پھر جلالی صاحب نے سعید اسعد صاحب کا ایک پرانا کلپ چلایا اور فرمایا کہ آج میں نئے سعید اسعد کو پرانے سعید اسعد کے سامنے کھڑا کرکر رہا ہوں۔ پھر ان کا پرانا کلپ چلایا جس میں آپ دیوبندیوں کو للکارتے ہوئے فرماتے ہیں" آپ اول بھی سرکار ہیں اور آخر بھی سرکار ہیں۔ مولوی نانوتوی صاحب نے جو معنی کیا ہے وہ یہ ہے کہ خاتم النبیین وہ ہے جس سے فیض لے کر دوسرے نبی بنیں خلاصہ یہ ہے کہ خاتم النبیین کون ہوتا ہے جس کے فیض سے دوسرے نبی بنیں۔ مرزا (حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام) نے کیا کہا کہ جس کی مہر لگ کر نبی بنیں اور یہ ترجمہ کہاں سے لیا اسی تحذیر الناس سے کہ خاتم النبیین کا مطلب جس کے فیض سے نبی بنیں۔ آغاز بھی اعزاز کی بات ہے اور اختتام بھی لیکن آغاز آغاز اور اختتام اختتام میں فرق ہوتا ہے جو پہلے آئے وہ بعد میں تقریر نہیں کرتا اور آخر پر آئے وہ پہلے تقریر نہیں کرتا لیکن نبی کریم ﷺ وہ ہیں جو اول بھی ہیں اور آخر بھی۔''

یوں دیوبندی اثر کے تحت بریلویت کا ایک کیمپ اس درجہ تک کھسک آیا ہے کہ احمدی احباب سے مناظرہ جیتنے کے لئے ضروری ہے کہ پرانی تمام تفسیریں، تمام تشریحات تمام معنی یعنی آخری نبی، افضل نبی، نبیوں کی مہر وغیرہ سب کینسل کر کے نیا معنی چالو کیا جائے آخر من الانبیاء یعنی جس کو سب سے آخر میں نبی بنایا گیا۔ وہ کہتے ہیں کہ اس کے بغیر کسی بھی طرح سے ہم احمدی معنوں کو نہ جھٹلا سکتے ہیں اور نہ ان کا راستہ روک سکتے ہیں۔ اب ظلم یہ ہو گیا کہ مولانا سعید احمد اسعد کے جوڑے ہوئے ہاتھ اور ترلے اور گُرلانے کے باوجود نہ صرف باقی بریلویوں نے یہ "خدمت اسلامی" قبول نہیں کی بلکہ اُلٹا انہیں ہی ختم نبوت کا منکر قرار دے دیا ہے۔ یا للعجب کیا ہی خوب خدمت اسلام ہے اور کیا ہی زہریلا تعصب ہے۔

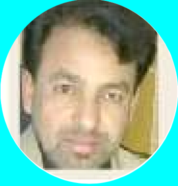
☆......☆......☆

☆......☆

☆

غزل

اطہر حفیظ فراز



پھر نام کمانے کے جو ارمان جگے ہیں،
ایمان سلا کر یہ جو سلطان جگے ہیں

پھر سے کوئی اترا ہے صحیفوں کو اٹھائے،
فرعون جو اٹھے ہیں تو ہامان جگے ہیں

صدیوں کے اندھیروں نے جنھیں ڈھانپ رکھا تھا،
پھر سے وہی فرمودہ و فرمان جگے ہیں

اے مہدی دوراں!! تیری آواز پہ قرباں،
برسوں کے یہ سوئے ہوئے انسان جگے ہیں

جے ہو تیری مرزا!! تیری ہمت کو سلامی!!
دشمن کو بتایا کہ قلمدان جگے ہیں

درویش صفت ہیں، مگر ایسا بھی نہیں ہے،
خاموش سمندر میں بھی طوفان جگے ہیں

پھر آنکھ نے درشن تیری آمد کے کئے ہیں
ہم آنکھ کے لگنے کے بھی دوران جگے ہیں

اے ملت احمد!! تیری ناموس کی خاطر،
ہم سر پہ کفن باندھ کے ہر آن جگے ہیں

یا رب تو فرشتوں کو حفاظت پہ لگا دے!!
عنوان بتاتے ہیں کہ طوفان جگے ہیں

اقوام زمانہ کو فراز!! اپنا بنایا،
ہم پر میرے مالک!! تیرے احسان جگے ہیں

☆......☆......☆

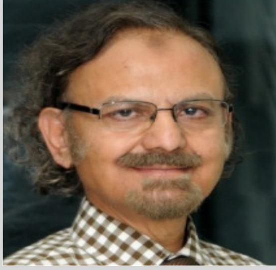
☆......☆

☆



کیا علامہ اقبال احمدی تھے؟

جمیل احمد بٹ



علامہ اقبال کے مداح اکثر اس سوال کا سامنا کرتے ہیں کہ کیا علامہ احمدی تھے یا کبھی احمدی رہے تھے؟ اس سوال کا کلیتاً مثبت یا منفی جواب حقیقت کو پورے طور پر ظاہر نہیں کرتا۔ کیونکہ ایک طرف باوجود اس امر کے کہ علامہ کے استاد محترم ہمیشہ حضرت بانی سلسلہ کے معترف رہے۔ ان کے والد صاحب نے باقاعدہ حضرت بانی سلسلہ کی بیعت کی اور کئی سال احمدی رہے۔ بڑے بھائی پوری زندگی احمدی رہے۔ ان کے بچوں کے گارڈین اور بھتیجے احمدی تھے اور احمدی فوت ہوئے۔ اور علامہ نے خود بھی بیعت کی گو عملاً باقاعدہ احمدی نہ رہے۔

دوسری طرف باوجود باقاعدہ احمدی نہ رہنے کے علامہ نے چار دہائیوں تک جماعت احمدیہ کے ساتھ قریبی تعلق رکھا۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو ہندی مسلمانوں میں سب سے بڑا دینی مفکر قرار دیا۔ احمدی جماعت کو اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ کہا۔ اپنے بیٹے کو تعلیم کے لئے کئی سال قادیان کے اسکول میں داخل کئے رکھا۔ ذاتی معاملہ میں شرعی راہنمائی کے لئے امام جماعت احمدیہ کی طرف رجوع کیا اور ان کے ارشاد پر عمل۔ جماعتی پروگراموں میں شریک ہو کر صدارت اور تقریریں کیں اور جماعت کی تنظیم، اس کی مسلمانوں کی خدمت کی صلاحیت اور اشاعت اسلام کے جوش کا برملا اعتراف اور اظہار کیا۔ اور کئی بار اپنی نظم ونثر میں وفات مسیح کا اقرار۔ امت میں نئے مسیحا کی ضرورت کو تسلیم اور آنحضرت ﷺ کی بروزی بعثت کے امکان کا اعتراف کر کے احمدی علم کلام کی تائید کرتے رہے۔

اس اجمال کی کسی قدر تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

علامہ اقبال کے بزرگ

1۔ استادِ محترم:

شمس العلما میر حسن صاحب (متوفی 1929) علامہ اقبال کے استاد تھے ۔جنہیں کتاب 'اقبال نامہ' کے مرتب نے 'خضرِ اقبال' لکھا ہے۔ اقبال نے ہمیشہ آپ سے محبت اور احترام کا تعلق رکھا۔ جب انگریز حکومت نے آپ کو سر کا خطاب دینے کا فیصلہ کیا تو آپ نے اپنے ان استاد کے لئے بھی خطاب کا مطالبہ کیا۔ میر صاحب نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو آپ کے ایامِ جوانی میں سیالکوٹ میں قیام کے دوران قریب سے دیکھا اور ہمیشہ آپ کے معترف رہے۔ حضرت مسیح موعود کی پاک زندگی کا ذکر کرتے ہوئے 1922 میں آپ نے حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب کے سامنے باچشم پر آب یہ اظہار کیا کہ:

'افسوس ہم نے اُن کی قدر نہ کی۔ ان کے کمالات روحانی کو بیان نہیں کر سکتا۔ ان کی زندگی معمولی انسان کی زندگی نہ تھی بلکہ وہ ان لوگوں میں سے تھے جو اللہ کے خاص بندے ہوتے ہیں اور دنیا میں کبھی کبھی آتے ہیں۔

(اخبار الحکم قادیان 7 اپریل 1934ء)

2۔ والد محترم

علامہ کے والد مکرم نور محمد صاحب نے 1891۔92 میں حضرت مسیح موعود کی بیعت کی تھی۔ (سیرت المہدی، حصہ سوم ص 249)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنی کتاب تحفہ قیصریہ مطبوعہ 1897ء میں ان احباب کی ایک فہرست شائع کی جو جلسہ ڈائمنڈ جوبلی قادیان میں شریک ہوئے یا جنہوں نے اس کے لئے چندہ دیا۔ اس فہرست میں 272 نمبر پر آپ کا نام یوں درج ہے:

شیخ نور محمد صاحب کلاہ ساز سیالکوٹ چندہ ایک روپیہ۔

(روحانی خزائن۔ جلد 12 صفحہ 311)

کتاب 'اقبال اور قادیانی' مصنفہ نعیم آسی میں لکھا ہے:

حضرت علامہ کے گردو پیش حتیٰ کے اُن کے والد شیخ نور محمد۔۔۔ مرزا غلام احمد سے متاثر تھے بلکہ شیخ نور محمد صاحب نے تو مرزا صاحب کی بیعت بھی کی ہوئی تھی۔ تاہم آپ اس بیعت پر قائم نہ رہ سکے۔ ایک دہائی تک احمدی رہنے کے بعد 1902ء میں جب ان کی ایک غیر احمدی بیٹی کے انتقال پر سیالکوٹ جماعت جنازے میں شامل نہ ہوئی تو وہ حضرت مسیح موعود کو یہ پیغام بھجوا کر جماعت سے الگ ہو گئے کہ

''میں عمر رسیدہ ہوں آپ کے ساتھ اس قدر تیز نہیں چل سکتا۔''
(مظلوم اقبال از شیخ اعجاز احمد ص185 مطبوعہ شیخ شوکت علی پرنٹرز کراچی۔ 1985)

3۔ والدہ محترمہ:

علامہ اقبال کی والدہ محترمہ اپنے شوہر کے ساتھ ابتدائی احمدی تھیں۔ ان کے جماعت سے تعلق کے بارے میں علامہ اقبال کے بھتیجے شیخ اعجاز احمد صاحب نے درج ذیل واقعات روایت کئے ہیں:

پوتے کی خواہش کے تحت اپنے بیٹے شیخ عطاء محمد صاحب سے حضرت مسیح موعود کو دعا کے لئے خط لکھوایا۔

1899 میں جب پوتا پیدا ہوا تو اسی حوالے سے علامہ اقبال نے اُس کا نام اعجاز احمد رکھا۔ (مظلوم اقبال از شیخ اعجاز احمد ص185)

اکتوبر 1904ء میں حضرت مسیح موعود سیالکوٹ تشریف لائے تو باوجود اپنے شوہر کے جماعت سے علیحدہ ہو جانے کے آپ دعا کی غرض سے اپنے اس پوتے کو لے کر حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔

انہیں ایک بار دردِ گردہ کی تکلیف ہوئی تو علاج کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاول سے رجوع کیا گیا۔

حضرت خلیفہ اول کی اہلیہ ایک بار سیالکوٹ تشریف لائیں تو ان کے پاس ٹھہریں۔

4۔ بڑے بھائی:

شیخ عطا محمد صاحب علامہ اقبال کے بڑے بھائی تھے۔ ان سے علامہ کا غیر معمولی تعلق تھا۔ جیسا کہ لکھا ہے:

'اقبال نے اپنے بڑے بھائی کے لئے یوسف ثانی۔ شمع محفل۔ عشق اور اخوت۔ قرار جان کے الفاظ استعمال فرمائے۔ شیخ عطا محمد کی محبت نے من و تو کے دفتر جلا کر اقبال کی تربیت کی اور انہیں جوان کیا تھا'۔
(اقبال کی ابتدائی زندگی از ڈاکٹر سید محمود حسین۔ بحوالہ اقبال اور احمدیت از شیخ عبدالماجد۔ لاہور)

آپ ابتدائی احمدیوں میں سے تھے۔ بلکہ اُن 313 رفقاء میں شامل تھے جن کے نام حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنی کتاب انجام آتھم میں درج فرمائے یہ اندراج اس طرح ہے:

'224۔ شیخ عطا محمد صاحب۔ سیالکوٹ'۔ (روحانی خزائن۔ جلد 11۔ صفحہ 327)۔

اس کے علاوہ حضرت بانی سلسلہ نے اپنی کتاب سراجِ منیر میں مہمان خانہ کے چندہ دہندگان کی جو فہرست شائع فرمائی۔ اس میں بھی آپ کا نام اس طرح درج ہے:

بابو عطا محمد اوورسیئر کمیٹی سیالکوٹ۔ (روحانی خزائن جلد 12 ص 87)

شیخ صاحب نے 1934ء میں جب خلافت ثانیہ کی بیعت کی تو حضرت خلیفۃ المسیح کو ایک خط میں لکھا:

کمترین حضرت مسیح موعود کے ابتدائی زمانے کا بیعت شدہ ہے۔ خدا کے فضل سے اور حضرت مسیح موعود کی دعاؤں کی برکت سے بیعت پر ثابت قدم ہے بلکہ بعض نشانات نے میرے ایمان کو زیادہ محکم کر دیا ہے۔
(اخبار الفضل۔ قادیان۔ 10 اپریل 1934ء)

مولانا عبدالمجید سالک نے اپنی کتاب ذکر اقبال میں لکھا ہے:

شیخ عطا محمد نے 82 عمر پائی 1940 میں انتقال فرمایا۔ شیخ صاحب احمدی عقائد رکھتے تھے۔'' (ذکر اقبال ص129)

آپ کے بیٹے اور علامہ کے بھتیجے شیخ اعجاز احمد نے 1931 میں باقاعدہ بیعت کی۔ اور احمدی ہونے کی حالت میں 2 جنوری 1994 کو وفات پائی اور کراچی کے احمدیہ قبرستان میں تدفین ہوئی۔

خود علامہ اقبال

علامہ اقبال کے بزرگان کے احمدیت سے تعلق کے ان حقائق کے ساتھ خود علامہ کی زندگی میں بھی اس تعلق کے واقعات کم نہیں۔ جیسا کے درج ذیل سے ظاہر ہے۔

1۔ فروری 1892ء میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے سفر سیالکوٹ کے موقع پر جمع ہونے والے زائرین کے اژدھام میں نوجوان اقبال بھی تھے۔ ایک چشم دید راوی نے بیان کیا:

اس موقع پر اقبال جو مسجد کی ڈیوڑھی کی چھت پر چڑھے بیٹھے تھے مجھے دیکھ کر کہنے لگے دیکھو شمع پر کس طرح پروانے گر رہے ہیں۔''
(کتاب مجددِ اعظم جلد اول ص333 از ڈاکٹر بشارت احمد)

2۔ 1893 میں جب اقبال ابھی ایف اے کے طالب علم تھے۔ انہوں نے 121 اشعار پر مشتمل ایک نظم لکھی۔ اس نظم میں آپ نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو'' آفتاب صدق'' لکھا اور آپ کے ایک بدزبان مخالف مولوی سعد اللہ لدھیانوی کو مخاطب کر کے کہا:

واہ سعدی دیکھ لی گندہ دہانی آپ کی
خوب ہو گی مہتروں میں قدر دانی آپ کی
قوم عیسائی کے بھائی بن گئے پگڑی بدل
واہ کیا اسلام پر ہے مہربانی آپ کی

(آئینہ حق نما از حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صفحہ 107۔108 مطبوعہ ستمبر 1912)

3۔ مارچ 1897ء میں اقبال چند دوستوں کے ساتھ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی زیارت کے لئے قادیان آئے اور اس موقع پر آپ نے باقاعدہ حضرت مرزا صاحب کی بیعت کی ۔اس واقعہ کا ذکر ایک گواہ نے 1953ء کی تحقیقاتی عدالت کے روبرو بھی کیا۔جس کی خبر اخبار میں یوں شائع ہوئی:

Khawaja Nazir Ahmed also corrected his previous statement by stating that Allama Iqbal did not as previously stated by the witness, take the ba'et in 1893 or 1894 but in 1897 and that the witness had been reminded of this fact by Moulvi Ghulam Mohyuddin Qasuri'

(The Pakistan Times, Lahore , November 11, 1953)

ترجمہ: خواجہ نذیر احمد نے اپنے گزشتہ بیان میں تصیح کرائی۔اور کہا کہ ان کا پہلا بیان کہ علامہ اقبال نے 1893 یا 1894 میں بیعت کی ،صحیح نہیں۔بلکہ درست سال 1897ء ہے۔نیز یہ کہ اس حقیقت کی طرف گواہ کو مولوی غلام محی الدین قصوری نے توجہ دلائی ہے۔

یہ خبر 15 نومبر 1953ء کے اخبار نوائے وقت لاہور میں بھی شائع ہوئی۔

واضح رہے کہ قصوری صاحب یہ تصیح کرانے کی پوزیشن میں اس لیے تھے کہ وہ ان دوستوں میں شامل تھے جو علامہ اقبال کے ہمراہ قادیان گئے تھے ۔اور اس لئے کہ خود انہوں نے بھی اس موقع پر بیعت کی تھی۔مارچ 1897 میں لاہور سے قادیان جانے والے اس گروپ میں سے دیگر بیعت کرنے والوں میں حضرت بابو غلام محمد صاحب،مولوی محمد علی صاحب اور چودھری شہاب الدین صاحب (بعد میں سر شہاب الدین) بھی شامل تھے۔

(کتاب لاہور۔تاریخ احمدیت از شیخ عبد القادر صاحب ص206)

اقبالیات کے ایک ماہر نے لکھا:

'ایک روایت کے بموجب اقبال نے ۔۔۔۔مرزا غلام احمد کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔(کتاب اقبال اور احمدیت مصنفہ بشیر احمد ڈار ص 23)

ایک اور ماہر لکھتے ہیں:

'اقبال 1911ء تک کٹر مرزائی اور مرزا صاحب کے مخلص متبع تھے کیونکہ اس وقت تک اقبال کو ٹھیٹھ اسلام کا نمونہ صرف قادیان دارالامان میں ہی نظر آتا تھا۔(شرح جاوید نامہ از پروفیسر یوسف سلیم چشتی ص228)

4۔ستمبر 1900ء میں علامہ اقبال نے اپنے ایک مضمون میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے مقام کا ان الفاظ میں اظہار کیا:

'This doctrine in the recent part has been re-advocated by Mr. Ghulam Ahmed of Qadian, probably the profoundest theoligían among modern Indian Muhammadans.'

(Indian Antiquary, Bombay, Vol.29, Sept.1900, Page 246)

ترجمہ:'ماضی قریب میں اس اصول کی از سرِ نو وکالت مرزا غلام احمد قادیانی نے کی ہے جو موجودہ ہندی مسلمانوں میں غالباً سب سے بڑے دینی مفکر ہیں

5۔1909ء میں علامہ نے قانونِ اسلامی اور اس کے نفاذ سے متعلق چار اہم سوالات بغرض جواب حضرت خلیفۃ المسیح الاول کو قادیان لکھ کر بھجوائے۔جن کے جواب حضرت صاحب کی طرف سے 21 دسمبر 1909ء کو اخبار الحکم قادیان میں شائع ہوئے۔

6۔1910ء میں علامہ نے علی گڑھ میں اپنے مشہور انگریزی لیکچر میں درج ذیل اظہار کیا۔

'In the Punjab the essentialy Muslim type of character has been found a powerful expression in the so called Qadiani sect.'

(The Muslim Community - A Sociological Study by Dr. Allamma Muhammad Iqbal P.23, published by Maktaba-e-Aliya, Urdu Bazar, Lahore).

1911ء میں اس لیکچر کا اردو ترجمہ ''ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر'' کے نام سے علامہ کی موجودگی میں مولوی ظفر علی خان نے پڑھ کر سنایا اور اس میں مندرجہ بالا جملہ کا یہ ترجمہ کیا:

'پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے جسے فرقہ قادیانی کہتے ہیں

(بحوالہ کتاب زندہ رود مصنفہ ڈاکٹر جاوید اقبال صفحہ 576)

7۔1911ء میں علامہ نے اپنے بڑے بیٹے آفتاب اقبال کو تعلیم کے لئے تعلیم الاسلام اسکول قادیان بھجوایا۔ندوہ ،علی گڑھ اور دیوبند کو چھوڑ کر قادیان کا انتخاب قابل غور ہے۔قادیان میں دوران تعلیم آفتاب اقبال کی ایک سرگرمی کا ذکر

یوں ملتا ہے:

ڈاکٹر محمد اقبال صاحب PhD مشہور شاعر کے نوجوان فرزند آفتاب اقبال نے (جو یہاں ہائی اسکول میں تعلیم پاتا ہے) حضرت مسیح موعود کی ایک نظم پڑھی۔ پھر اپنا مضمون سنایا۔ (الفضل قادیان 31 دسمبر 1914ء)

آفتاب اقبال زیادہ عرصہ قادیان میں نہ رہے جس پر اظہار افسوس کرتے ہوئے ایک دفعہ علامہ نے کہا:

میں نے اسے قادیان بھیجا تھا تا دین سیکھ لے مگر وہ وہاں نہ رہا۔

(اخبار الفضل 2 اگست 1935ء)

8۔ 1912ء میں علامہ نے عربی ادب میں اعلیٰ ترین کتب کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول سے استصواب کیا اور حضرت صاحب نے 2 دسمبر 1912ء کو عربی کے ادبی لٹریچر کی ایک فہرست انہیں بھجوائی۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 ص 465)

9۔ 23 نومبر 1913ء کو احمدیہ بلڈنگس لاہور میں ایک جلسہ ہوا۔ جس کی روئیداد کے مطابق تلاوت کے بعد حضرت مسیح موعود کی نعتیہ نظمیں پڑھی گئیں۔ پھر ایک مقرر نے تقریباً ایک گھنٹہ صداقت حضرت مسیح موعود بیان کی۔ جس کے بعد ڈاکٹر محمد اقبال صاحب نے اشاعت اسلام پر تقریر کی۔

(اخبار پیغام صلح لاہور 23 نومبر 1913ء)

10۔ 1913ء میں علامہ نے ایک نجی مسئلہ پر شرعی فتویٰ کے لئے اپنے ایک دوست کو حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی خدمت میں قادیان بھیجا۔ علامہ کے صاحبزادے ڈاکٹر جاوید اقبال نے اپنی کتاب 'زندہ رود' میں محمد عبداللہ چغتائی کی کتاب روایات اقبال کے حوالہ سے لکھا ہے:

1913ء میں اقبال کو ایک معاملہ (یعنی اقبال کے سردار بیگم صاحبہ سے نکاح) میں شرعی فتویٰ کی ضرورت پڑی۔۔۔اقبال نے مرزا جلال الدین کو مولانا حکیم نورالدین کے پاس قادیان بھیجا کہ مسئلہ پوچھ آؤ۔ (زندہ رود ص 576)

11۔ 3 مارچ 1927ء کو لاہور میں حضرت امام جماعت احمدیہ نے مذہب اور سائنس کے موضوع پر ڈھائی گھنٹہ خطاب فرمایا۔ اس جلسہ کی صدارت کے فرائض علامہ اقبال نے ادا کئے اور اپنے صدارتی خطاب میں کہا:

ایسی پر از معلومات تقریر بہت عرصہ کے بعد لاہور میں سننے میں آئی اور خاص کر جو قرآن شریف کی آیات سے مرزا صاحب نے استنباط کیا ہے وہ تو نہایت عمدہ ہے۔ (اخبار الفضل 15 مارچ 1927)

12۔ اکتوبر 1927ء میں احمدیہ بلڈنگس لاہور ایک اور جلسہ میں علامہ اقبال کی شرکت اور تقریر کا حال اخبار پیغام صلح 4 جنوری 1928ء میں مذکور ہے۔

13۔ 1929ء میں اخبار الفضل قادیان کے 'خاتم النبیین نمبر' کے لئے علامہ نے اپنا فارسی نعتیہ کلام اشاعت کے لئے بھجوایا۔ یہ نمبر 31 مئی 1929ء کو شائع ہوا۔ (تاریخ احمدیت جلد نمبر 6 ص 156)

14۔ 5 ستمبر 1930ء کو علامہ اقبال نے حضرت امام جماعت احمدیہ کو ایک خط میں لکھا:

چونکہ آپ کی جماعت منظم ہے اور نیز بہت سے مستعد آدمی اس جماعت میں موجود ہیں اس واسطے آپ بہت مفید کام مسلمانوں کے لئے سرانجام دے سکیں گے۔ (تاریخ احمدیت جلد نمبر 6 ص 465)

15۔ 1931ء میں گول میز کانفرنس میں شرکت کے لئے آمد پر علامہ اقبال جماعت احمدیہ کی بیت الفضل لندن میں بھی آئے اور نو مسلم احمدی بچوں سے خطاب کیا۔ تقریر میں آپ نے کہا:

آپ اپنی قلت تعداد سے دل شکستہ نہ ہوں۔ دنیائے اسلام کے چالیس کروڑ فرزندان توحید آپ کے بھائی ہیں۔ آپ کے ہم قدم اور آپ کے ساتھی ہیں۔''

(روزنامہ انقلاب لاہور 29 اکتوبر 1931)

16۔ 7 اپریل 1932ء کو علامہ اقبال نے ایک خط میں لکھا:

اشاعت اسلام کا جوش جوان (حضرت بانی سلسلہ احمدیہ) کی جماعت کے اکثر افراد میں پایا جاتا ہے قابل قدر ہے۔

(اقبال نامہ حصہ دوم مرتبہ شیخ عطاء اللہ ص 232، خط محررہ 7 اپریل 1932ء بنام چوھدری محمد احسن ناشر محمد اشرف تاجر کتب، کشمیری بازار، لاہور)

17۔ یکم مارچ 1933ء کو لاہور کے ایک ہندو رئیس کے بیٹے کنہیالال گابا نے مع اپنی اہلیہ مولانا محمد علی صاحب (امیر جماعت احمدیہ لاہور شاخ) کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ تقریب میں دیگر غیر احمدی عمائدین کے ساتھ علامہ اقبال نے بھی شرکت کی اور خود علامہ نے جناب کے ایل گابا کا اسلامی نام خالد لطیف گابا تجویز کیا۔ (مجاہد کبیر ص 190)

18۔ 1931ء تا 1933ء کے دوران علامہ اقبال آل انڈیا کشمیر کمیٹی میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ کی سرکردگی میں ایک ممبر کی حیثیت کام کرتے رہے۔

19۔ 1935ء میں علامہ نے قانونی طور پر اپنے کمسن بچوں جاوید اقبال اور

منیرہ کی سرپرستی کے لئے اپنے بھتیجے شیخ اعجاز احمد کو گارڈین مقرر کیا۔شیخ اعجاز احمد ایک احمدی باپ کے بیٹے تھے اور خود 1934ء میں باقاعدہ بیعت کر کے احمدی ہو چکے تھے۔اور شائد اسی سبب اقبال کی آخیر تک ان کے بارے میں یہی رائے رہی کہ 'شیخ اعجاز میرا بھتیجا ہے نہایت صالح آدمی ہے۔

(اقبال نامہ مرتبہ شیخ عطاءُ اللہ صفحہ 386 ناشر محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار، لاہور 1945ء، خط مورخہ 10 جون 1937ء بنام سر راس مسعود)

یہی تاثر اپنے بچوں کے لئے علامہ کی منتخب کردہ جرمن خاتون ڈورس احمد تھا۔ جیسا کہ انہوں نے لکھا:

شیخ اعجاز، شیخ عطا محمد کے بڑے صاحبزادے تھے۔وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے۔ایسا لگتا تھا جیسے ڈاکٹر صاحب ان کے بارے میں نہایت اعلیٰ رائے رکھتے تھے۔کیونکہ اپنے بچوں کا گارڈین مقرر کرنے کے سلسلہ میں علامہ نے ان کو ان کے والد پر ترجیح دی تھی۔ (page 43-As I know him-Iqbal)

20۔علامہ اقبال کے صاحبزادے جسٹس جاوید اقبال بحیثیت مجموعی جماعت کے ساتھ ان کے تعلق کو یوں بیان کرتے ہیں کہ:

1935ء سے قبل اقبال احمدیوں کو قطع نظر ان کے عقائد کے مسلمانوں کا ہی ایک فرقہ سمجھتے تھے۔(زندہ رود از جسٹس جاوید اقبال صفحہ 578)

43 سالوں پر محیط مذکورہ بالا 20 واقعات اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ اس سارے عرصہ میں علامہ جماعت سے ایک گونہ محبت کا تعلق رکھتے تھے۔تاہم ان کے برخلاف زندگی کے آخری سالوں یعنی 1935 تا 1938 میں علامہ جماعت کے مخالف رہے۔اس مخالفت کا آغاز مئی 1935 میں ہوا جس کی وجہ ایک ممتاز صحافی کے نزدیک یوں تھی:

علامہ اقبال کی فرقہ قادیانی کے سربراہ سے اختلاف کی بنیاد مذہبی نہیں تھی ---انہوں نے ختم نبوت کے مسئلے کو مسلمانوں کی زندگی اور موت کا مسئلہ ---(اس وقت بنایا) جب ظفر اللہ خان کی سر فضل حسین کی جگہ وائسرائے کی ایگزیکٹیو کونسل کا رکن بننے کی افواہوں اور خبروں پر چہ مگوئیاں ہو رہی تھیں۔

(پاکستان کی سیاسی تاریخ نمبر 5 از زاہد چوہدری ص 271)

ایک اور اخبار نے علامہ سے یہ سوال بھی کیا کہ:

میں علامہ ممدوح سے استصواب کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ کیوں چوہدری ظفر اللہ خان کے تقرر کے بعد ان کی محبت ختم رسل (فداہ ابی وامی) میں جوش آیا اور کیوں اس سے پہلے وہ میدان میں نہ اترے۔

(اخبار سیاست مئی 1935ء زیر ادارت سیّد حبیب)

علامہ نیاز فتح پوری نے اس بارے میں اس رائے کا اظہار کیا۔

'1933 کے بعد علامہ اقبال احرار کی شورش سے مرعوب ہو کر احمدیت کے خلاف بیان دینے پر مجبور ہو گئے تھے ورنہ اس سے قبل وہ احمدیت کے بڑے مداح تھے'۔(ماہنامہ نگار لکھنو، ستمبر 1961ء)

علامہ اقبال کے اظہار پر احمدی علم کلام کی چھاپ

یہ احمدیت سے تعلق کا ہی نتیجہ تھا کہ علامہ اقبال کی نظم و نثر میں بار بار احمدی علمِ کلام کی چھاپ نظر آتی ہے اور بنیادی مسائل میں ان کی سوچ جماعتی نظریات کے ہم رنگ ہے۔ایسی چند تحریریں درجِ ذیل ہیں۔

1۔قلم کے ذریعہ غلبہ اسلام:

اسلام غالب ہو کر رہے گا۔۔۔ایک وقت تلوار کا تھا آج قلم کا زمانہ ہے

(تقریر علامہ اقبال مندرجہ اخبار پیغام صلح لاہور 4 جنوری 1928ء ص 6)

2۔مسئلہ جہاد

i۔'قرآن کی تعلیم کی رو سے جہاد یا جنگ کی صرف دو صورتیں ہیں، محافظانہ اور مصالحانہ۔پہلی صورت میں یعنی اس صورت میں جبکہ مسلمانوں پر ظلم کیا جائے اور اُن کو گھروں سے نکالا جائے مسلمانوں کو تلوار اٹھانے کی اجازت ہے (نہ حکم) دوسری صورت جس میں جہاد کا حکم ہے 49:9 میں بیان ہوئی ہے۔۔۔جنگ کی مذکورہ بالا دو صورتوں کے سوائے میں اور کسی جنگ کو نہیں جانتا'۔

(اقبال نامہ حصہ اوّل مرتبہ شیخ عطا اللہ ص 203۔204، خط محررہ 12 دسمبر 1936ء بنام مولوی ظفر احمد صدیقی۔ناشر محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار، لاہور)

ii۔ 'باز در عالم بیارا ایامِ صلح جنگ جویاں را بدہ پیغامِ صلح

(اقبال نامہ حصہ اوّل مرتبہ شیخ عطاء اللہ ص 464)

3۔جبراً اشاعت اسلام حرام ہے:

جوع الارض کی تسکین کے لئے جنگ کرنا دین اسلام میں حرام ہے، علیٰ ھذ القیاس دین کی اشاعت کے لئے تلوار اٹھانا بھی حرام ہے۔

(اقبال نامہ حصہ اوّل مرتبہ شیخ عطاء اللہ ص 203، خط محررہ 12 دسمبر 1936ء بنام مولوی ظفر احمد صدیقی۔ناشر محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار، لاہور)

4۔کشمیریوں کا بنی اسرائیل میں سے ہونا

'اقبال کشمیریوں کو یہودی تصور کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ان کے عادات وخصائل اور شکل وشمائل افغانوں سے ملتے ہیں جو بنی اسرائیل ہیں.
(حیات اقبال کی گمشدہ کڑیاں، مصنفہ محمد عبد اللہ قریشی)

5۔وفات مسیح

i۔فروری 1905ء میں رسالہ مخزن میں علامہ کی ایک نظم بعنوان ایک ہندوستانی لڑکے کا گیت شائع ہوئی۔آخری بند کا ایک شعر تھا:

گوتم کا جو وطن ہے جاپان کا حرم ہے
عیسیٰ کے عاشقوں کا چھوٹا یروشلم ہے

حاشیہ میں اقبال نے لکھا:
بعض کے نزدیک حضرت مسیح علیہ السلام بھی کشمیر میں مدفون ہیں

ii۔سرسیّد کی وفات کی خبر سن کر علامہ نے آیت شریفہ یا عیسیٰ انی متوفیك۔۔۔۔سے ان کی تاریخ وفات نکالی
(ذکر اقبال از مولانا عبدالمجید سالک ص 19)
(جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ اس آیت کو حضرت بانی جماعت احمدیہ نے مسئلہ وفات مسیح کی ایک بنیادی دلیل کے طور پر پیش فرمایا ہے)

iii۔جماعت کی مخالفت کے دور میں بھی پنڈت جواہر لعل نہرو کے ایک مضمون کے جواب میں علامہ اقبال نے جو بیان شائع کیا اس میں لکھا:
'مرزائیوں کا یہ عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک فانی انسان کی مانند جامِ مرگ نوش فرما چکے ہیں۔نیز یہ کہ ان کے دوبارہ ظہور کا مقصد یہ ہے کہ روحانی اعتبار سے ان کا ایک مثیل پیدا ہوگا کسی حد تک معقولیت کا پہلو لئے ہوئے ہے۔
(بیان مطبوعہ 17 فروری 1936، برانڈرتھ روڈ، لاہور)

6۔ختم نبوت

i۔''کاش کہ مولانا نظامی کی دعا اس زمانے میں مقبول ہو اور رسول اللہ پھر تشریف لائیں اور ہندی مسلمانوں پر اپنا دین بے نقاب کریں۔''
(اقبال نامہ حصہ اوّل مرتبہ شیخ عطاء اللہ ص 41، خط محررہ 19 جولائی 1916ء بنام سراج الدین پال۔ناشر محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار، لاہور)

ii۔''حال کے ہیئت دان کہتے ہیں کہ بعض سیاروں میں انسان یا انسانوں سے اعلیٰ تر مخلوق کی آبادی ممکن ہے اگر ایسا ہو تو رحمت اللعالمین کا ظہور وہاں بھی ضروری ہے۔اس صورت میں کم ازکم محمدیت کے لئے تناسخ یا بروز لازم آتا ہے۔'
(اقبال نامہ حصہ اوّل مرتبہ شیخ عطاء اللہ ص 117، خط محررہ 20 اپریل 1922ء بنام سید سلیمان ندوی۔ناشر محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار، لاہور)

iii۔''تاریکی کا انجام سفید ہے۔کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ جلد اپنا فضل کرے اور بنی نوع انسان کو پھر ایک دفعہ نور محمدی عطا کرے۔بغیر کسی بڑی شخصیت کے اس بدنصیب دنیا کی نجات نظر نہیں آتی۔''
(علامہ کا اپنے والد محترم کے نام مکتوب محرّرہ 3 جون 1920ء بحوالہ مظلوم اقبال ص 292۔اصل خط پاکستان نیشنل میوزیم کراچی میں محفوظ ہے)

iv۔ایک مغربی دانشور پروفیسر میکنزی نے اپنی کتاب انٹروڈکشن ٹو سوشیالوجی کے آخری دو پیراگرافس میں منجملہ درج ذیل خیالات کا اظہار کیا:
کامل انسانوں کے بغیر سوسائٹی کمال پر نہیں پہنچ سکتی اور اس غرض کے لئے محض عرفان اور حقیقت آگہی کافی نہیں بلکہ ہیجان اور تحریک کی قوت بھی ضروری ہے۔ ہمیں معلم بھی چاہئیں اور پیغمبر بھی غالباً ہمیں ایک نئے مسیح (A New Christ) کی ضرورت ہے۔
علامہ اقبال نے ڈاکٹر نکلسن کے نام اپنے خط محرّرہ 24 جنوری 1921ء میں مذکورہ بالا تحریر لفظ بہ لفظ نقل کر کے لکھا:

How very true the last two paragraphs of Prof. 'Mackanzi'

کہ پروفیسر میکنزی کے یہ آخری دو پیرے گراف کس قدر صحیح ہیں۔

v۔اقبال کے دو شعر اور ان کی تشریح:

دیگر، عبدہ، چیزے دگر | ما سراپا انتظار او منتظر
اوکلیم و او مسیح و او خلیل | او محمد او کتاب او جبرائیل

'یعنی عبدہ، یا مردِ حق جس کے لئے میں سراپا انتظار ہوں آسمان سے اترتا ہے (یا اترے گا)۔جب حق تعالیٰ چاہتا ہے اپنے بندوں کی اصلاح کے لئے کسی نیک بندے کو جس میں سرکارِ کائنات ﷺ کی صفات ظلی طور پر منعکس ہوتی ہیں مامور فرما دیتا ہے۔(شرح جاوید نامہ از پروفیسر یوسف سلیم چشتی۔مطبوعہ 1956ء)

vi۔اقبال نے اپنے ایک اور شعر میں شان جمالی کی اصطلاح استعمال کی اور اس کا ظہور ہونا باقی بتایا:

ہو چکا گو قوم کی شان جلالی کا ظہور
ہے مگر باقی ابھی شان جمالی کا ظہور

نتیجہ: مندرجہ بالا شواہد اس حقیقت کو خوب واضح کر دیتے ہیں کہ گو بیعت کرنے کے باوجود علامہ اقبال عملاً احمدی نہ رہے لیکن چار دہائیوں تک انہوں نے اعلانیہ جماعت احمدیہ سے ایک قریبی تعلق ضرور رکھا۔

جماعت احمدیہ سے دشمنی کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی دشمنی قبول ہے

تحریر شاہین سانگلوی

آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ وہ بات جو آج دیوبندی بریلویوں کو سمجھا رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اول الانبیاء ماننا احمدیوں کو فائدہ دے رہا ہے اس لئے اسکا انکار کردیں اور فیصل آباد کے بریلوی امام المناظرین جناب سعید اسد صاحب نے ان کی یہ بات مان بھی لی ہے یہی بات کچھ عرصہ قبل بریلوی دیوبندیوں کو سمجھا رہے تھے کہ اول الانبیاء ماننا اور یہ ماننا کہ آپ اس وقت بھی خاتم النبیین تھے کہ جب ابھی آدمؑ مٹی اور گارے میں تھے۔ اس عقیدے اور احادیث کے ساتھ احمدیوں کو کافر قرار نہیں دیا جاسکتا اس لئے ضروری ہے کہ سرکار دو عالم کے اول الانبیاء ہونے کے ساتھ ساتھ ایسی تمام احادیث کا بھی انکار کردو ورنہ ہم احمدیت کا دروازہ بند نہیں کرسکتے۔ دیوبندی دنیا کے فخر جناب مولوی الیاس گھمن صاحب نے اپنی مشہور تصنیف "حسام الحرمین کا تحقیقی جائزہ" میں اس ساری کہانی کو ص 129 تا 136 جگہ دی ہے

وہ فرماتے ہیں کہ بریلوی حسام الحرمین میں ہم پر الزام لگاتے ہیں کہ تحذیر الناس کے ختم نبوت والے معنی تو احمدیوں کو فائدہ پہنچا رہے ہیں ہیں اور یوں دیوبندیوں اور احمدیوں کے ختم نبوت کی تفسیر یکساں ہونے کی وجہ سے احمدیت ترقی کررہی ہے۔ اور پھر اس کا جواب وہ یہ نہیں دیتے کہ دیوبندی اور احمدی موقف و ترجمہ یکساں نہیں ہے بلکہ وہ پوری صدی کے بریلوی مولویوں کو نقل کرکے کہتے ہیں کہ تمہارے اکابرین کا موقف کون سا جدا ہے ان کا بھی تو یہی موقف ہے اور اگر ہمارے اکابرین احمدیت کے مؤیّد ہیں تو پھر تمہارے اکابرین بھی مؤیّد ہیں اور یوں وہ 1974ء کو قومی اسمبلی کے فیصلے کے پس پردہ سمجھوتے اور دین کے نام پر اس صدی کی سب سے بڑی منافقت سے پردہ سرکا دیتے ہیں بلکہ یوں کہئے کہ بریلویت اور دیوبندیت کے مشترکہ بارڈر کی جھوٹ، منافقت اور گبر سینڈروم پر مبنی مزید کریہہ تصویر، خود سے رونمائی کے لئے پیش کردیتے ہیں۔

تحذیر الناس سچی ہے یا پھر ہم سب کافر ہیں

مولوی الیاس گھمن صاحب نے صفحہ 129 پر اعتراض نمبر 6 کے تحت جو بریلوی اعتراضات اور اپنا جواب داخل کیا وہ مکمل طور پر درج کئے دیتا ہوں۔

''اعتراض نمبر 6: آپ کا عقیدہ احمدیوں کے لئے مفید ہے

حجۃ الاسلام (مولانا قاسم نانا توی) پر اعتراض کرتے ہوئے سید تبسم شاہ بخاری صاحب لکھتے ہیں: قرآن حکیم نے جب خاتم النبیین فرمادیا تو آیت آپ کے آخری نبی ہونے میں نص قطعی ہوگئی۔ آخری نبی کا معنی خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا صحابہ کرام تابعین اور تمام امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کا عقیدہ ایمان اسی پر رہا اور اسی پر رہے گا۔ جملہ ائمہ کرام مفسرین ومحدثین نے قرآن وحدیث کی روشنی میں یہی بتایا کہ خاتم بمعنی آخری نبی ہے اسی پر اجماع ہے۔ اور اس پر تواتر ثابت ہے۔ اس معنی میں نہ کوئی تاویل مانی جائے گی نہ کوئی تخصیص بلکہ تاویل و تخصیص کرنے والا بھی خارج از اسلام ہوگا اور سمجھ بوجھ کر بھی ایسے کافر کے کفر میں شک کرنے والا اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ (ختم نبوت اور تحذیر الناس، صفحہ 23) پھر دوسری جگہ لکھتے ہیں: انقطاع نبوت کا انکار اور تکمیل نبوت کا اقرار یہ عقیدہ قادیانیت کے لئے بہت مفید ہے۔

(ختم نبوت اور تحذیر الناس، صفحہ 112)

اس سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

i۔ اس لفظ خاتم النبیین کا معنی آخری نبی کے علاوہ کوئی اور لینا کفر ہے۔

ii۔ ایسے کفر کو جو کفر نہ کہے وہ بھی کافر۔

iii۔ اس کا معنی تکمیل نبوت کرنا، انقطاع کا نہ کرنا قادیانیت کو مفید ہے۔ اور اس معنی میں کوئی تاویل و تخصیص نہیں ہوسکتی۔

پھر تو والد احمد رضا خان صاحب بھی مؤید قادیان تھے

القصہ دیکھئے: بانی بریلوی تفاضل بریلوی نے اپنے والد کی کتاب الکلام الاوضح کی تعریف و توصیف کی اور اسے علوم کثیرہ پر مشتمل کہا ہے

(دیکھیئے الکلام الاوضح، صفحہ)

اسی میں لکھا ہے: جو اس لفظ کو بموجب قرأت عاصم رحمۃ اللہ علیہ کے خاتم النبیین بفتح تا پڑھیں تو ایک اور خاصہ آپ کا ثابت ہوتا ہے۔ کہ سوا آپ کے یہ

لقب بھی کسی کو حاصل نہ ہوا۔ مہر سے اعتبار بڑھتا ہے۔ اور آپ کے سبب سے پیغمبروں کا اعتبار زیادہ ہوا اور مہر سے زینت ہوتی ہے اور آپ انبیاء کی زینت ہیں۔ (الکلام الاوضح، صفحہ 202)

اس لفظ کا معنی صرف آخری نبی نقی علی خان بھی نہیں مانتا۔ بلکہ اس کا معنی انبیاء کی نبوت پر مہر لگانے والا کیا ہے۔ تو یہ بھی نص قطعی کا منکر، اجماع اُمت کا منکر، اس معنی میں تاویل کرنے والا ہے۔ لہٰذا کافر ہوا اور پیچھے گزر چکا کہ جو کسی کفر کی تحسین کرے وہ بھی کافر ہے۔ لہٰذا فاضل بریلوی بھی گیا۔ اس لئے تبسم صاحب ذرا قدم پھونک پھونک کر رکھیے۔ آگے دیکھیئے۔

''پھر تو پیر جماعت علی شاہ کے بیٹے، مولوی صادق قصوری پیر کرم علی شاہ صاحب یہ سب بزرگان بھی مؤید قادیان ہیں۔''

پیر جماعت علی شاہ کے بیٹے سید محمد حسین شاہ جماعتی لکھتے ہیں: جن اوصاف حمیدہ، اخلاق جمیلہ شمائل حسنہ، فضائل برگزیدہ مکارم اخلاق سے انبیاء کرام خالی تھے۔ وہ سب کے سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں پائے جاتے ہیں اور آپ ہر طرح سے کامل و مکمل ہے۔ ختم نبوت کے یہی معنی ہیں کہ نبوت آپ کے ذریعے سے تکمیل کو پہنچ گئی۔ (افضل الرسل صلی اللہ علیہ وسلم، صفحہ 130)

اس کو مدون کیا ہے آپ کے جید عالم مولوی صادق قصوری نے اس پر مقدمہ پیر کرم شاہ صاحب نے لکھا ہے: تو یہ سب قادیانیوں کی تائید کرنے والے اور ختم نبوت کے اجماعی معنی اور قطعی معنی سے ہٹ کر معنی کرنے والے ہیں۔ یہ بھی بقول آپ کے سب کافر۔ اگر کوئی بریلوی اب ان کی تعریف و تحسین کرے گا وہ بھی آپ کے بقول کافر جا ٹھہرا۔ آگے آیئے:

''پھر تو مولانا محمد ذاکر صاحب خلیفہ مجاز خواجہ ضیاء الدین سیالوی بھی مؤید قادیان ہیں''

مولانا محمد ذاکر صاحب خلیفہ مجاز خواجہ ضیاء الدین سیالوی کی ادارت میں چھپنے والے رسالے میں ہے۔ ختم نبوت سے مراد قطع نبوت یا انقطاع رسالت نہیں بلکہ تکمیل نبوت و ابدیت رسالت ہے۔ یعنی نبوت اس کارگہ حیات میں اپنے تمام ارتقائی منازل طے کر کے جس نقطہ عروج پر پہنچی اس کا نام جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ (الجامعہ نومبر دسمبر 1961ئ، جلد نمبر 13، شمارہ نمبر 4، صفحہ 10)

کیا مولانا ذاکر صاحب جو خواجہ قمر الدین سیالوی کے اخص الخواص لوگوں سے تھے۔ وہ بھی قادیانی نواز ہیں کیا انہیں آپ کافر کہیں گے۔ اگر نہ کہیں پھر بھی جاتے ہیں اور اگر کہیں تو پھر بھی۔

سوچ لیں۔ مشورہ کر کے جواب دیں آپ کو قیامت تک کی مہلت ہے جو الزامات جناب آپ مولانا نانوتوی پر لگا رہے تھے وہ سب کے سب آپ کے گھر میں ملتے ہیں۔ پہلے اپنے گھر کی فکر کیجئے۔ پھر باہر۔

(حسام الحرمین کا تحقیقی جائزہ، صفحہ 129 تا صفحہ 132) ''

مولوی الیاس صاحب، صفحہ 132 پر اعتراض نمبر 8 کے تحت فرماتے ہیں:

''اعتراض نمبر 8: یہ کہنا کہ آپ جناب آدمؑ سے پہلے ہی خاتم الانبیاء تھے یہ قادیانیہ، دیوبندیہ کا مؤید ہے

غلام نصیر الدین سیالوی لکھتا ہے: بعض حضرات یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ سرکار علیہ السلام نے فرمایا: انی عند اللہ لمکتوب خاتم النبیین و آدم لمنجدل فی طینتہ۔ اس کے بارے میں گزارش ہے کہ اس حدیث سے استدلال درست نہیں کیونکہ اگر سرکار علیہ السلام کو سب سے پہلے نبوت ملی ہے تو آپ خاتم الانبیاء کیونکر ہو سکتے ہیں اگر سب سے پہلے سرکار علیہ السلام ختم نبوت سے متصف تھے۔ تو پھر بعد میں ایک لاکھ 24 ہزار انبیاء کیسے مبعوث ہوئے۔ اس طرح تو پھر نانوتوی کا کلام ٹھیک ہو جائے گا کہ اگر بعد زمانہ نبوی کوئی اور نبی آ جائے گا تو ختم نبوت میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ نیز دیگر انبیاء علیہم السلام صرف علم الٰہی میں نبی تھے بالفعل نہیں ہے۔ تو پھر سرکار علیہ السلام ان سے آخری کیسے ہو گئے۔ آخری نبی ہونے کا مطلب تو یہ ہے کہ سارے انبیاء علیہم السلام کے بعد نبوت کا عطا ہوا اور اس ہستی کے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

(تحقیقات، صفحہ 393، 394) اس سے چند باتیں ثابت ہوئیں۔

1۔ اگر نبوت آپ کو سب سے پہلے ملنا مانی جائے تو آپ خاتم النبیین نہیں ہو سکتے۔

2۔ اگر آپ کو شروع سے ہی یعنی تخلیق آدم سے پہلے ہی سے ختم المرسلین مانا جائے تو پھر مولانا نانوتوی کا کلام درست ہو جائے گا۔

3۔ آخری نبی کا مطلب یہ ہے آپ کو نبوت سب کے بعد ملے۔

4۔ مفتی عبد المجید خان سعید نے غلام نصیر الدین سیالوی کے متعلق لکھا ہے کہ بیٹا اور اس کے توسط سے مولانا نا درست اور موید عقیدہ کفر یہ نانوتو یہ بتا رہا ہے۔ (مسئلہ نبوت، صفحہ 30)

یعنی یہ کہنا کہ اپ جناب آدم سے پہلے ہی خاتم الانبیاء تھے یہ غلام نصیر الدین سیالوی کے نزدیک عقیدہ کفریہ (قادیانیہ، دیوبندیہ) کا موئد ہے تو پھر اگلے آنے

والے سب علماء بھی کفر کے موید ہونے کی وجہ سے کافر ہوئے۔پہلی اور تیسری بات تقریباً ایک ہی طرح ہے۔ہم اس پر کلام کر کے آگے چلتے ہیں۔

پھر تو یہ درجن بھر بریلوی سرتاج علماء بھی مؤید قادیان ہیں۔۔

دیوبندی جواب

جو نبوت آپ کو شروع ہی سے ملنا مانے وہ خاتم الانبیاء نہیں مان سکتا یا اس صورت میں آپ خاتم الانبیاء نہیں بن سکتے۔تو وہ آدمی آپ کے فتوے سے ختم نبوت کا منکر ہوا تو پھر لیجئے: ان کتابوں کے مصنفین اور موید ین اور مصدقین جو تقریباً نصف صد سے زائد بریلوی اکابر علماء ہیں وہ سب ختم نبوت کے منکر ٹھہرے۔

1۔خلاصۃ الکلام۔۔مولوی عطا محمد نقشبندی 2۔نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہر آن ہر لحظہ۔پروفیسر عرفان قادری 3۔نبوت مصطفی اور عقیدہ اکابر علماء امت۔۔مفتی نذیر احمد سیالوی 4۔تنبیہات۔مولوی عبد المجید خان سعیدی 5۔اہم شرعی فیصلہ۔پیر محمد چشتی 6۔تجلیات علمی فی رد نظریات سلوی مفتی محمود حسین شائق 7۔توضیحات۔قاضی محمد عظیم نقشبندی 8۔نبی الانبیاء والمرسلین سید ذاکر حسین شاہ سیالوی

یہ سب کے سب اس پر مصر ہیں کہ آپ علیہ السلام کو نبوت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے ملی۔تو کیا یہ سب منکرین ختم نبوت ہیں؟ اگر ہیں تو بتائیں ورنہ جھوٹ بولنے کی وجہ سے لعنت کا طوق آپ پر ہے۔دوسری بات یہ تھی کہ آپ علیہ السلام کو شروع ہی سے خاتم الانبیاء مان لینا مولانا نانوتوی کے کلام سے متفق ہونا ہے۔اب دیکھیئے کیا ہوتا ہے:

آپ کے شارح بخاری مولوی محمود رضوی لکھتے ہیں: حضور نے فرمایا! خاتم الانبیاء اس وقت سے ہوں جب کہ آدم آب و گل میں تھے۔(مسند احمد، ج 4 صفحہ 127، دین مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم، صفحہ 85)

بریلوی حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی لکھتے ہیں کہ ''احمد اور بیہقی اور حاکم نے صحیح اسناد سے حضرت عرباض بن ساریہ سے روایت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔میں رب تعالی کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا حالانکہ ابھی آدم علیہ السلام اپنے ضمیر میں جلوہ گر تھے۔''(مشکوۃ)(رسائل نعیمیہ، صفحہ 64)

مولوی عبدالاحد قادری لکھتے ہیں کہ: حضرت عرباض بن ساریہ سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس وقت خاتم النبیین تھا جب ابھی حضرت آدم علیہ السلام مٹی ہی تھے۔''(رسائل میلاد مصطفی، صفحہ 258)

مولوی اشرف سیالوی لکھتے ہیں:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق و ایجاد سے پہلے نبوت و رسالت اور خاتم النبیین کے منصب پر فائز تھے۔''(ملخصاً نور الابصار صفحہ 23-22، بحوالہ سندیلوی کا چیلنج منظور ہے)

کاظمی صاحب لکھتے ہیں حدیث کا مطلب یہی ہے کہ میں فی الواقع خاتم النبیین ہو چکا تھا نہ یہ کہ میرا خاتم النبیین ہونا علم الٰہی میں مقدر تھا۔
(مسئلہ نبوت عند الشیخین، صفحہ 21)

سیالوی صاحب! آپ کا کیا پروگرام ہے۔ یہ مولانا نانوتوی کے موافق تمہارے بزرگ ہوئے یا نہ اب ان کے کفر و ایمان کا مسئلہ نہ رہا۔بلکہ تمہارے ایمان کا مسئلہ بن گیا اب بھی ان کو بزرگ مانتے ہو تو تم بھی گئے اور اگر ان کو بھی کافر مانو تو یہ تم سے ہو نہ سکے گا کہ باپ کو بھی کافر کہو۔''
(حسام الحرمین کا تحقیقی جائزہ، صفحہ 132 تا 136)

آئین کا آرٹیکل نمبر 260 اور منافقت کی معراج

جنرل ضیاء الحق کی آمریت کے زمانے میں قانون میں ترمیم کر کے ہر مسلمان کہلوانے والے کے لئے ہر جگہ ایک حلفیہ عبارت پر دستخط کرنا ضروری قرار دے دیا گیا۔چنانچہ بچوں کے سکول کا داخلہ فارم ہو یا شناختی کارڈ و پاسپورٹ کی دستاویز یہ تحریر آپ کو ضرور نظر آئے گی اور اس کے آخر پر حلفیہ اقرار کے ساتھ دستخط ضروری ہیں۔''میں حلفیہ اقرار کرتا ہوں/کرتی ہوں کہ خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط طور پر ایمان رکھتا ہوں اور یہ کہ میں کسی ایسے شخص کا پیروکار نہیں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس لفظ کے کسی بھی مفہوم یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویدار ہو اور نہ ہی دعویدار کو پیغمبر یا مذہبی مصلح مانتا ہوں۔خلاصہ یہ کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کلیۃً آخری نبی ہیں اور یہ سلسلہ آپ کی وفات کے ساتھ مکمل ختم ہو گیا اب دنیا میں کبھی نہ کسی کو نبی کہلوانے کا حق ہے اور نہ ماننے کا۔''

اب جب حضرت مولانا قاسم نانوتوی نے صفحہ 14 تحذیر الناس میں لکھا کہ ''بالفرض آپؐ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپؐ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔'' تو بریلوی حضرات فرماتے ہیں کہ چونکہ اب آپؐ کی وفات کے بعد ناممکنات میں سے ہے کہ دنیا میں کہیں نبی کا وجود ہو اس لئے ایسا فرض کرنا بھی فقرہ کفریہ ہے۔مولانا الیاس گھمن صاحب نے اس اعتراض کو نمبر

11 میں صفحہ 139 پر جگہ دی ہے مگر وہ اس اعتراض کا جواب دیتے دیتے صاف بتا گئے ہیں کہ اگر منافقت کی معراج دیکھنا ہوتو ہمارے اس عقیدے میں موجود ہے کہ کہاں إِنِّي عِنْدَ اللهِ فِيْ أُمِّ الْكِتَابِ لَخَاتِمِ النَّبِيِّيْنَ، وَإِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِيْ طِيْنَتِهِ (احمد بن حنبل، المسند، 4:128) جیسی حدیث پر بھی جرح کی جاری ہی ہے اور کہاں چار چار انبیاء کو آپؐ کی وفات کے بعد زندہ بقید حیات مانا جارہا ہے۔

’’بریلوی بھائیو! زمین پر ختم نبوت کے بعد ایک نبی نہیں ہوسکتا تو کیا چار ہوسکتے ہیں؟۔۔۔۔۔۔دیوبندی جواب‘‘

مولانا الیاس گھمن صاحب فرماتے ہیں’’اعتراض نمبر 11: جب اہل السنۃ دیوبند کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے تینوں عبارتوں کو آگے پیچھے کیوں کیا؟ تو بریلوی علامہ تبسم شاہ بخاری کود کر میدان میں آٹپکے اور کہنے لگے وہ تین عبارات علیحدہ علیحدہ بھی مستقل طور پر کفریہ ہیں۔(حاشیہ جسٹس کرم شاہ کا تنقیدی جائزہ،صفحہ 135)ابوکلیم محمد صدیق فانی بھی چلایا کہ: تحذیر الناس کی تینوں عبارتیں اپنی اپنی جگہ پر مستقل کفریہ عبارتیں ہیں۔

(افتخار اہلسنت،صفحہ 25)

الجواب بعون الملك الوهاب۔۔پہلی عبارت تحذیر الناس کی جو اعلیٰ حضرت نے پہلے لکھی ہے۔ویسے تو وہ ص 14 کی ہے بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔

(تمہید ایمان مع حسام الحرمین،صفحہ 70)

اگر یہ کفر ہے تو دیکھیئے بڑے بڑے بریلوی کفر کی دلدل میں پھنس جائیں گے۔

1۔شاہ نقی علی خان صاحب لکھتے ہیں: ’’چار پیغمبر یعنی حضرت ادریس ؑ اور حضرت عیسیٰ ؑ اور حضرت خضر ؑ اور حضرت الیاس ؑ تو بعد آپ کی بعثت کے زندہ رہے۔(سرور القلوب،صفحہ 225)

2۔مولوی احمد رضا خان فرماتے ہیں: چار انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وہ ہیں جن پر ابھی تک ایک آن کے لئے بھی موت طاری نہیں ہوئی دو آسمان پر سیدنا ادریسؑ اور سیدنا عیسیٰ ؑ اور دو زمین پر سیدنا الیاس اور سیدنا حضرت خضر ؑ۔

(صفحہ 437،ملفوظات مشتاق بک کارنر لاہور)

3۔مولوی محمد اشرف سیالوی بریلوی لکھتا ہے: حضرت عیسیٰ ؑ حضرت ادریس ؑ حضرت خضر ؑ حضرت الیاس علیہم السلام ظاہری حیات کے ساتھ زندہ موجود ہیں۔(کوثر الخیرات،صفحہ 70)

یہ سب بریلوی کہہ رہے ہیں کہ اب بھی یہ چار نبی موجود ہیں دو زمین پر اور دو آسمان پر تو یہ کہہ کر یہ سب کافر ہوئے یا نہیں؟ اور آپ پڑھ چکے ہیں جو احمد رضا کا ہم عقیدہ نہ ہو وہ کافر ہے تو پھر دنیا جہان کے بریلوی بشمول فانی صاحب اور تبسم صاحب کافر ٹھہرے کیونکہ یا تو وہ اس عقیدے کو مانتے ہیں یا منکر ہیں۔اگر مانتے ہیں تو پھر بھی ان دو فتووں کی وجہ سے کافر۔نہیں مانتے تو احمد رضا کے ہم عقیدہ نہ ہونے کی وجہ سے کافر۔

(حسام الحرمین کا تحقیقی جائزہ،صفحہ 140۔139)‘‘

قصہ مختصر یہ ہے کہ احمدیت کا راستہ روکنے کے لئے کیا کیا پاپڑ بیلنا پڑ رہے ہیں۔کیسے کیسے ایک مولوی دوسرے مولوی کے ترلے کررہا ہے۔کیسی کیسی منافقتوں کی بکل مارنے کی جعلی کوششیں جارہی ہیں۔جانتے بھی ہیں اور لکھتے بھی ہیں کہ ختم نبوت پر جماعت احمدیہ کا موقف کوئی نیا نہیں۔کس کس حدیث اور کس کس قرآنی آیت کے عین مطابق ہے۔ 1500 سوسالہ تفاسیر کو تو چھوڑو خود برصغیر کے کس کس عالم دین نے بھی یہی موقف اختیار کیا ہوا تھا سب جانتے ہیں۔بریلوی دیوبندی وہابی سب۔مگر پھر بھی دشمنی کے لئے۔صرف اور صرف خدا کے فرستادہ کی دشمنی کے لئے۔اپنی تکبرانہ چودھراہٹ کے لئے۔اپنی خودساختہ علمیت کی شیخی قائم رکھنے کے لئے اس اسمبلی میں ایک دوسرے سے کندھے سے کندھا ملا کر جھوٹی نجاست پر باجماعت منہ مارتے ہوئے جماعت احمدیہ کو منکرین ختم نبوت قرار دلوا رہے تھے حالانکہ دل،قلم اور زبان سے منبر سے چیخ رہے تھے۔اور چیخ رہے ہیں۔

بریلوی منافقانہ چیخ وپکار

بریلوی شیخ الحدیث مولوی حشمت علی صاحب اس گورکھ دھندے کو یوں دیکھتے ہیں ’’دیوبندی لوگ جو قادیانیوں کا کافر کہتے ہیں یہ محض اُن کا تقیہ اور فریب ہے۔ورنہ مرزا کے کفریات سے بڑھ کر گندے کفریات خود دیوبندی دھرم میں داخل ہیں اگر اسلام کی ہمدردی سے مرزا پر کفر کا فتویٰ دیا ہوتا تو مرزا پر ایک بار کفر کا فتویٰ دیا تھا تو دیوبندی دھرم اور اُن کے پیشواوں پر 10 دس بار کفر کا فتویٰ دیتے مگر وہاں تو مقصود محض مسلمانوں کو دھوکہ دینا اور نئے نئے حلقہ تزویر بنا کر ان سے مسلمانوں کی مسلمانی اور بھولے سنیوں کی سنت کو پھانسنا ہے۔

(ردالمہند مصنف حشمت علی تخریج محمد امجد علی عطاری ناشر میلاد پبلی کیشنز داتا دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ لاہور ص 104 تا 113)

''مرزا صاحب بھی نانوتوی کی طرح فنافی الرسول کو ظلی نبی مانتے ہیں''

مولوی غلام علی اوکاڑوی صاحب دیوبندی سرخیل مولانا قاسم نانوتوی پر طنز کرتے ہوئے بانی جماعت احمدیہ اور بانی دیوبند کی تفسیر ختم نبوت کا موازنہ ص 27 پر یوں پیش کرتے ہیں

''چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی بھی نانوتوی صاحب کی طرح حضور کو سید الکل اور افضل الانبیاء ماننے کا دعویٰ کرنے کے باوجود اپنے آپ کو ظلی اور عکسی نبی ظاہر کرتا ہے'' آگے ص 30 پر مزید فرماتے ہیں ''یعنی نبوت کی یہ تقسیم کہ۔۔۔۔حضور کی نبوت اصلی ہے اور باقی انبیاء کی عکسی اور ظلی۔ یہ خالص مرزائی نظریہ کی تائید ہے۔ ۔۔قادیانیوں اور ان کے ہم نواؤں کا یہ استدلال سراسر باطل ہے کہ جو شخص فنافی الرسول ہو اور حضور کی کمال اطاعت واتباع سے اس کو یہ مقام حاصل ہو اس کو نبی کہہ سکتے ہیں اور اس سے حضور کی ختم نبوت میں کچھ فرق نہیں آتا۔ کیونکہ تمام کمالات کا اصل حضور ہی ہیں اور فنافی الرسول کے کمالات ظلی اور عکسی طور پر ہیں۔ اگر اس استدلال کی رو سے فنافی الرسول کو نبی اور رسول کہا جا سکتا ہے تو کیا جس شخص کو فنافی اللہ کا مقام حاصل ہو، اسے اللہ کہا جائے گا''

(التنویر لدفع ظلام التحذیر یعنی مسئلہ تکفیر ص 27 اور 30)

''اگر بانی جماعت احمدیہ کافر تو بانی دیوبند اسی تفسیر پر حجۃ الاسلام کیسے؟؟'' مولوی عبدالحکیم اختر شاہجہان پوری

ممتاز بریلوی مولوی عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری ''دیوبندی گورکھ دھندا'' اور اپنی بریلوی منافقت پر یوں تبصرہ فرماتے ہیں

''☆ 1......جب دیوبندی حضرات مرزا جی کی عقیدہ ختم نبوت پر تکفیر کرتے ہیں تو نانوتوی صاحب کی تکفیر کیوں نہیں کرتے جب کہ عقیدہ مشترک ہے۔☆ 2......اگر نانوتوی صاحب نے کفر نہیں کیا تو مرزا صاحب کو دیوبندی حضرات کافر کیوں کہتے ہیں؟؟ ☆3......چونکہ ختم نبوت کے نانوتوی صاحب اور مرزا صاحب ایک جیسے مخالف ہیں اس لئے علمائے اہل سنت دونوں کی تکفیر کرتے ہیں لیکن دیوبندی حضرات مرزا صاحب کی تکفیر کے بارے میں اتفاق کرتے ہیں اور نانوتوی کی تکفیر پر لڑنے مرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک عجیب معاملہ ہے کہ قادیان کا رہنے والا ختم نبوت کا انکار کرے تو دیوبندی حضرات بھی اس کی تکفیر پر متفق لیکن نانوتہ کا باشندہ عقیدہ ختم نبوت کا انکار کرے تو دیوبندی حضرات کے نزدیک وہ کافر ہونے کی بجائے حجۃ الاسلام قرار پاتا ہے یہ کیا دھرم ہے؟

(التنویر لدفع ظلام التحذیر یعنی مسئلہ تکفیر ص 41)

ایک گائے کے دو چور''اہل حدیث کی منافقانہ چیخ و پکار''

اہلحدیث غیر مقلد حضرات کے مزعومہ شیخ العرب والعجم مولوی سید بدیع الدین شاہ راشدی صاحب اس گورکھ دھندے کی سیاست پر یوں گویا ہوئے ہیں

''نبوت کی جگہ کو تم نے خود توڑا ہے اس میں تم نے خود رخنہ اندازی کی ہے۔ مرزائی بھی تو ایک امتی ہی کو آگے کرتے ہیں آپ نے بھی امتی کو آگے کیا ہے۔ نبی کے پیچھے نہ آپ ہیں نہ وہ ہیں۔ بات ایک ہی ہے تم ایک ہی گائے کے دو چور ہو''

(براۃ اہل حدیث ص 50، ۵۱ مطبوعہ الدار الراشدیہ نزد جامع مسجد اہل حدیث راشدی گلی نمبر ا موسیٰ لین کراچی بحوالہ اہل سنت کی حقانیت کا ثبوت غیر مقلدین کے قلم سے مؤلفہ میثم عباس قادری رضوی ص 8)

غیر مقلد مولوی ڈاکٹر طالب الرحمٰن صاحب اپنی مشہور کتاب ''دیوبندیت تاریخ وعقائد'' میں تحذیر الناس پر تفصیلی بحث کے بعد آخری لائن کے طور پر خلاصۃً لکھتے ہیں کہ

''جماعت احمدیہ خاتم النبیین کے معنوں کی تشریح میں اسی مسلک پر قائم ہے جو ہم نے سطور بالا میں جناب قاسم نانوتوی کے حوالہ جات سے ذکر کیا''

(دیوبندیت تاریخ وعقائد ص 175 مطبوعہ مکتبہ بیت الاسلام الریاض 4460149 بحوالہ اہل سنت کی حقانیت کا ثبوت غیر مقلدین کے قلم سے مولفہ میثم عباس قادری رضوی ص 14)

''دیوبندی اجرائے نبوت میں مرزا صاحب کے ہم نوا ہیں''

غیر مقلد مولوی محمود سلفی ابن مولوی اسماعیل کانگریسی نے تو ایک قدم مزید آگے بڑھاتے ہوئے دیوبندیوں کو ہٹ دھرم قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں

''اگر دیوبندی اپنی انا کا مسئلہ نہ بناتے اور اپنے علمی گھمنڈ کی وجہ سے تکبر نہ کرتے اور اپنے غلط موقف سے رجوع کر لیتے تو حنفی علماء دو فرقوں میں تقسیم نہ ہوتے۔ دیوبندیوں نے اجرائے نبوت میں مرزا صاحب کی ہم نوائی کر کے تاریخ میں اپنا نام مستقل طور پر ہٹ دھرموں میں لکھوا لیا(علمائے دیوبند کا ماضی ص 10 مطبوعہ ادارہ نشر التوحید والسنۃ لاہور)

اور ص 55 پر لکھا کہ مسئلہ نبوت مرزا صاحب نے مولانا قاسم نانوتوی صاحب ہی سے سیکھا ہے

(علمائے دیوبند کا ماضی ص 55 مطبوعہ ادارہ نشر التوحید والسنۃ لاہور)

دیوبندی مجلسِ تحفظ ختم نبوت کیوں بنا کر بیٹھے ہیں؟؟؟ مولانا ڈیروی

معروف غیر مقلد اہل حدیث مولوی عطاء اللہ ڈیروی صاحب اپنی کتاب ''تبلیغی جماعت عقائد و افکار نظریات اور مقاصد کے آئینہ میں'' تحذیر الناس اور اس میں درج مندرجات پر تفصیلی تبصرہ کرنے کے بعد ان الفاظ میں بحث کو سمیٹتے ہیں'' قابل غور مقام ہے کہ بانی مدرسہ دیوبند مولانا قاسم صاحب نانوتوی کے بیان کے مطابق اگر آپ کے بعد بھی نبی آجائے تب بھی آپ خاتم الانبیاء ہوں گے۔ تو ایسی صورت میں مرزا غلام احمد قادیانی و دیگر جھوٹے نبیوں کے دعوائے نبوت کے خلاف سمجھنے میں آخر کیا جواز رہ جاتا ہے اور جماعت دیوبند یہ جب آپ ﷺ کے بعد ہر قسم کے نبی کے آنے کو ختم نبوت کے خلاف نہیں سمجھتی تو وہ مجلس تحفظِ ختم نبوت کیوں بنا کر بیٹھی ہے اور کسی مدعی نبوت کیخلاف شور کس لئے مچاتی ہے؟

(تبلیغی جماعت عقائد و افکار نظریات اور مقاصد کے آئینہ میں ص 115 افکار مولوی عطاء اللہ ڈیروی صاحب از قلم ابوالوفا محمد طارق خان مطبوعہ دار الکتب العلمیہ)

تحفظِ ختم نبوت والے برادران یوسف بلکہ قاتلین حسینؓ کی طرح ہیں۔۔مولانا عطاء اللہ ڈیروی

مولوی عطاء اللہ ڈیروی صاحب مجلس تحفظ ختم نبوت والوں کی منافقت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''کیا اس جماعت کی مثال یوسف علیہ السلام کے بھائیوں سے دینا غلط ہوگا جو عمداً یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈال کر شام کے وقت باپ کے پاس روتے ہوئے آئے کہ یوسف کو بھیڑیئے نے کھالیا ہے۔ اس جماعت کی مثال اس قوم کی ہے جس نے حسین بن علی رضی اللہ کو شہید کیا اور اپنے اس جرم کو چھپانے کے لئے آج تک ماتم برپا کئے ہوئے ہیں۔''

(تبلیغی جماعت عقائد و افکار نظریات اور مقاصد کے آئینہ میں ص 116 افکار مولوی عطاء اللہ ڈیروی صاحب از قلم ابوالوفا محمد طارق خان مطبوعہ دار الکتب العلمیہ)

حضرت سلطان باہو نے کیا ہی سچی بات کہی ہے کہ

جے کر دین علم وچ ہوندا کیوں سر نیزے تے چڑھدے ہو
بارہ ہزار جو عالم ہے سن اگے حسین دے مردے ہو
جے ملاحظہ سرور دا کردے کیوں خیمے تنبو سڑدے ہو
میں قربان تساں تو ں باہو جھڑے سر قربانی کردے ہو





غزل

رشید قیصرانی

مجھے کیا خبر کہ وہ ذکر تھا، وہ نماز تھی کہ سلام تھا
مِرا اَشک اَشک مُقتدی، ترا حرف حرف اِمام تھا

ترے رُخ کا تھا وہی طنطنہ، مری دید کا وہی بانکپن
کہ بَس ایک عالَمِ کیف تھا، نہ سجود تھا نہ قیام تھا

میں ورائے جسم تری تلاش میں تھا مگن، مجھے کیا خبر
کہ ہر ریزہء تن میں بھی تری جلوتوں کا نظام تھا

مجھے رَت جگوں کی صلیب پر زرِخواب جس نے عطا کیا
وہی سحر سحر مبین تھا، وہی حرف حرفِ دوام تھا

مجھے عرش و فرش کی کیا خبر، مجھے تُو ملا تھا جہاں جہاں
وہی آسماں تھی مری زمیں، وہی فرش عرشِ مقام تھا

مری دسترس میں جو آ گیا، ترے حسن کا کوئی زاویہ
وہی سلطنت مرے حرف کی، وہی تاجدارِ کلام تھا

ترے کُنجِ لب سے رواں دواں، وہ جو ایک سیلِ حروف تھا
اسے لہر لہر سمیٹنا اُسی کملیؐ والے کا کام تھا



نعتیہ اشعار آفتاب احمد بسمل

محمدؐ کی توصیف کیسے بیاں ہو کہ جس کی ثنا خود کر رہا ہے
نہیں نعت خواں صرف جن و بشر ہی فرشتوں کے لب پر بھی صلِّ علیٰ ہے
نہیں مقدرت یہ کسی بھی بشر کی کہ وہ معرفت پائے اس کی حقیقی
محمدؐ کو جس نے بنایا محمدؐ مقامِ محمدؐ وہی جانتا ہے

(الفضل انٹرنیشنل 13 دسمبر 2019ء)

" ملت فروش مولوی" "ملت مرحوم کے گورکن" اور "بے ہودہ سوال وجواب"

تحریر: ابوارحم چوہدری

"قرآن کریم نے بعض انسانوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ وہ جہاں بھی جائیں خیر کی خبر نہیں لاتے یہ ان کے بارے میں خیر کی خبر نہیں آتی ۔ ماضی میں گزرے ایسے شاہکاران کی لسٹ تو تاریخ میں کہیں محفوظ نظر نہیں آتی البتہ حالیہ دور میں لگتا ہے کہ یہ آیات دیوبندی علماء کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں"۔ یہ وہ تحریر ہے جو آج کل کسی گستاخ کی طرف سے فیس بک پر گردش کرتی نظر آتی ہے۔ خاکسار خود کسی کے بارہ میں ایسی بے پر کی اڑانے کے سخت خلاف ہے لیکن جب خاکسار نے کچھ تتبع کیا تو اس بات میں واقعی صداقت نظر آنے لگی اور دیوبندی علماء بڑے دھڑلے سے دعویٰ کرتے نظر آئے کہ قرآن کریم کی یہ آیات انہیں کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں یعنی اعمال سے ہی نہیں الفاظ سے بھی آپ کا دعویٰ ہے کہ اس مقام پر ہمارا کوئی ثانی نہیں یعنی ہم ہی وارث ہیں اس مقام مذموم کے۔

پاکستان کی سرکردہ دیوبندی شخصیت جناب مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی شخصیت سے منسوب مالی معاملات کی کہانیاں تو جناب انصار عباسی صاحب سمیت زبان زد عام ہیں تو سرحد کے پار ہندوستان میں مدرسہ دیوبند کے مہتممین کرام یعنی مولانا حسین احمد مدنی صاحب کی آل اولاد کے بارے میں بھی دیوبندی شاعر کچھ ایسا ہی نقشہ کھینچ رہے ہیں۔ مشہور دیوبندی شاعر جناب صادق صابری صاحب نے مولانا سعد مدنی صاحب کو ملت فروش قرار دے کر ایک نظم بعنوان "ملت فروش کا پوسٹ مارٹم" لکھی۔ لمبی نظم ہے چند اشعار پیش ہیں

اے امیر ملک و ملت اے حریص عزو جاہ
اے مسلمانوں کی خوش حالی کے سرکاری گواہ
آپ کا شجرہ اصیل النسل شخصیت ڈبل
میڈیم قد مولوی چہرہ وزن دو کوئنٹل
جتنے مرشد اور لیڈر آج ہیں سارے فضول
آپ کا جغرافیہ ہے اس کی اک نادر مثال
صاف ستھرا سیکولر ہے آپ کا تکیہ کلام
دیوبند میں اللہ اور دلی میں رام رام
لاکھ چلاتے پھریں آسام کے خانہ بدوش
آپ کیوں ہوتے خدا نخواستہ ملت فروش
قوم فاقے سے مرے یا ہوکہیں بھی قتل عام
موت برحق ہے سمجھتے ہی نہیں پاگل عوام
آپ کا یہ قول سچا ہے اور سب کار ہیں
خود مسلمان اپنی بربادی کے ذمہ دار ہیں
کون کہتا ہے کہ قربانی ہے چھوٹی آپ کی
بے گناہوں کے لہو میں تر ہے روٹی آپ کی
علی گڑھ میرٹھ مراد آباد میں ماتم سہی
آپ کا منصب سلامت اپنے قاتل ہم سہی
وہ بڑودہ اور میرٹھ ہو کہ جمشید پور
آپ نے ہر شہر میں پایا مسلمانوں کا قصور
کتنا بوگس تھا مراد آباد رائیٹ کا جواز
"اک سؤر سے کونسی مخدوش ہو جاتی نماز"
ہو چکی جب حد مسلمانوں کے استحصال کی
کٹ چکیں جب ہر طرف فصلیں بکاؤ مال کی
آپ نے فوراً بلایا بمبئی کنونشن
ہائے کیا تقریر تھی کیا موڈ تھا کیا ایکشن
ہو نہ ہو کچھ اس بہانے یہ تو دھندہ ہو گیا
قبل از تحریک باون لاکھ چندہ ہو گیا
آج کے لیڈر تو ڈر جاتے ہیں بائیکاٹ سے
ہے کوئی جو اس طرح چندہ ہڑپ لے ٹھاٹھ سے
آپ جیسا سورما وہ کون ہے مائی کا لال
قوم سولی پر چڑھا کر نمک کر دے حلال
آپ نے جس دن کیا طلباء سے تخریبی خطاب
خیر باد اے زہد و تقویٰ زندہ باد اے انقلاب
اس کو کہتے ہیں مساوی زندگی کی جھلکیاں
مرغ انڈے دے رہے ہیں اور آذانیں مرغیاں

" سود عطیہ ہے " بہت سوشل ہے یہ ایجاد بھی
باغبان بھی خوش رہے راضی رہے صیاد بھی
(مورخہ 11 جون 1983)

(تارخ کے قاتل مصنفہ ابوعکاشہ رحمٰن ص 440-441)

دیوبندی مجلس تفسیر یا سیکس سیکھنے سکھانے کی کلاس

مشہور دیوبندی عالم دین شیخ مکی الحجازی خانہ کعبہ کے سائے میں یعنی حرم کعبہ میں محفل لگاتے ہیں۔ دیوبندی حضرات ان کے آگے پیچھے بیٹھے ہوتے ہیں اور وہ ان کو دیوبندی قرآن کی تفسیر اور عرفان و معرفت کے نکتے سمجھاتے ہیں۔ دیوبندی لوگ ان سے اپنا علم و عرفان بڑھانے کے لئے سوال بھی کرتے ہیں جن کے وہ فوری جواب دیتے ہیں اور اس کے بعد باقی دنیا کے دیوبندیوں کے علم و عرفان کو بھی بڑھانے کے لئے اس محفل کو روزانہ کی بنیاد پر یوٹیوب پر موٹے موٹے ہیڈنگز لگا کر رنگ برنگی تصاویر کے ساتھ آن آئیر کر دیا جاتا ہے۔ خاکسار آپ کے سامنے ان کی مجالس عرفان کے ہیڈنگز صرف پیش کر دیتا ہے باقی اگر آپ " دیوبندی عرفان" کے متمنی ہوں تو پیاس بجھانے کے لئے یوٹیوب پر جا کر خود ڈبکی لگا سکتے ہیں

4 اگست 2019 کی محفل کا عنوان۔۔۔ مرد عورت ایک دوسرے کی شرم گاہ کو چوم سکتے ہیں؟

2 ستمبر 2019 کی محفل کا عنوان۔۔۔ شوہر اپنی بیوی سے دونوں جگہ سے ہم بستری کر سکتا ہے؟

3 ستمبر 2019 کی محفل کا عنوان۔۔۔ ہمبستری کے وقت بیوی کے پستان چوسنا جائز ہے؟

7 جولائی 2019 کی محفل کا عنوان۔۔۔ اس طرح سے ہم بستری کرنے سے غسل فرض ہوتا ہے؟

31 جولائی 2019 کی محفل کا عنوان۔۔۔ ایک رات میں دو دفعہ ہم بستری کرنے پر بیوی طلاق مانگے تو؟

13 جون 2019 کی محفل کا عنوان۔۔۔ اپنی بیوی کے ساتھ اتنا مزہ کیوں نہیں آتا جتنا طوائف کے ساتھ آتا ہے؟

19 اکتوبر 2019 کی محفل کا عنوان۔۔۔ میرا شوہر اپنی بھتیجیوں سے زنا کرتا ہے۔

3 اکتوبر 2019۔۔۔ اگر بھائی نے اپنی بہن کو شہوت سے ہاتھ لگایا۔ بہو کے ساتھ زنا۔ بیٹی کے ساتھ زنا۔

(مولانا ظفر محمد ظفرؔ)

خدا کی رَہ میں ذلیل ہونا اور اس کی رَہ میں فقیر ہونا
یہی تو عزت ہے عاشقوں کی یہی ہے ان کا امیر ہونا
وزیر بننے کی مجھ کو خواہش نہ چاہتا ہوں سفیر ہونا
مجھے تو بھاتا ہے میرے پیارے ترے ہی در کا فقیر ہونا
مری فقیری مجھے امیری، مری گدائی ہے مجھ کو شاہی
رہے تمہیں منعمو مبارک! امیر ہونا کبیر ہونا

☆......☆......☆

30 اکتوبر 2019 کی محفل کا عنوان۔۔۔ بیوی سے ایک دن میں کتنی بار ہم بستری کر سکتا ہے

24 اگست 2019 کی محفل کا عنوان۔۔۔ میاں بیوی کپڑے اتار کر سو سکتے ہیں

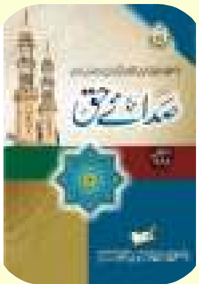
12 جون 2019 کی محفل کا عنوان۔۔۔ جنسی ملاپ کے وقت کیا مرد کی طرح عورت کو بھی انزال ہوتا ہے یا نہیں۔

12 اکتوبر 2019 کی محفل کا عنوان۔۔۔ کیا میاں بیوی ایک دوسری کی شرم گاہ دیکھ سکتے ہیں۔

6 ستمبر 2019 کی محفل کا عنوان۔۔۔ اگر بیوی حالت حیض میں ہو تو اپنی شہوت کیسے پوری کی جا سکتی ہے؟

1 اکتوبر 2019 کی محفل کا عنوان۔۔۔ ایک لڑکا ایک ایک لڑکے سے پیار کرتا ہے اور آپس میں بدفعلی کرتے ہیں"

رہبروں کے بھیس میں ملت فروش۔ ملت مرحوم کے ہیں گورکن۔ امت کا نوحہ دیوبندی عالم دین کی زبانی



انڈیا گنگوہ سے نکلنے والا دیوبندی ماہنامہ اپنے علماء کی کرتوت دیکھ کر انہیں " بے ضمیر بے وفا و بے حیا ننگ آدم ننگ دین ننگ وطن" قرار دے رہا ہے

کیا کرے شکوہ کوئی صیاد کا۔ باغباں ہی جب کرے ویراں چمن
لوٹ لی اک اک متاع کارواں۔ پر نہ آئی ان کے ماتھوں پر شکن
آہ ملت کا، نہ ویراں ہوئی۔ اک رہی آباد ان کی انجمن
کوئی کردار و ضمیر ان کا نہیں۔ ان کی دنیا سود وسودا مکر و فن

قوم بربادی پہ اپنی چشم تر۔ ہیں مگر وہ اپنے عہدوں پر مگن
رہبروں کے بھیس میں ملت فروش۔ ملت مرحوم کے ہیں گورکن
آدمیت نام کو ان میں نہیں۔ بس چلے تو بیچ کھائیں وہ کفن
بے ضمیر و بے وفا و بے حیا۔ ننگ آدم ننگ دیں ننگ وطن
ہوشیار اے ملت بیضاء ما۔ کروٹیں لے کر اٹھا پھر اہرمن
آدمی کو آدمی کھاتا ہے اب کتنا بگڑا ہے زمانہ کا چلن
الاماں از جعفران ایں زماں۔ الحذر صد بار ازیں دور فتن

(صدائے حق ماہنامہ جون جولائی 2019 جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ ضلع سہارن پور یوپی انڈیا کا ترجمان شاعر سید محمد ثانی حسنی ص 41 جلد 3 شمارہ 6*7 مدیر مسئول مفتی خالد سیف اللہ)

بارڈر کے اس پار جناب مفتی محمود صاحب کی اولاد اور بارڈر کے اس پار جناب مولانا حسین احمد مدنی صاحب کی اولاد نے دیوبندیت کے ساتھ کیا کیا اس کا منظر مفتی ابو عکاشہ رحمٰن صاحب کی زبانی کچھ یوں کھینچ رہے ہیں "مولوی اسعد مدنی کی سیاسی سرگرمیوں سے کون واقف نہیں کہ دارالعلوم کی عظمت کو بٹہ لگانے والے اور اس کی علمی قدروں کو پامال کرنے والے یہی سیاسی دماغ کے مالک حضرات تھے۔ 23 مارچ 1982 کو مولوی اسعد مدنی صاحب اور ان کے گروپ نے بالکل غنڈوں کی طرح زور آوری سے دارالعلوم پر قبضہ کر لیا وہ دن تھا اور آج کا دن دارالعلوم دیوبند اپنی عظمت سے دن بدن دور ہوتا چلا گیا۔ علم تعلم اور تربیت کس قدر انحطاط پذیر ہیں اور ان کا علم کس قدر پستی میں اترا ہوا ہے یہ ان سے گفتگو کر کے فوراً معلوم ہو جاتا ہے۔ دھیرے دھیرے اچھے اور خاندانی اساتذہ رخصت ہوتے گئے اور چاپلوس قسم کے غیر اشرف اور غیر انسب ایسے اساتذہ رکھے جانے لگے اور جب کھیتوں میں ہل چلانے والے اور کپڑے بننے والے لوگ اساتذہ کی مسند پر آجائیں اور اسی طرح غیر انسب و غیر اشرف گھرانوں کے لڑکے تعلیم دینے لگ جائیں تو زوال یقینی ہو جاتا ہے۔"

(تاریخ کے قاتل ص 147۔148۔149 مصنفہ ابو عکاشہ رحمٰن ملنے کا پتہ فرید بک ڈپو دہلی)

سوائے اہلیان دیوبند آپ کو "غیر انسب" غیر اشرف " "بے ضمیر و بے وفا و بے حیا۔ ننگ آدم ننگ دیں ننگ وطن" "رہبروں کے بھیس میں ملت فروش۔ ملت مرحوم کے گورکن" ملت فروش اے امیر ملک و ملت اے حریص عزو جاہ" جیسے علماء مبارک ہوں۔

☆......☆......☆

غزل

عبدالسلام اسلام



ہے پڑی جس دن سے میری نقطہ دل پر نظر
ہیں خیالاتِ جنوں اَرض و سما میں منتشر
آنکھ سے آنسو نکلتے ہیں زباں سے شعر بھی
ہے اُبلتا آتش ِ دل سے مرا خونِ جگر
سینچتے ہیں آنسوؤں سے جو درختِ عشق کو
اُن کے نخلِ آرزو میں آہی جاتا ہے ثمر
عبد کی معبود تک ممکن رسائی آج بھی
ہاں درختِ حق میں لگتے اب بھی ہیں شیریں ثمر
ہے نظر مسرور کی گویا شعاعِ آفتاب!
ظلمتِ مغرب اُڑی نورِ خدا ہے جلوہ گر
اشک تیرا باغِ دل کے واسطے جوئے رواں
کِشتِ ایماں کے لئے چشمہ ہے تیری چشمِ تر
ہے پہنتا شیخ کپڑے کس قدر اُجلے سفید
دیکھتے ہیں کالا کالا دال میں اہلِ نظر
عشق کا یہ راز کیا ہے کوئی سمجھائے مجھے!
ڈھونڈتی ہے آنکھ اُس کو لوٹ آتی ہے نظر
آئے تھے گلگشت کی خاطر تمہارے باغ میں
خیر مقدم کر رہے ہیں پے بہ پے کانٹے مگر
تاب کس میں ہے کہ دیکھے اُس کی وہ تابِ جبیں
دیکھ کر مہدی کا چہرہ چھپ گئے شمس و قمر
جب جبیں میری میں سجدوں کے لئے ہے ولولہ
اے عدوئے پُر فتن پھر ہیچ تیرا زورو زر!
شعر میرا اس لئے برتر ز لعل ِ بے بہا!
میرا ہر ہر لفظ ہے پروردہ خونِ جگر!
اسلحہ سے لیس ہوکر بھی ہے دشمن بھاگتا
اشک و آہ کے زور و بل پر احمدی ہے شیرِ نر!
عشق کے صحرا میں مجنوں دیکھ کر اسلامؔ کو
آبدیدہ ہو کے بھاگا " الحذر یا الحذر"

☆......☆......☆





رَبِّ اَعلیٰ اور اس کے عظیم الشان جلوے

ڈاکٹر طارق احمد مرزا۔آسٹریلیا

اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ایک نام ''اَلْاَعْلیٰ'' بھی ہے۔ مندرجہ ذیل سطور میں اس حوالہ سے حضرت بانئ سلسلہ عالیہ احمدیہ و آپ کے خلفاء کے بیان کردہ بعض نکاتِ معرفت مختصر تعارف کے ساتھ پیش کئے جاتے ہیں۔

خدا تعالیٰ کا اسم اعلیٰ پہلی بار قرآن کریم نے بیان کیا

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ؓ سورہ اعلیٰ کی آیت سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى کی تفسیر بیان کرتے ہوئی لکھتے ہیں:

''اگر قرآن کریم کا سابق الہامی کتب سے مقابلہ کیا جائے تو فوراً معلوم ہو جائے گا کہ پہلی کتب میں رب الاعلیٰ ہونے کا اظہار نہیں کیا گیا۔یعنی پہلی کتب کے نزول کے وقت چونکہ انسانی دماغ ابھی اپنے ارتقاء کو نہیں پہنچا تھا اور وہ زیادہ باریک باتوں کو سمجھنے کی استعداد نہیں رکھتا تھا بلکہ ابھی نشو نما حاصل کر رہا تھا اس لئے اُن کتب میں تشبیہی کلام کثرت کے ساتھ استعمال کیا گیا تھا۔کبھی کسی نبی کی بعثت کو خدا کا آنا کہہ دیا جاتا،کبھی اللہ تعالیٰ کو باپ کہہ کر پکارا جاتا کبھی اس کے پیاروں کو خدا کا بیٹا کہہ دیا جاتا۔کیونکہ بغیر ان استعارات اور تشبیہی کلام کے وہ حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے تھے۔...کیونکہ انسانی دماغ ابھی نشوونما پا رہا تھا،وہ ارتقائی منازل کو آہستہ آہستہ طے کر رہا تھا۔...... تشبیہ تب دی جاتی ہے جب کوئی چیز اوپر سے نیچے کی طرف آئے مگر جب کوئی چیز اونچی چلی جائے تو اس کے لئے تشبیہات و استعارات استعمال کرنے کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔اسی امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم تیرے لئے رب الاعلیٰ ہونے کی حیثیت میں ظاہر ہوئے ہیں اس لئے تمام تشبیہات کی تشریحات کر دی گئی ہیں۔''

(تفسیر کبیر جلد ہشتم،صفحہ 400)

ربوبیت اعلیٰ کا ظہور پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ہی ہوا

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ؓ فرماتے ہیں

اللہ تعالیٰ ''رب ہے،ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف لے جاتا ہے''

''فرمایا سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى اے محمد رسول اللہ ﷺ تو اپنے رب کے نام کی تسبیح کر اس لئے کہ تیرے لئے اس کی ربوبیت اعلیٰ ظاہر ہوئی ہے مگر اور لوگوں کے لئے ربوبیت ادنیٰ ظاہر ہوئی ہے۔اس لئے لوگوں نے اس کی صفات کا نقش نہایت دھندلی صورت میں دیکھا ہے مگر تیرے لئے تو ہم اپنی تمام صفات کے ساتھ ظاہر ہو گئے ہیں۔''

(تفسیر سورہ اعلیٰ۔تفسیر کبیر جلد ہشتم،صفحہ 399)

رب اعلیٰ کے نام کو بلند کرنے کے اعلیٰ ترین نمونے آنحضور ﷺ نے ہی قائم کئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ 14 مئی 2010ء میں آیت سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ اپنے ربّ کے نام کو دنیا میں بلند کرنا۔اپنے رب کے نام کو دنیا میں بلند کرنا،یہ بھی حکم ہے۔اس بارے میں جب سب سے اوّل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو ہم دیکھتے ہیں تو اس کے بھی اعلیٰ ترین نمونے آپ ﷺ نے ہی قائم فرمائے۔آپ نے دعوت الی اللہ کا حق قائم فرما دیا۔جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے بارہ میں فرمایا کہ داعیاً الی اللہ بِاِذْنِه (سورہ الاحزاب 47) کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا بنا کر بھیجا گیا ہے اور جب آپ کو فرمایا کہ يَاۤ اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (المائدہ 68) کہ اے رسول! تیری طرف جو کلام اتارا گیا ہے اسے لوگوں تک پہنچا تو اس کیونکہ اس کے بعد رب اعلیٰ کے نام کی سربلندی جو پہلے ہی آپؐ کا مقصود تھی اس میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا''۔فرمایا ''مشکلات بھی آئیں تو تب بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہوئے آپ کے قدم آگے ہی بڑھتے چلے گئے۔کوئی خوف،کوئی ڈر آپ کو اس کام سے روک نہیں سکا۔آپ کی قوت قدسی نے یہی روح آپ کے صحابہ میں بھر دی تھی۔اللہ تعالیٰ کے نام کی سربلندی کے لئے وہ بھی قربانیاں دیتے چلے گئے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 14 مئی 2010ء۔بحوالہ ہفت روزہ ''الفضل انٹرنیشنل'' لندن۔اشاعت 4/ تا 10/جون 2010ء)

احدؔ کا عظیم الشان ایمان افروز واقعہ

احدؔ کے میدان میں رونما ہونے والے ایک واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ کس طرح ربِ اعلیٰ کے نام کی سربلندی کی خاطر آنحضور ﷺ نے بلاخوف وجھجک اپنی جان کی بھی پرواہ نہ کرتے ہوئے عظیم الشان عملی نمونہ قائم کرکے دکھایا۔غزوہ احد کے انتہائی نازک لمحات میں رونما ہونے والے اس واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے ،جبکہ مسلمانوں کا لشکر ظاہری ہزیمت سے دوچار ہو چکا تھا،حضرت المصلح الموعودؓ لکھتے ہیں کہ:

''جب دامن پہاڑ میں بچا کچھا لشکر کھڑا تھا تو ابوسفیان نے بڑے زور سے آواز دی اور کہا کہ ہم نے محمد (ﷺ) کو ماردیا۔رسول اللہ ﷺ نے ابو سفیان کی بات کا جواب نہ دیا،ایسا نہ ہو دشمن حقیقت حال سے واقف ہو کر حملہ کر دے اور زخمی مسلمان پھر دوبارہ دشمن کا شکار ہو جائیں۔جب اسلامی لشکر سے اس بات کا کوئی جواب نہ ملا تو ابوسفیان کو یقین ہو گیا کہ اس کا خیال درست ہے اور اس نے بڑے زور سے آواز دے کر کہا کہ ہم نے ابوبکرؓ کو بھی مار دیا۔رسول اللہ ﷺ نے ابوبکرؓ کو بھی حکم فرمایا کہ کوئی جواب نہ دیں۔پھر ابوسفیان نے آواز دی ہم نے عمرؓ کو بھی مار دیا۔تب حضرت عمر جو بہت جوشیلے آدمی تھے،انہوں نے اُس کے جواب میں یہ کہنا چاہا کہ ہم لوگ خدا کے فضل سے زندہ ہیں اور تمہارے مقابلہ کے لئے تیار ہیں مگر رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا کہ مسلمانوں کو تکلیف میں مت ڈالو اور خاموش رہو۔اب کفار کو یقین ہو گیا کہ اسلام کے بانی کو بھی اور ان کے دائیں بائیں بازو کو بھی ہم نے مار دیا ہے۔اس پر ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں نے خوشی سے نعرہ لگایا اُعْلُ ھُبُلْ ۔ اُعْلُ ھُبُلْ ،ہمارے معزز بُت ہُبُل کی شان بلند ہو کہ اس نے آج اسلام کا خاتمہ کردیا ہے۔وہی رسول کریم ﷺ جو اپنی موت کے اعلان پر،ابوبکرؓ کی موت کے اعلان پر اور عمرؓ کی موت کے اعلان پر خاموشی کی نصیحت فرما رہے تھے تا ایسا نہ ہو کہ زخمی مسلمانوں پر پھر کفار کا لشکر لوٹ کر حملہ کر دے اور مٹھی بھر مسلمان اُس کے ہاتھوں شہید ہو جائیں،اب جبکہ خدائے واحد کی عزّت کا سوال پیدا ہوا اور شرک کا نعرہ میدان میں مارا گیا تو آپؐ کی روح بیتاب ہوگئی اور آپؐ نے نہایت جوش سے صحابہؓ کی طرف دیکھ کر فرمایا تم لوگ جواب کیوں نہیں دیتے۔صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ ہم کیا کہیں؟ فرمایا کہو اَللّٰہُ اَعْلٰی وَ اَجَلُّ، اَللّٰہُ اَعْلٰی وَ اَجَلُّ اللہ وحدہٗ لاشریک ہی معزز ہے اور اس کی شان بالا ہے اور اسطرح آپؐ نے اپنے زندہ ہونے کی خبر دشمنوں کو پہنچا دی۔اس دلیرانہ اور بہادرانہ جواب کا اثر کفار کے لشکر پر اتنا گہرا پڑا کہ باوجود اس کے کہ اُن کی امیدیں اس جواب سے خاک میں مل گئیں اور باوجود اس کے کہ اُن کے سامنے مٹھی بھر زخمی مسلمان کھڑے ہوئے تھے جن پر حملہ کرکے ان کو مار دینا مادی قوانین کے لحاظ سے بالکل ممکن تھا وہ دوبارہ حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔''

(دیباچہ تفسیر القرآن۔تصنیف حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ صفحہ 154۔155)

ربِّ اعلیٰ کی تسبیح اور علوّ شان بیان کرنے کے نتیجہ میں آنحضور ﷺ کو بھی اعلیٰ ترین مقامات عطا ہوئے

احد کا یہ عظیم الشان واقعہ جس میں آنحضور ﷺ نے اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر اور ہر قسم کی مصلحت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ایک کامل عبد کی حیثیت سے حضرت ِاحدیت کے لئے غیرت دکھانے کا عملی نمونہ قائم کیا اور جھوٹے معبودوں کے جھوٹا ہونے کی قلعی اللہ جل شانہٗ کے اعلیٰ ہونے کے بہانگ دہل اعلان سے کھلی،اس کے نتیجے میں اس یارازل نے آپ کو بھی حسب وعدہ اعلیٰ ترین مقامات عطا کئے چنانچہ الحاج حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل آیت سبح اسم ربك الا علیٰ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''آیت شریف میں اللہ تعالیٰ کی تین صفات کا ذکر ہے:

(1) سبوحیّت،

(2) ربوبیّت، اور

(3) علوّ شان۔

اس کے ماتحت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے تین پیشگوئیاں تھیں جو بڑی صفائی سے پوری ہوئیں۔آپ ﷺ

(۱) جنون،افتراء وغیرہ عیب سے پاک تسلیم کئے گئے،

(۲) آپ کی ربوبیت کی زندگی کی ادنیٰ حالت سے یوماً فیوماً بڑھتی گئی اور

(3) اعلیٰ ترین مقام پر یہاں تک پہنچائی گئی کہ

وَرَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا (النصر:3)

اور اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ (المائدہ:4)

کی آواز آپ نے سن لی۔(حقائق الفرقان۔صفحہ 365)

''اَعلیٰ''۔اسم کی صفت

حضرت المصلح الموعود نے آیہ قرآنی سبح اسم ربك الاعلی, کے لفظ

الاعلیٰ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ لفظ اسم ذات اور اسم صفت دونوں طرح مراد لیا جاسکتا ہے۔اسم ذات کے حوالہ سے اس کا بیان مضمون کے آغاز میں ہو چکا ہے۔اسم صفت کے ضمن میں حضرت المصلح الموعود فرماتے ہیں:

''اگر اعلیٰ کو اسم کی صفت قرار دیا جائے تو اس کے یہ معنے ہونگے کہ تیرے رب کا جو اعلیٰ نام ہے اس کی تسبیح کر۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے ادنیٰ نام بھی ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی تمام صفات اس وقت اعلیٰ رنگ میں ظاہر ہو رہی ہیں۔تیرا کام یہ ہے کہ ہر صفت کا جو اعلیٰ ظہور ہے اسے پیش کر اور ہر صفت پر جو اعتراض پڑتا ہوا سے دور کر تا کہ پہلے تمام اعتراضات مٹ جائیں اور خدا تعالیٰ کا جلال اپنی پوری شان کے ساتھ دنیا پر ظاہر ہو۔''

(تفسیر کبیر جلد ہشتم۔زیر تفسیر سورۃ الاعلیٰ،صفحہ 400)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جب آپ کہتے ہیں کہ خدا اعلیٰ ہے تو اپنی ہر صفت میں ہر غیر اللہ کے مقابل پر اعلیٰ ہے اور ان معنوں میں اس لفظ میں بھی ایک علو مرتبت پائی جاتی ہے جو ہر صفت کے ساتھ متعلق ہو جاتی ہے''۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20ردسمبر 1985۔خطبات طاہر،جلد 4)

ربِّ اعلیٰ بے عیب ہے،اُس کی تمام صفات کامل ہیں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''رب اعلیٰ وہ ہے جو ہر عیب سے پاک ہے،جس کی تعریف حقیقی ہے۔جس نے رحمانیت کے جلوے دکھاتے ہوئے بھی پرورش کے انتظام کئے ہیں اور جو رحیمیت کے جلوے دکھاتے ہوئے بھی اپنے بندوں کے لئے بے انتہا فضل نازل فرماتا ہے،دعاؤں کو سنتا ہے،وہ مجیب بھی ہے۔غرض اس کہ اس کے بے انتہا اور بھی صفاتی نام ہیں جس کے مطابق وہ اپنے بندوں سے سلوک بھی کرتا رہتا ہے۔پس ایک مومن کو چاہئے کہ سبح اسم ربك الاعلی پر عمل کرتے ہوئے اس کامل صفات والے اعلیٰ رب کی تسبیح کرتا رہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 14 مئی 2010ء۔بحوالہ ہفت روزہ ''الفضل انٹرنیشنل'' لندن۔اشاعت 4ر تا 10رجون)

مزید لغوی اور تفسیری تشریحات

صاحبانِ علمِ لغت قرآن بتاتے ہیں کہ آیہ قرآنی سبّح اسم ربک الاعلیٰ (87:1) میں اسم اعلی کا مادہ علا ہے۔جبکہ علو،تعالیٰ،اعلون،متعلقہ الفاظ ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے علی ہونے کا بھی ذکر آیا ہے مثلاً آیت الکرسی میں وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ (البقرہ 256)اور اسی طرح وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ (24:34) کے الفاظ آئے ہیں۔حضرت امام راغب اصفہانی نے مفردات میں لکھا ہے کہ بعض (مفسرین) نے عَلا اور علی میں یہ فرق بیان کیا ہے کہ عَلَا محمود اور مذموم دونوں کے متعلق استعمال ہوتا ہے لیکن عَلِي صرف مستحسن معنوں میں بولا جاتا ہے''۔معنی دونوں کے مگر ایک ہی ہیں یعنی بلند و بالا تر۔آپ نے یہ بھی بیان کیا کہ ''علو'' ''سفل'' کی ضد ہے۔گو یا کوئی سفلی وجود اعلیٰ نہیں ہوسکتا۔

(مفردات القرآن (اردو) جلد دوم۔ایڈیشن اول۔صفحہ 161 تصنیف امام راغب اصفہانی۔اردو ترجمہ از مولانا محمد عبدہ فیروز پوری۔شائع کردہ اسلامی اکیڈمی۔الفضل مارکیٹ،اردو بازار۔لاہور۔)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے قرآن مجید کی مختلف آیات کی روشنی میں لفظ علو کی تفسیر کرتے ہوئے اس حوالے سے تین لطیف نکات بیان فرمائی:

1۔لفظ علو میں ایک تنزیہی رنگ پایا جاتا ہے۔یعنی فی الحقیقت سوائے خدا کے کوئی اعلیٰ نہیں ہوسکتا اور جس کسی نے بھی دعویٰ کیا اس نے جھوٹا دعویٰ کیا۔

2۔اگر کوئی اعلیٰ بنا بھی ہے تو زمینی طور پر ادنیٰ صورت میں اعلیٰ بنا ہے لیکن فی الحقیقت اسے کوئی بلندی نصیب نہیں ہوئی۔

3۔تیسرے یہ کہ اگر کوئی اعلیٰ بننا چاہتا ہے تو خدا کے حضور جھکنے کے نتیجے میں وہ اعلیٰ بن سکتا ہے اور تب اعلیٰ ہوسکتا ہے اگر اس کی نسبت خدا کی طرف ہو جائے،اس کے بغیر غیر اللہ کو کوئی علو نصیب نہیں ہوسکتا۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20ردسمبر 1985۔خطبات طاہر،جلد 4)

جائز اور ناجائز علو

حضرت بانئ جماعت احمدیہ مسیح موعود علیہ السلام نے عام فہم زبان میں علو کی دو اقسام بیان کی ہیں۔فرمایا:

''ایک علو تو اس رنگ میں ہوتا ہے جیسے کہ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اور ایک علو شیطان کا ہوتا ہے جیسے اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ اور اس کے بارے میں ہے اَمْ كُنْتَ مِنَ الضَّالِّيْنَ ۔یہ اس سے سوال ہے کہ تیرا علو تکبر کے رنگ میں ہے یا واقعی ہے۔خدا تعالیٰ کے بندوں کے واسطے بھی اَعْلٰی کا لفظ آیا اور ہمیشہ آتا ہے جیسے اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى مگر یہ تو انکسار سے ہوتا ہے اور وہ تکبر سے ملا ہوا ہوتا ہے۔''

(البدر جلد نمبر 1 مورخہ 31 اکتوبر 1902ء صفحہ 4۔بحوالہ تذکرہ ایڈیشن چہارم،صفحہ 355)

ایک اور موقعہ پر فرمایا: ''علو دو قسم کا ہوتا ہے۔ایک جائز ہوتا ہے اور دوسرا ناجائز۔جائز کی مثال وہ علو ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام میں تھا اور ناجائز کی مثال وہ علو ہے جو فرعون میں تھا۔'' (الحکم جلد 6 نمبر 17 مورخہ 10 مئی 1902 صفحہ 10۔بحوالہ تذکرہ۔ایڈیشن چہارم۔صفحہ 350)

فرعون کا دعویٰ کہ وہ (نعوذ باللہ) رب اعلیٰ ہے

آنحضور ﷺ کو جس طرح مشرکین کے جھوٹے خداؤں ھبل، لات منات اور عزیٰ وغیرہ کے پجاریوں کی مخالفت اور شورشوں کا مقابلہ کرنا پڑا تھا اسی طرح اس سے قبل حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم کو بھی ایک ایسے ہی جھوٹے خدا کا سامنا کرنا پڑا تھا۔اس کا حال بیان کرتے ہوئے قرآن مجید ہمیں بتاتا ہے کہ:

اِنَّ فِرۡعَوۡنَ لَعَالٍ فِی الۡاَرۡضِ (یونس: 84) کہ فرعون زمین میں علو کرنے والا ہے۔

اِنَّ فِرۡعَوۡنَ عَلَا فِی الۡاَرۡضِ (القصص 5) یعنی فرعون نے زمین میں علو اختیار کیا۔اور دعویٰ کر دیا کہ

فَقَالَ اَنَا رَبُّکُمُ الۡاَعۡلٰی (النازعات 25)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں کہ فرعون ''یہاں تک دعویٰ کر بیٹھا کہ میں ہی تمہارا اعلیٰ رب ہوں۔اس کے مقابل پر اللہ تعالیٰ نے اس کو حقیر اور ذلیل کرنے کے لئے ایک عجیب رنگ اختیار فرمایا۔موسیٰؑ کو مخاطب کر کے فرمایا: لَا تَخَفۡ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡاَعۡلٰی (طٰہٰ 69) یہ مجھ پر علو اختیار کر رہا ہے، یہ دعوے کر رہا ہے کہ مجھ سے بھی بڑا ہے۔تُو (اے موسیٰ) میرا ایک حقیر ادنیٰ خادم ہے اور اتنا کمزور ہے کہ ڈر رہا ہے اپنے ہاتھ کے سونٹے سے بھی ڈر رہا ہے فرمایا لَا تَخَفۡ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡاَعۡلٰی ہرگز نہ ڈر، تُو ایک عظیم اور اعلیٰ ذات کی طرف منسوب ہونے والا بندہ ہے اس لئے اس فرعون پر تجھے ہم علو عطا کریں گے اور اس کے مقابل پر تو اعلیٰ ٹھہرے گا۔تو کہاں یہ کہ نعوذ باللہ من ذالک وہ اپنے رب سے اعلیٰ ہو وہ اس کے ایک نہایت ہی ادنیٰ اور ایک عاجز بندے کے مقابل پر بھی ذلیل اور خوار کر دیا گیا اور وہی آخر اعلیٰ ٹھہرا اور موت سے پہلے اس کو اقرار کرنا پڑا کہ موسیٰؑ بہر حال غالب آیا اور میں مغلوب ہو گیا ہوں۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20 دسمبر 1985۔خطبات طاہر، جلد 4)

بنی اسرائیل کا زمین میں دو مرتبہ علو اختیار کرنا اور جماعت احمدیہ کے لئے ایک گہرا پیغام

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے خطبہ جمعہ فرمودہ 20 دسمبر 1985ء میں فرمایا:

''فرعون نے جس قوم پر علو اختیار کیا، قوموں میں سے اسی قوم کے متعلق پھر خدا تعالیٰ نے لفظ علو استعمال فرمایا اور بہت بڑی اس میں عبرت ہے۔خصوصاً جماعت احمدیہ کے لئے اس میں بہت ہی گہرا پیغام ہے اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے خصوصیت کے ساتھ ایک عبرت کا نشان ہے اس بات میں''۔فرمایا ''وہ قوم جو کسی زمانہ میں حد سے زیادہ مظلوم تھی، کسی فانی بندہ کے علو کے ستم کا نشانہ بنی ہوئی تھی جب وہ قوم خود بگڑ گئی خدا نے اسے ترقیات عطا فرما دیں تو اور بگڑنے کے بعد اس نے خود زمین میں علو اختیار کرنا شروع کیا اور یہ بات بھول گئی کہ اس کا دشمن تو صرف اس لئے ہلاک کیا گیا تھا کہ اس نے ان کے خلاف علو اختیار کیا تھا، یہ کیسے آخری ہلاکت سے بچ جائیں گے اگر یہ نصیحت نہیں پکڑیں گے اور خود فرعون کی جگہ لے کر خدا کے بندوں کے مقابل پر علو اختیار کرنا شروع کر دیں گے۔

چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے لَتُفۡسِدُنَّ فِی الۡاَرۡضِ مَرَّتَیۡنِ وَلَتَعۡلُنَّ عُلُوًّا کَبِیۡرًا (بنی اسرائیل: 5) کہ تمہارے متعلق یہ لکھی ہوئی بات تھی کہ اے بنی اسرائیل تم دو دفعہ زمین میں علو اختیار کرو گے اور فساد کے ساتھ علو اختیار کرو گے ،......عُلُوًّا کَبِیۡرًا، بہت ہی بڑا علو اختیار کرو گے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20 دسمبر 1985۔خطبات طاہر، جلد 4۔)

مومنین زمین میں علو اختیار نہیں کرتے

ارشاد ربانی ہے: تِلۡکَ الدَّارُ الۡاٰخِرَۃُ نَجۡعَلُہَا لِلَّذِیۡنَ لَا یُرِیۡدُوۡنَ عُلُوًّا فِی الۡاَرۡضِ

(سورۃ القصص۔آیت نمبر 84)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ اس آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''یہ دار آخرۃ ہے۔یہ آخرت کی کامیابی جس سے دنیا میں بھی ہر مقابلے کے آخر پر ان کا کامیاب رہنا ہے اور یوم آخرت کی کامیابی بھی مراد ہے تو فرمایا بالآخر فتح پانے والے یہ لوگ، یہ مومنین کی جماعت لَا یُرِیۡدُوۡنَ عُلُوًّا فِی الۡاَرۡضِ، یہ زمین پر غلبے کی تمنا رکھ کر کوئی کام نہیں کرتے یا زمینی غلبہ کے تصور میں کوئی کام نہیں کرتے۔روحانی غلبے کا تصور تو ان کے ذہن میں ہوتا ہے، وہی ان کے محرکات میں سے سب سے بڑا محرک ہوتا ہے لیکن عُلُوًّا فِی الۡاَرۡضِ سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20 دسمبر 1985۔خطبات طاہر)

امام آخر الزّمان حضرت امام مہدی علیہ السلام پر ربِّ اعلیٰ کی عظیم الشّان تجلّی

ارشاد قرآنی هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ كُلِّهٖ کے مطابق اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے دور میں غلبہ حق جس وجود کے ذریعہ مقدر ہونا لکھا تھا وہ مہدی معہود علیہ السلام کا وجود تھا جس کی بعثت دراصل آخرین منھم میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت ثانیہ تھی۔ اسلام کا یہ دور آخر بھی اس کے دور اول کی طرح غیر معمولی اور افضل قرار پایا جیسا کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا ''اُمَّتِی اُمَّةٌ مُبَارَكَةٌ لَا يُدْرٰى أَوَّلُهَا خَيْرًا أَوْ آخِرُهَا'' (یعنی ''میری امت ایک مبارک امت ہے یہ نہیں معلوم ہو سکے گا کہ اس کا اول زمانہ بہتر ہے یا آخری''۔

(کنز العمال جلد 7۔ بحوالہ حدیقۃ الصالحین، ایڈیشن 2003 صفحہ 906۔ مرتبہ حضرت ملک سیف الرحمٰن صاحب)

امت مسلمہ کے دور آخر میں جملہ ادیان عالم کے مقابلہ پر غلبہ اسلام کا وقوع پذیر ہونا اس بات کا متقاضی تھا کہ بروزِ محمد حضرت امام مہدی علیہ السلام پہ بھی اسی رب اعلیٰ کی تجلی کا ظہور ہوتا جس نے سب سے پہلے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پہ رب اعلیٰ کی حیثیت سے تجلی اور ظہور فرمایا تھا۔ چنانچہ

''جائےک ربک الاعلی''

(تیرا رب اعلیٰ تیرے پاس آیا۔

(تذکرہ۔ ایڈیشن چہارم مطبوعہ 2004، صفحہ 165)

اور ''اِنِّیۡ اَنَا رَبُّكَ الۡاَعۡلٰی'' (میں تیرا رب اعلیٰ ہوں۔)

(تذکرہ ،ایڈیشن چہارم مطبوعہ 2004۔ صفحہ 630)

کے غیر معمولی پر شوکت الہامی اعلانات سے ربِ اعلیٰ کی طرف سے نازل کئے گئے اس غیر معمولی اور خاص فضل کی طرف اشارہ ملتا ہے جو بانئ جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہودؑ پر ان کے مامور زمانہ ہونے کی حیثیت سے کیا گیا۔ ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ یُؤۡتِیۡهِ مَنۡ یَّشَآءُ۔

ہوا ظاہر وہ مجھ پر میرا ہادی

فسبحان الذی اخزی العادی

آپ نے اس رب اعلیٰ کی تجلیات میں جو اعلیٰ لذات حاصل کیں، جو بہشت اس میں پایا، زندگی کے اس سر چشمہ سے جس طرح سیراب ہوئے اور اس لازوال خزانہ کی دولت بے بہا سے آشنا ہوئے، اس کی خبر ہر خاص و عام کو دینے کے لئے اپنی بیقراری کا اظہار ان الفاظ میں کیا کہ: ''میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں، کس دف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے۔ تا لوگ سن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں۔''

(کشتی نوح صفحہ 22۔ روحانی خزائن، جلد 19)

عالمِ ابدی میں ربِّ اعلیٰ کی صفات کاملہ کی تجلی

حضرت بانئ جماعت احمدیہ فرماتے ہیں: ''...... مالکِ حقیقی نے اپنے لطف کامل اور قہرِ عظیم کے دکھلانے کی غرض سے یعنے جمالی و جلالی صفتوں کی پوری پوری تجلی ظاہر کرنے کے قصد سے ایک اور عالم جو ابدی اور لازوال ہے مقرر کر رکھا ہے تا خدائی تعالیٰ میں جو صفتِ مجازات ہے، جس کا کامل طور پر اِس منقبض اور فانی عالم میں ظہور نہیں ہو سکتا، وہ اُس ابدی اور وسیع عالم میں ظہور پذیر ہو جائے۔''

(براہین احمدیہ فصل اول روحانی خزائن، جلد 1 صفحہ 508509 زیر حاشیہ نمبر 11)

ربِّ اعلیٰ کا کلام اُس کی صفات کاملہ کا آئینہ ہوتا ہے

حضرت بانئ جماعت احمدیہ فرماتے ہیں:

''جو کتاب خدا کا کلام کہلاتی ہے اس کے لئے یہ ضروری بات ہے کہ خدا کے انوار اُس میں ظاہر ہوں یعنی جیسے خدائی تعالیٰ عالم الغیب اور قادرِ مطلق بے مثل و بے ہمتا ہے ویسا ہی لازم ہے کہ اس کا کلام جو اس کی صفات کاملہ کا آئینہ ہے صفاتِ مذکورہ کو اپنی صورت حالی میں ثابت کرتا ہو۔ ظاہر ہے کہ خدا کے کلام سے یہی علّت غائی ہے تا اس کے ذریعہ سے کامل طور پر خدا کی ذات اور صفات کا علم حاصل ہو اور تا انسان وجوہات قیاسی سے ترقی کر کے عین الیقین بلکہ حق الیقین کے درجہ تک پہنچ جائے۔''

(براہین احمدیہ فصل اول روحانی خزائن، جلد 1، صفحہ 527 زیر حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

ربِ اعلیٰ کے اسماء اور صفات کے عکس کا سالک کے قلب میں ظہور

سورہ نجم کی آیت 9 کی لطیف تفسیر کرتے ہوئے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام نے بتایا کہ کس طرح سلوک کی راہ میں ایک انسان قرآن کریم کی تعلیمات اور آنحضور ﷺ کے اسوہ حسنہ کو اپناتے ہوئے فنا فی اللہ ہو کر بقا باللہ کا وہ مقام حاصل کر سکتا ہے جب خود اس کے قلب صافی پر اسماء اور صفات الٰہی کے عکس ظاہر ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ فرمایا: ''دَنٰی'' کی کمالیت اس میں ہے کہ اسماء اور صفات الٰہی کے عکوس کا سالک کے قلب میں ظہور ہو۔ اور محبوبِ حقیقی بے شائبہ ظلیّت اور بے توا ہم حالیت اور محلیت اپنے تمام صفاتِ کاملہ کے ساتھ اس میں ظہور فرمائی اور یہی استخلاف کی حقیقت اور روح اللہ کی نفخ کی

ماہیت ہے اور یہی تخلق باخلاق اللہ کی اصل بنیاد ہے۔''

(براہین احمدیہ۔فصل اول۔روحانی خزائن،جلد 1،صفحہ 586)۔

ہزاروں سال سے مدفون یہ وہ روحانی خزائن تھے جو مکالمہ ومخاطبہ اور الہاماتِ کثیرہ سے شرفیاب ہونے والے اس وجود نے اسّی سے زائد کتب تالیف فرما کر ہر خاص وعام کے لئے دستیاب کردیئے۔

حضرت بانئ جماعت احمدیہ اور آپ کی جماعت سے کیا گیا خدائی وعدہ اور بشارت

مامورین من اللہ نہ صرف مؤیّد من اللہ بلکہ خدا کی مجسم قدرت ہوتے ہیں جن کے ذریعہ اسماء اور صفاتِ رب اعلیٰ اس دنیا میں ایک نئی تجلی کے ساتھ ظہور فرماتے ہیں۔ان کا آنا ایک لحاظ سے خدا کا آنا قرار پاتا ہے۔ان کا غلبہ خدا تعالیٰ کے غلبہ کے ساتھ ''بریکٹ'' ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے'کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیۡ ''۔امام آخر الزمان حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ومہدی موعود علیہ السلام کو رب اعلیٰ کی طرف سے اس دنیا میں اُس کا اسمِ اعلیٰ قرار دیا جانا انہی معنوں میں تھا۔چنانچہ آپ کو مخاطب کرکے اللہ جل شانہ نے فرمایا

''اَنۡتَ اِسۡمِیَ الۡاَعۡلٰی '' (تُو میرا اسمِ اعلیٰ ہے۔تذکرہ، ایڈیشن چہارم مطبوعہ 2004 صفحہ 276)اور فرمایا کہ جس مقصد کے لئے تجھے کھڑا کیا گیا ہے وہ ضرور پایۂ تکمیل کو پہنچے گا۔اور یہ اعلان پھر ایک ایسے زبردست طریق اور وضاحتی انداز پہ کیا گیا جس سے مامور من اللہ کی بشریت اور رب اعلیٰ کی الوہیت کا فرق بھی ساتھ ہی واضح ہوجائے۔چنانچہ الہام ہوا کہ'' یَا اَحۡمَدُ یَتِمُّ اسۡمُکَ وَلَا یَتِمُّ اسۡمِیۡ

(تذکرہ،ایڈیشن چہارم مطبوعہ 2004 ،صفحہ 39-40)

یعنی اے احمد تُو میرا اسمِ اعلیٰ ہے مگر اِنِّیۡ اَنۡتَ فَانٍ(براہین احمدیہ حصہ سوم۔روحانی خزائن،جلد 1 ،صفحہ 242)

فانی بشر ہونے کی حیثیت سے تمہارا نام تو اختتام کو پہنچ جائے گا مگر میرے نام کا کوئی اختتام،کوئی انتہا نہیں !۔بیشک لَایَنۡتَھِیۡ مَحَامِدُاللّٰہِ

(براہین احمدیہ حصہ سوم۔روحانی خزائن،جلد 1۔صفحہ 242)

یعنی اللہ تعالیٰ کے محامد غیر متناہی ہیں۔

آپ کو الہام ہوا ''لَا تَخَفۡ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡاَعۡلٰی'' (خوف نہ کر،تجھ ہی کو غلبہ ہوگا)۔

(تذکرہ صفحہ ۱۱۔ایڈیشن چہارم نیز صفحہ 85)

اس کے علاوہ ایک اور الہام میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب ہو کر کہا ''لَا تَحۡزَنۡ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡاَعۡلٰی (غم نہ کر،تجھ ہی کو غلبہ ہو) گا۔

(تذکرہ، ایڈیشن چہارم،صفحہ 11)

اور اسی طرح ایک اور موقع پر الہام ہوا:

وَ اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ۔وَ بِعِزَّتِیۡ وَجَلَالِیۡ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡاَعۡلٰی

(تذکرہ۔ایڈیشن چہارم،صفحہ 211)

جس کی تشریح میں آپ نے لکھا کہ:

''فرمایا:اور غلبہ تمہی کو ہے اگر تم ایمان پر قائم رہو(یہ اس عاجز کی جماعت کو خطاب ہے)اور پھر فرمایا کہ مجھے میری عزت اور جلال کی قسم ہے کہ تُو ہی غالب ہے(یہ اس عاجز کو خطاب ہے)۔

اِس نہایت پر حکمت الہام کے دو مستقل حصوں کی نشاندہی اور ان میں لطیف فرق صاحب الہام حضرت بانئ جماعت احمدیہ نے جس طرح ''یہ اس عاجز کی جماعت کو خطاب ہے'' اور''یہ اس عاجز کو خطاب ہے'' کے الفاظ سے واضح فرما دیا،اس سے پتہ چلتا ہے کہ مامور من اللہ کی حیثیت سے آپؑ کے غلبہ کا خدائی وعدہ تو غیر مشروط ہے مگر آپ کی جماعت کے لئے مشروط۔اس کی مزید تفصیل اسی مضمون پر مشتمل آیات قرآنیہ کے حوالے سے ذیل میں درج ہے۔

غلامانِ محمد ﷺ کے لئے انتم الاعلون کی عظیم الشان بشارت اور اس کی بنیادی شرط

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:''دو ہی مرتبہ قرآن کریم میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے غلاموں کو اعلیٰ ہونے کی خوشخبری دی گئی ہے۔فرمایا وَلَا تَہِنُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ (آل عمران:140)اے محمد مصطفی ﷺ کے غلامو!تم ہرگز تھک نہ جانا،سستی اختیار نہ کرنا،وَلَا تَحۡزَنُوۡا اور جو کچھ تمہیں دکھ دیے جارہے ہیں یا نقصان پہنچایا جارہا ہے ان پر غم نہ کرنا وَاَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ تم اعلیٰ ٹھہرو گے اور تمہارے مقابل دشمن لازماً رسوا اور ذلیل کئے جائیں گے۔اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ شرط یہ ہے کہ تم مومن ٹھہرنا۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20؍دسمبر 1985۔خطبات طاہر،جلد 4)

فرمایا:''خدا تعالیٰ تکرار کے ساتھ آپ کو بتا رہا ہے کہ اے محمد مصطفیٰ ﷺ کے غلامو!تم پر کسی اور قوم کو،کسی اور فرعون کو غلبہ نصیب نہیں ہوسکتا،ہم تمہارے

ساتھ ہیں، ہم نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ تم اعلیٰ ٹھہرو گے لیکن شرط یہ ہے کہ ربِّ اعلیٰ کے حضور جھکے رہنا اور زمین میں علو کی تمنا نہ کرنا کیونکہ زمین میں علو کی تمنا کرنے والے ہمیشہ ذلیل قرار دئے جاتے ہیں۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20؍دسمبر 1985ء۔خطبات طاہر، جلد 4)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

''جو لوگ علوّاستکبار نہ کریں ان کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔''

(الحکم جلد 6 نمبر 17 مؤرخہ 10 مئی 1902ء صفحہ 11۔ 10،۱۱ بحوالہ تذکرہ ایڈیشن 4 صفحہ 350)

آپ علیہ السلام ایک اور موقعہ پر فرمایا:

''علو جو خدا تعالیٰ کے خاص بندوں کو دیا جاتا ہے وہ انکسار کے رنگ میں ہوتا ہے اور شیطان کا علو استکبار سے ملا ہوا تھا۔(ملفوظات جلد دوم صفحہ 404)

''سبحان ربی الاعلیٰ'' کے اعلان میں زمانے کی تمام فسادات کا علاج بھی موجود ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''پس یہ جو لفظ اعلیٰ ہے جب ہم خدا تعالیٰ کی حمد کے گیت گاتے ہیں سبحان ربی الاعلیٰ، تو اس میں زمانے کے تمام فسادات کا علاج بھی موجود ہے۔فرعون خواہ اول ہو یا ثانی، یہود خواہ اول ہوں یا یہود کے مظہر ہوں، جس قسم کے بھی فرعون ہمارے سامنے آئیں گے، جس قسم کے بھی یہود ظاہر ہوں گے، آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق اگر آپ مومن رہیں گے، اگر آپ اپنے سجدوں کو سچی حمد سے بھر دیں گے تو خدا کی قسم! آپ ہی آپ ہی غالب رہیں گے اور آپ ہی غالب رہیں گے۔''

فرمایا ''جتنا آپ کے سجدے خدا تعالیٰ کے حضور انتہائی انکساری اختیار کریں گے اسی قدر ربِ اعلیٰ کی طرف سے آپ کو علو نصیب ہوگا۔نہ عظمتوں میں کوئی قوم آپ سے مقابلہ کر سکے گی نہ علو مرتبت میں کوئی قوم آپ کا مقابلہ کر سکے گی۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20؍دسمبر 1985ء۔خطبات طاہر، جلد 4)

پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جماعت احمدیہ کو اسی عظیم الشان پیغام کی یاددہانی کرواتے ہوئے افراد جماعت کو اس حوالے سے ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

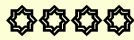
''پس ایک مومن کو چاہئے کہ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الاعلیٰ پر عمل کرتے ہوئے اس کامل صفات والے اعلیٰ رب کی تسبیح کرتا رہے۔ ہر خیر کے ساتھ شر بھی ہوتا ہے۔اللہ



احمدیت کی بلندی کا دن آیا دیکھ لو

ڈاکٹر سر افتخار احمد ایاز

وقتِ سجدہ سحر سے پہلے کا نقشہ دیکھ لو
آسماں کے رنگ کو تم بھی بدلتا دیکھ لو
خود خدا نے ہاتھ سے پودا لگایا دیکھ لو
پھیلتا ہے سب جہاں میں اس کا سایہ دیکھ لو
دیکھ لو مظلوم پر ہی فضل کی برسات ہے
ظالموں نے ظلم کا جو پھل ہے پایا دیکھ لو
ہم بلاتے ہیں تمہیں ہر کامیابی کی طرف
کامیابی کی ضمانت ہے منارہ دیکھ لو
آنے والے نور کے طوفان کو روکے گا کون
پرچمِ حق آسماں پر لہلہاتا دیکھ لو
خوف کا موسم گیا اب آنکھ کھولو افتخارؔ
احمدیت کی بلندی کا دن آیا دیکھ لو

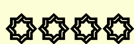


تعالیٰ سے تمام قسم کے شرور سے بچنے کی دعا کرنی چاہئے اور حقیقی تسبیح کرنے والے کو اللہ تعالیٰ یقیناً اپنی پناہ میں لے لیتا ہے۔

قرآن کریم میں تسبیح کے ذکر میں جو بیان ہوا ہے اس میں نمازوں کو بھی تسبیح کے ساتھ ملایا گیا ہے۔یعنی نمازیں بھی ایک قسم کی تسبیح ہیں۔پس ان کی پابندی کرنا اور باقاعدگی سے ادا کرنا یہ بھی ضروری ہے تبھی سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الاعلیٰ کا صحیح ادراک حاصل ہوگا۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 14 مئی 2010ء۔بحوالہ ہفت روزہ ''الفضل انٹرنیشنل'' لندن۔اشاعت 4؍ تا 10؍جون 2010ء)

دعا ہے کہ اللہ تعالی ہم سب کو سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الاعلىٰ کا صحیح ادراک حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔



آج میری لاش اور تیری لاش۔میرے قاتل اور تیرے قاتل میرے مولوی اور تیرے مولوی میں یک رنگی کتنی ہے

تحریر: سی اے بھٹی

گھوٹکی دو روز سے جل رہا تھا۔ایک سکول، دو مندر اور، ایک تھانہ جلایا جا چکا ہے ابھی رینجرز نے انتظام سنبھالا ہے۔پچھلے دو دن ایک بچے کی نالائق ویڈیو کی وجہ سے گھوٹکی کی گلیوں میں حیا و شرافت ننگے پاؤں اور ننگے سر جبکہ جہالت ننگے بدن ماتم کرتی رہی۔سوچتا ہوں خون لکیر کے اس پار گرے یا اُس پار، رنگ تو ایک ہی ہوتا ہے۔تڑپتی نعش خواہ جھاڑ کھنڈ کے تبریز انصاری کی ہو یا کوئٹہ کے میجر محمود کی جب پتھروں، اینٹوں اور چھروں سے اسکو چیر کر، اس کی انتڑیاں باہر نکالی جاتی ہیں تو دونوں ایک ہی طرح سے تڑپتے اور درد سے چیختے ہیں دونوں کی مائیں ایک ہی طرح سے آگ کے انگاروں پر لوٹتی ہیں۔ دونوں کو اتنی خوفناک موت دینے والوں کی آنکھیں ایک سی آگ برسا رہی ہوتی اور چہرے ایک سے متوحش اور درندگی ٹپکا رہے ہوتے ہیں۔اس وقت وہ شکل سے انسان کم اور خونی درندے زیادہ نظر آرہے ہوتے ہیں۔دونوں موت کے اس ننگے کھیل پر ایک ہی طرح سے خوشیاں مناتے ہیں چیختے اور اچھلتے ہیں۔اب اس نعش کو ہندوستان کا ہندو مولوی گائے ماتا کے تقدس کے نام پر" ماب لنچنگ" سے بربریت کی مثال بنادے یا پاکستان کا مولوی ختم نبوت اور عصمت رسول ﷺ کی حفاظت کے نام پر ،سفاکیت تو ایک سی ہی خون آشام ہوگی۔

ہندوستان کے شہر سہارن پور سے شائع ہونے والے جامعہ مظاہر علوم کا ترجمان رسالہ" ماہنامہ مظاہر علوم" اپنی جولائی 2019 کے اداریہ میں مسلمانوں کی حالت زار اور ہندو بلوائیوں کے حوالے سے رپورٹ لکھتا ہے کہ" اس وقت پورے ملک میں اقلیتوں کے ساتھ تشدد کے واقعات کی مسلسل خبریں آرہی ہیں۔مشتعل بھیڑ بغیر کسی سبب کے اچانک کسی مسلمان پر حملہ آور ہوتی ہے اور پیٹ پیٹ کر اسے موت کے گھاٹ اتار دیتی ہے۔اطلاع کے مطابق مغربی بنگال کے 24 پرگنہ ضلع میں 3 افراد کو چلتی ٹرین سے" جے شری رام" نہ کہنے پر دھکیل دیا گیا۔اس سے قبل محمد مومن کے ساتھ مغربی بنگال میں یہی ہوا۔گجرات میں ایک نوجوان کو بری طرح سے مارا پیٹا گیا جس کا ویڈیو سوشل میڈیا پر وائرل ہو رہا ہے۔ابھی حال ہی میں جھاڑ کھنڈ کے تبریز انصاری کا وحشیانہ قتل اسی ہجومی تشدد" ماب لنچنگ" کے نتیجے میں سامنے آیا۔اب ہندوستان میں آئین و قانون کی دھجیاں اڑانے والے مخصوص ذہنیت رکھنے والے جنونی افراد کے حوصلے اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ اس طرح کے تشدد کے واقعات ان کے ہاتھ کا کھیل بن کر رہ گیا ہے۔حکومت اور اقتدار کے حامل افراد ان پر کوئی کاروائی کرنے کی بجائے صرف تماشائی بن کر اس کا کھلی آنکھوں مشاہدہ کر رہے ہیں"

(ماہنامہ مظاہر علوم ص3 زیر عنوان ضرورت ہے کہ اب طرز فغاں بلبل بدل ڈالے تحریر عبداللہ خالد قاسمی خیر آبادی جلد 25 شمارہ 4 یو پی 247001)

اسی طرح سے حیدر آباد ہندوستان سے شائع ہونے والے ماہنامہ اشرف الجرائد کی جولائی 2019 کی اشاعت میں اس دکھ کو مزید تفصیل سے زیر عنوان" ہجومی تشدد، سفاکیت کا ایک وحشت ناک سلسلہ" تحریر کیا گیا۔جناب مفتی محمد صادق حسین قاسمی صاحب اس مضمون میں بیان کرتے ہیں کہ" ماب لنچنگ یعنی ہجومی تشدد کے ذریعہ بے قصوروں کے ساتھ سفاکیت و درندگیت کا ایک سلسلہ ہے جو ہمارے ملک میں چل رہا ہے اور وقفہ وقفہ سے انتہاء پسند مسلمانوں کو اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنا کر موت کے گھاٹ اتار رہے ہیں۔نہائت بے دردی کے ساتھ مار پیٹ کر انہیں ہلاک کر رہے ہیں۔ جہاں کہیں ان کو مسلمان دکھائی دیتا ہے ان کے اندر کا شیطان جاگ جاتا ہے اور پھر وہ بے قصور مسلمانوں کے ساتھ انسانیت کو شرم سار کرنے والا سلوک کرتے ہیں جن میں اب تک درجنوں بوڑھوں کو نوجوانوں کو اور کم عمر لڑکوں کو نشانہ بنایا جا چکا ہے۔"

پھر آپ آگے چل کر بی جے پی کی حکومت کے ایم این ایز پر تنقید کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ" وہ پارلیمنٹ جیسے باوقار اور پر احترام مقام پر زور زور سے جے شری رام، وندے ماترم کے نعرے لگا کر پارلیمنٹ کے تقدس کو پامال کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور باہر نکل کر یہی لوگ زہریلی زبان استعمال کر کے ہندو مسلم نفرت کو فروغ دے رہے ہیں"

(ماہنامہ اشرف الجرائد جولائی 2019 ص 32 مدیر مولانا عبدالقوی صاحب)

ہندوستان سے آنے والی ان وحشت ناک خبروں کی وجہ سے آج ہر صاحب درد پریشان ہے اور ہونا بھی چاہئے کیونکہ درد اور دکھ کسی رنگ اور مذہب میں جا کر

بدل تونہیں جاتے ایک سے ہی رہتے ہیں ۔سوچنے والی بات یہ ہے کہ کیا ہمارے پاکستان کی مذہبی قیادت بھی اپنے ان ہندوستانی بھائیوں کے دکھ کومحسوس کرتی ہے؟ اورکیا ان کے دل بھی اسی شدت کرب سے ہلکان ہیں جو دلی، جھاڑ کھنڈ اور اتر پردیش کے تبریز انصاریوں کی والدائیں محسوس کرتی ہیں؟ میرا سادہ سا جواب ہوگا نہیں ۔بالکل بھی نہیں ۔اور اگرکوئی بھی پاکستانی مولوی ایسا دعویٰ کرتا ہے تو وہ غلط بیانی کررہا ہے منافقت کررہا ہے۔آج برصغیر پاک و ہند میں اقلیت کے ساتھ جہاں جہاں ظلم ہورہا ہے اس کے ذمہ داران یہ پاکستانی علماء ہیں ۔اپنے ملک میں انہوں نے خود ڈنڈوں اور خنجروں سے اقلیتوں کے پیٹ پھاڑنے کے طریقے سکھائے ۔اپنی آنکھوں کے سامنے اقلیتوں کے گھر لوٹنے ،ان کی عبادت گاہوں کو جلانے اوران کی عورتوں اور بچوں کو ذبح کرنے کو مذہبی فرائض میں شامل کرکے جنتوں کی نویدیں سنائیں ۔اوراس کو پوری تندہی سے پچھلے 70 سالوں سے عملی جامہ پہنایا۔آغاز کوئٹہ کے میجر محمود اوراوکاڑہ کے ماسٹر غلام محمد سے کیا پھر رہے نام اللہ کا ۔ہر گوجرہ، ہر ننکانہ ۔ ہر لاہور ، ہر کوئٹہ، ہر احمدی ، ہر شیعہ ، ہر ہزارہ اور ہر عیسائی کو ہم نے زندہ اینٹوں کے بھٹے میں ڈال کر جلایا۔

کوئی بھی مجھ سے پوچھ سکتا ہے کہ یہ اتنا بڑا الزام آپ نے کس بھرتے اور کس ثبوت پر لگا دیا کہ باؤنڈری کے دونوں طرف گرنے والے مظلوم خون کا ذمہ دار پاکستانی علمائے کرام کو قرار دے دیا۔میرا جواب دوٹوک ہے ۔یہ الزام نہیں حقیقت ہے ۔یہ میرے الفاظ نہیں علمائے کرام نے خود پاکستانی عدالت میں چیخ چیخ کر یہ بیانات دہرائے کہ اگر ہندوستان کا ہندو بھی اپنے ملک میں ہندو قواعد نافذ کرکے مسلمانوں سے ملیچھوں اور شودروں جیسا بدترین سلوک کرے اوران سے زندہ رہنے کے تمام حقوق چھین لے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا لیکن ہم اپنے ملک میں اسی طرح سے دوسرے غیر مسلموں سے ایسا ہی سلوک کریں گے ۔ان کو ذمی بنا کر رکھیں گے ۔بلکہ دوسرے درجے کے شہری بنا کر رکھیں گے۔آیئے پاکستانی تاریخ کے چند ورق کھنگالتے ہیں جب احراری، دیوبندی، بریلوی اور جماعت اسلامی کے علماء نے گلی گلی پھر کر پاکستان کی پہلی اقلیت یعنی احمدی مظلومین کا خون بہانے ،مکان لوٹنے ،مساجد کو آگ لگانے ، بوڑھے بزرگوں کے چوکوں چوراہوں میں منہ کالے کرکے گندگی انڈیلنے ،بائیکاٹ ،گالیاں ،گندگی ،تمسخر زندگی کا وہ کون سا دکھ ہے جو آج ہندوستان کا ہندو گائے ماتا کی رکھشا کے نام پر کررہا ہے جو 1953/1952 کی لاہور ہائی کورٹ کی منیر انکوائری رپورٹ کی فائلوں میں نہیں دیکھا جا سکتا۔بات لمبی ہو جائے گی جب قتل وغارت پر فوج نے قابو پالیا تو عدالت نے سب علماء کو بلایا اور پوچھا کہ اگر آپ اپنے ملک میں مذہب کے نام پر اپنی اقلیتوں کے ساتھ ایسا سلوک کریں گے اور اگر ایسا ہی کسی کافر یا ہمسائے میں واقع ہندووں نے بھی شروع کر دیا تو کیا ہوگا؟ ۔جواب تھا کرلیں ۔ہمیں کوئی اعتراض نہیں ۔انکوائری رپورٹ ص 353 سے عدالتی کاروائی پیش ہے۔

”اگر ہندوستان میں ہندو، مسلمانوں سے ملیچھوں، شودروں بلکہ اس سے بھی بدتر سلوک کریں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ۔“

عدالت لکھتی ہے ” جس نظریہ کی بناء پر پاکستان میں اسلامی مملکت کی بنیاد رکھنے کی خواہش کی جاتی ہے اس کے بعض نتائج ان مسلمانوں پر ضرور اثر انداز ہوں گے جو غیر مسلم حکمرانوں کے ماتحت مما لک میں آباد ہیں ۔“

جواب جو ہمارے سامنے (سید عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب کی طرف سے) پرزور طریق پر پیش کیا گیا ہے کہ اگر پاکستان کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنے دستور کی بنیاد مذہب پر رکھے تو یہی حق ان ملکوں کو بھی دینا ہوگا جن میں مسلمان کافی بڑی اقلیتوں پر مشتمل ہیں یا جو کسی ایسے ملک میں غالب اکثریت رکھتے ہیں جن میں حاکمیت کسی غیر مسلم قوم کو حاصل ہے ۔لہذا ہم نے مختلف علماء سے یہ سوال کیا کہ اگر پاکستان میں غیر مسلموں کے ساتھ شہریت کے معاملات میں مسلمانوں سے مختلف سلوک کیا جائے تو کیا علماء کو اس پر کوئی اعتراض ہوگا ۔کہ دوسرے ملکوں میں مسلمانوں کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ روا رکھا جائے اس سوال کے جوابات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں

مولوی ابوالحسنات سید محمد احمد قادری جمیعت العلماء پاکستان

سوال: کیا آپ ہندوؤں کا جو ہندوستان میں اکثریت رکھتے ہیں ۔یہ حق تسلیم کریں گے کہ وہ اپنے ہاں ہندو دھرم کے ماتحت مملکت قائم کرلیں؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: اگر اس نظام حکومت میں منوشاستر کے ماتحت مسلمانوں سے ملیچھوں یا شودروں کا سلوک کیا جائے تو آپ کو کوئی اعتراض ہوگا؟

جواب: جی نہیں“

مولانا مودودی صاحب

سوال: اگر ہم پاکستان میں اس شکل کی اسلامی حکومت قائم کرلیں تو کیا آپ ہندوؤں کو اجازت دیں گے کہ وہ اپنے دستور کی بنیاد اپنے مذہب پر رکھیں؟

جواب: یقیناً مجھے اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا کہ حکومت کے اس نظام میں مسلمانوں سے ملیچھوں اور شودروں کا سا سلوک کیا جائے ۔ان پر منو کے قوانین کا اطلاق کیا جائے ۔اور انہیں حکومت میں حصہ اور شہریت کے حقوق قطعاً نہ دیئے جائیں“

میاں طفیل محمد۔ جماعت اسلامی

سوال: دنیا میں مسلمانوں کی آبادی کس قدر ہے؟

جواب: پچاس کروڑ۔

سوال: اگر آپ کے قول کے مطابق مسلمانان عالم کی کل آبادی پچاس کروڑ ہے اور پاکستان، سعودی عرب، یمن، انڈونیشیا، مصر، ایران، شام، لبنان، شرق اردن، ترکی اور عراق کے مسلمانوں کی تعداد بیس کروڑ سے زیادہ نہیں تو کیا آپ کے نظریے کا یہ نتیجہ نہیں ہوگا کہ تیس کروڑ مسلمانان عالم محض لکڑی کاٹنے اور پانی بھرنے والے بن جائیں گے؟

جواب: جی ہاں

اس گواہ نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم حکومت اپنے ملک کی سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کو آسامیاں پیش بھی کرے تو ان کا فرض ہوگا کہ ان کو قبول کرنے سے انکار کردیں۔

(منیر انکوائیری رپورٹ ص353 تا356 نیاز مانہ پبلی کیشنز)

ماسٹر تاج الدین انصاری

سوال: کیا آپ چار کروڑ مسلمانان ہند کے لئے بھی وہی نظریہ پسند کریں گے جو آپ پاکستان کے مسلمانوں کے لئے پیش کررہے ہیں؟

جواب: وہ نظریہ اختیار کرنے کے بعد تو وہ ایک منٹ کے لئے ہندوستان میں نہ رہ سکیں گے۔

اسی طرح سے عدالت نے اقلیتوں اور غیر مسلموں کے حقوق کے حوالے سے علماء کے جذبات یوں درج کئے

" اگر ہم اسلامی دستور نافذ کریں گے تو پاکستان میں غیر مسلموں کی حیثیت ذمیوں کی سی ہوگی۔ اور وہ پاکستان کے پورے شہری نہ ہونگے۔ کیونکہ انکو مسلمانوں کے مساوی حقوق حاصل نہیں ہونگے۔ وضع قانون میں انکی کوئی آواز نہ ہوگی۔ قانون کے نفاذ میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔ اور انہیں سرکاری عہدوں پر فائز ہونے کا کوئی حق نہ ہوگا۔ اس سلسلہ میں جب مولانا ابوالحسنات سے استفسار کیا گیا تو ان کا جواب یہ تھا

جواب: ان کا مؤقف ذمیوں کا سا ہوگا۔ ان کی وضع قانون میں کوئی آواز نہ ہوگی۔ قانون کی تنفیذ میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا اور سرکاری عہدوں پر فائز ہونے کا حق نہ ہوگا۔

جماعت اسلامی کے میاں طفیل احمد نے حسب ذیل بیان دیا

جواب: اگر پاکستان میں جماعت اسلامی کے نظریے پر مبنی مملکت قائم کی جائے تو میں پاکستان میں عیسائیوں یا دوسرے غیر مسلموں کے ان حقوق کو تسلیم نہیں کرونگا۔

اس نکتہ پر مولانا عبدالحامد بدیوانی کی ذہنی ژولیدگی مندرجہ ذیل بیان سے ظاہر ہوگی

سوال: کیا آپ پاکستان کے اس تصور سے اتفاق کرتے ہیں جو قائداعظم نے دستور ساز اسمبلی کی تقریر میں پیش کیا تھا اور جس میں انہوں نے کہا تھا کہا تھا کہ آج کے بعد صرف ایک پاکستانی قوم ہوگی۔ جس میں مسلم اور غیر مسلم شامل ہونگے۔ مذہب محض فرد کا نجی معاملہ سمجھا جائے گا؟

جواب: غیر مسلم شعبہ فوج اور عدالت میں نہ لئے جاسکیں گے۔ نہ وزیر مقرر کئے جاسکیں گے اور نہ کسی اعتماد کے عہدے پر فائز ہوسکیں گے۔ ذمی اور معاہد کے سوال پر اس عالم دین کی شہادت کی رو سے پاکستان کے غیر مسلم نہ تو شہری ہوں گے اور نہ ہی انہیں ذمیوں یا معاہدوں کی حیثیت ہوگی۔ یعنی کسی قسم کا جینے کا کوئی حق نہ ہوگا۔ (منیر انکوائری رپورٹ ص331 تا333 نیاز مانہ پبلی کیشنز)

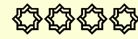
ذمی ہونگے، برابر کے حقوق نہیں دیں گے، فوج، مقننہ اور کوئی ذمہ دار عہدہ نہیں دیں گے ۔ ان کی وضع قانون میں کوئی آواز نہ ہوگی۔ قانون کی تنفیذ میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا اور سرکاری عہدوں پر فائز ہونے کا حق نہ ہوگا۔ شعبہ فوج اور عدالت میں نہ لئے جاسکیں گے۔ نہ وزیر مقرر کئے جاسکیں گے اور نہ کسی اعتماد کے عہدے پر فائز ہوسکیں گے۔ میں پاکستان میں عیسائیوں یا دوسرے غیر مسلموں کے ان حقوق کو تسلیم نہیں کرونگا۔

آپ ہندوؤں کو اجازت دیں گے کہ وہ اپنے دستور کی بنیاد اپنے مذہب پر رکھیں؟

جواب: یقیناً مجھے اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا کہ حکومت کے اس نظام میں مسلمانوں سے ملیچھوں اور شودروں کا سا سلوک کیا جائے۔ ان پر منو کے قوانین کا اطلاق کیا جائے۔ اور انہیں حکومت میں حصہ اور شہریت کے حقوق قطعاً نہ دیئے جائیں" تو بتائیں پھر کس منہ سے میرے علماء تبریز انصاری کا ماتم کرسکتے ہیں اور کس منہ سے مودی سرکار کو منو کے قواعد نافذ نہ کرنے کی اپیل کرسکتے ہیں۔ جے شری رام کے نعرے لگوانے اور نہ لگانے پر پٹائی سے روک سکتے ہیں اور کیا یہ اعلان کہ ہم اپنی اقلیتوں سے چھوودروں سے بدتر والا سلوک کرتے ہیں تم اپنے ہاں شروع کرو۔ اور ہاں ہماری طرف سے ذرا بھی نہیں گھبرانا بلکہ کھلی چھٹی ہے آپ

اعلان کہ ہم اپنی اقلیتوں سے چھودروں سے بدتر والا سلوک کرتے ہیں تم اپنے ہاں شروع کرو۔ اور ہاں ہماری طرف سے ذرا بھی نہیں گھبرانا بلکہ کھلی چھٹی ہے آپ چاہو تو اپنے ملک کے مسلمانوں سے شودروں سے بھی بدتر سلوک کرو اور یہ کوئی ہماری ہوائی باتیں نہیں بلکہ عدالت میں لکھ کر دے رہے ہیں بس آپ بے فکر ہو کر اپنے مسلمانوں کو ملیچھ اور شودر بنانے کا کام شروع کرو۔ اسی لئے اے تبریز انصاری کی روح آج میری لاش اور تیری لاش ۔ میرے قاتل اور تیرے قاتل اور میرے مولوی اور تیرے مولوی میں اتنی یک رنگی ہے۔ برلاس صاحب کے چند شعر یاد آرہے ہیں

کتاب سادہ رہے گی کب تک کبھی تو آغاز باب ہوگا
جنھوں نے بستی اجاڑ ڈالی کبھی تو ان کا حساب ہوگا
سحر کی خوشیاں منانے والو، سحر کے تیور بتا رہے ہیں
ابھی تو اتنی گھٹن بڑھے گی کہ سانس لینا عذاب ہوگا
سکوت صحرا میں بسنے والو، ذرا رتوں کا مزاج سمجھو
جو آج کا دن سکوں سے گزرا تو کل کو موسم خراب ہوگا



پیارے نبی کا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

منصورہ فضل من۔ قادیان

پیارے نبی کا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
آپ ہی آقا سید و مرشد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
آپ کے ہر اک فعل میں برکت
آل میں برکت، قول میں برکت
کتنی مبارک آپ کی آمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
دنیا بنی بس آپ کی خاطر
آپ ہی اول آپ ہی آخر
سب میں اعلیٰ آپ کی مسند صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
آپ پہ اُتری آخری شریعت
پوری ہوئی اتمام حجت
عالمِ کُل میں شانِ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم



حاصل مطالعہ

حقیقی کامیابی

4 برس کی عمر میں....کامیابی یہ ہے کہ پیشاب کپڑوں میں نہ نکلے۔

8 برس کی عمر میں....کامیابی یہ ہے کہ گھر جانے کا رستہ آتا ہو۔

12 سال کی عمر میں....کامیابی یہ ہے کہ دوست احباب ہوں۔

18 برس کی عمر میں....کامیابی یہ ہے کہ گاڑی ڈرائیو کرنی آتی ہو۔

23 برس کی عمر میں....کامیابی یہ ہے کہ اچھی ڈگری حاصل کر لی ہو۔

25 برس کی عمر میں....کامیابی یہ ہے کہ کوئی اچھی نوکری مل گئی ہو۔

30 برس کی عمر میں....کامیابی یہ ہے کہ بیوی بچے ہوں۔

35 برس کی عمر میں....کامیابی یہ ہے کہ مال و دولت پاس ہوں۔

45 برس کی عمر میں....کامیابی یہ ہے کہ اپنا آپ جوان لگے۔

50 برس کی عمر میں....کامیابی یہ ہے کہ بچے تمہاری اچھی تربیت کا صلہ دیں

55 برس کی عمر میں....کامیابی یہ ہے کہ ازدوجی زندگی میں بہار قائم رہے۔

60 برس کی عمر میں....کامیابی یہ ہے کہ اچھے سے گاڑی ڈرائیو کر سکو۔

65 برس کی عمر میں....کامیابی یہ ہے کہ کوئی مرض نہ لگے۔

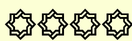
70 برس کی عمر میں.....کامیابی یہ ہے کہ کسی کی محتاجگی محسوس نہ ہو۔

75 برس کی عمر میں....کامیابی یہ ہے کہ تمہارا حلقہ احباب ہو۔

80 برس کی عمر میں....کامیابی یہ ہے کہ گھر جانے کا رستہ آتا ہو۔

85 برس کی عمر میں....کامیابی یہ ہے کہ کپڑوں میں پیشاب نہ نکل جائے۔

جہاں سے انسان چلا اب تک وہیں پہ پہنچ گیا وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۖ أَفَلَا يَعْقِلُونَ ۝ (یٰس۔68) اور جس کو ہم لمبی عمر دیتے ہیں اس کی ساخت کو ہم اُلٹ ہی دیتے ہیں کیا (یہ حالات دیکھ کر) انہیں عقل نہیں آتی۔ ایسی ہی ہے یہ دنیا۔ لہذا دنیا کے پیچھے بھاگنے کے بجائے اپنی آخرت کی فکر کریں کیونکہ آخرت کی کامیابی ہی حقیقی کامیابی ہے







کیا نوجوت سنگھ سدھو قادیانی ہے؟؟

تحریر: ڈاکٹر تنویر احمد گیمبیا



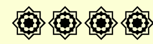
ہمارے گاؤں کے چوکوں چوپالوں میں جب یار دوست تاروں کی چھاؤں میں مل بیٹھتے ہیں تو غم جاناں غم زندگی اور غم حالات کی بلاؤں سے پیچھا چھڑانے کے لئے ہنسی مذاق جگتوں اور لطیفوں کی دنیا میں کھو جاتے ہیں۔ عموماً ان لطیفوں میں سکھوں جولاہوں اور مولویوں کو تختہ مشق بنا کر لطیفوں میں مزاح کا رنگ بھرا جاتا ہے۔ بڑے بزرگ بار بار سمجھاتے بھی ہیں کہ بیٹا ایک تو یاروں دوستوں کے ساتھ ہنسنا چاہئے ناں کہ کسی کے اوپر ہنسنا۔ یہ بری بات ہے اسی طرح سے کوئی پیشہ کوئی کام برا نہیں ہے اور حقیر نہیں ہے اس لئے کسی پیشے کے لطیفے بنانا اور اس سے ٹھٹھے کرنا نہایت نامناسب بات ہے۔ یہ وہ نصیحت ہوتی ہے جو ایسی محفلوں سے لوٹنے والے نوجوانوں کو گھر میں داخل ہوتے ہی باپ یا باپ کے باپ سے سننا پڑتی ہے مگر ان دیہاتوں اور ان کے باسیوں کی زندگی ایسے ہی اور ایسی ہی پٹڑی پر صدیوں سے رواں دواں ہے۔

آج افریقہ کے دور دست صحرائی گوشے میں بیٹھے، یہ ماضی کی گلیاں اور بچپن کی ہنسیاں مولانا غفور حیدری صاحب کو سن کر یاد آ گئیں۔ سنا ہے کہ مولانا غفور حیدری صاحب جو ابھی تازہ تازہ کنٹینر سے اتر کر پلان بی کے بعد پلان tea سے لطف اندوز ہو رہے تھے چنانچہ اس سرور میں انہوں نے جناب نوجوت سنگھ سدھو صاحب کے بارے میں اپنے جذبات کا اظہار کر دیا اب یہ نہیں معلوم آپ اس جولاہے اور مولوی والے لطیفی کردار کا غصہ اتار رہے تھے یا عمران خان صاحب کو تاریخ مذاہب پر لیکچر دے رہے تھے تاہم آپ نے معاشرتی علوم میں بذریعہ مذہبی سرنگ داخل ہوتے ہوئے یہ اعلان فرما دیا ہے کہ نوجوت سنگھ سدھو قادیانی ہے۔ اب سوشل میڈیا اور فیس بک کے چوکوں چوراہوں پر بیٹھے لڑکے بالے مولوی صاحب کے سکھ پر لطیفے اور جگت پر حیران ہیں اور اس سنگم پر نئی داستانیں اور نئے نئے لطیفے اختراع کرنے لگ گئے ہیں خیر یہ تو مولوی غفور حیدری صاحب جانیں اور نوجوت سنگھ سدھو صاحب جانیں کہ وہ اس دار فنطنی سے کیسے عہدہ برا ہوتے ہیں مجھے تو اس موقعہ پر جناب ثاقب زیروی صاحب ایڈیٹر لاہور کی ایک پھلجڑی یاد آ رہی ہے۔ ہوا یوں کہ 1984 کے بدنام زمانہ آرڈیننس 298 سی کے بارہ میں عموماً یہ خبر تھی کہ اس کی ڈرافٹنگ میں محترم جسٹس جاوید اقبال صاحب فرزند علامہ اقبال اور ضیاء الحق کے دوست جناب زیڈ اے سلہری صاحب کا ہاتھ ہے۔ زیڈ اے سلہری صاحب قادیان میں پیدا ہوئے تھے ان کا سارا خاندان قادیان کا رہائشی تھا اب جناب ثاقب زیروی صاحب کو یہ بات معلوم تھی۔ معلوم کیا تھی وہ ان کے سارے خاندان کو جانتے تھے۔ آپ نے لاہور رسالہ میں یہ انکشاف کر دیا کہ زیڈ اے سلہری قادیانی ہے۔ اب جناب زیڈ اے سلہری صاحب کی تو جان پر بن آئی۔ حسب معمول منظور وٹو صاحب کی طرح مغلظات و بول براز سے لتھڑا بیان جاری کر دیا اور ساتھ آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ کیا کچھ کہا ہوگا اور قادیانی ہونے سے انکار کر دیا۔ جناب ثاقب صاحب کہاں بات چھوڑنے والے تھے انہوں نے جواباً ثابت کیا کہ آپ قادیانی ہوا اور پھر بتایا کہ جو جس شہر میں رہتا ہے۔ پیدا ہوتا ہے اسے اسی نسبت سے لاہوری پشاوری گجراتی وغیرہ قرار دیا جاتا ہے تم قادیان کے ہو اس لئے تم قادیانی ہو۔ بات خیر لمبی چلی نہ زیڈ اے سلہری صاحب مانے کہ وہ قادیانی ہیں اور نہ جناب ثاقب صاحب نے دلائل دینے بند کئے۔ آج سوچتا ہوں کہ آج کے مولوی صاحب اتنے غصیلے اور ہٹیلے کیوں بن گئے ہیں اور بقول مفتی ابوعکاشہ رحمٰن صاحب ''غصہ نفرت، جوش انتقام، اور حرص وہوس میں سے کوئی سا بھی جذبہ اپنی شدت اور وسعت کے ساتھ انسان پر طاری ہو جاتا ہے تو عقل و ہوش اور احساس و رجحان اور بصیرت و بصارت سب ماؤف ہو جاتے ہیں اور اس سے وہ حرکات سرزد ہو جاتی ہیں جن کا ارتکاب وہ عام حالات میں ہرگز نہ کرتا۔ اس طرح مفتیان کرام کے دل و دماغ پر چھائی ہوئی بغض و عناد کی کہر نے ان کی ساری علمیت اور بصیرت و دانائی کو مغلوب کر دیا ہے''

(تاریخ کے قاتل ص 488 مصنفہ ابوعکاشہ رحمٰن فرید بک ڈپو دہلی)

کتنی سادہ سی بات چوہدری شجاعت صاحب کا خاندان گجرات کی نسبت سے گجراتی معروف ہے تو مولوی احمد علی صاحب لاہور میں رہنے کے باعث احمد علی لاہوری کے نام سے مشہور ہیں۔ اور یہ تو سب جانتے ہیں کہ قادیان ایک بڑا قصبہ ہے اور اس میں احمدی مسلمان بھی ہیں اور غیر احمدی مسلمان بھی۔ سکھ بھی ہیں اور ہندو

بھی ۔مشرک بھی ہیں اور عیسائی بھی ۔اس لحاظ سے بہت سے سکھ بھائی قادیانی ہیں لیکن سدھو صاحب پھر بھی قادیانی نہیں قرار دیئے جا سکتے کیونکہ وہ پٹیالوی ہیں جہاں وہ 20 اکتوبر 1963 میں پیدا ہوئے ۔پھر اگر مولوی صاحبان کا فارمولہ مان لیا جائے کہ جماعت احمدیہ کے بانی کا تعلق قادیان سے ہے اس لئے ہر احمدی خواہ کسی بھی ملک کا اور کسی بھی شہر کا ہو خواہ افریقہ کا ہو یا آسٹریلیا کا قادیانی ہے یعنی شہر کی بناء پر عقیدوں کی نسبت رکھی جائے گی چلیں اگر یہ فارمولہ مان لیں تو پھر اس کو اپلائی کر کے دیکھتے ہیں مثلاً پاکستانی سٹیج ڈراموں کی مشہور ڈانسر نرگس صاحبہ کا نام نرگس ملکی ہوگا تو پشتو فحش فلموں کی ہیروئین رہنے والی اداکارہ مسرت شاہین کا نام مسرت شاہین مدنی ہو جائے گا۔ اور تو اور پورنو فلموں میں کام کرنے والی مسلمان ایکٹریس میا خلیفہ کا نام پھر کیا ہوگا ؟ جناب غفور حیدری صاحب نوجوت سنگھ سدھو کی کھری بات ہضم نہیں ہو رہی تو اپنے ہاضمے اور علاج کروایئے ورنہ ایسے بیان دینے سے آپ کے لطیفے تو بنیں گے جماعت احمدیہ کو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔



خلافت

حافظ محمد مبرور

دل سے دل ملنے لگے اور فاصلے کم ہو گئے
قرب کی راہیں کھلیں جب دور سب غم ہو گئے

قریہ قریہ بسنے والے ایک عالم ہو گئے
یہ خلافت کی ہے برکت کیا تھے کیا ہم ہو گئے

اب خلافت ہی جہانِ نو کی اک تقدیر ہے
کذب کے ہر وار پر یہ برہنہ شمشیر ہے

سارے عالم میں حقیقی دین کی تصویر ہے
اب خلافت کا ہی رہبر کل جہاں کا پیر ہے

مشرق ومغرب میں پھیلی جا رہی ہے یہ صدا
آؤ لوگو کہ یہیں پاؤ گے تم نورِ خدا

پھر زمانِ مصطفیٰ کی چل پڑی بادِ صبا
ہے خلافت کی یہ برکت پا رہے ہیں یہ ہوا



سعید احمد خان

جرمنی

ستر سال مسلسل ختم نبوت کا تحفظ کر کر کے آج پاکستانی قوم دنیا کی بہترین اور ترقی یافتہ قوم بن چکی ہے۔ایمانداری ،نیکی ،تقویٰ اور پاکیزگی کا یہ عالم ہے کہ کوئی ایک بھی کام رشوت کے بغیر نہیں ہوتا۔اتنا زیادہ تحفظ ختم نبوت کا کسی مسلمان ملک نے نہیں کیا۔آج قوم کے افراد قوم کو کتے اور گدھے کا گوشت کھلاتے ہیں۔قبروں سے مردہ خواتین کی لاشیں نکال کر ان کے ساتھ زنا کیا جاتا ہے۔مولوی پانچ پانچ چھ چھ سال کے لڑکوں کے ساتھ مساجد کے اندر بدفعلیاں کر کے گلے گھونٹ کر قتل کر رہے ہیں۔چھوٹی چھوٹی بچیاں ریپ کر کے قتل کی جا رہی ہیں۔خواتین سڑکوں پر بچے جنتی ہیں۔ہسپتالوں میں بچے پیدا ہوتے ہی اغواء ہو جاتے ہیں یا چوہے ان کو کھاتے ہیں۔حج میں کروڑوں کی کرپشن کی جاتی ہے۔ڈاکٹرز جعلی ، دوائیاں بھی جعلی ، پیر بھی جعلی ،فقیر بھی جعلی ،بارہ بارہ سال کی بچیاں اسلحے کے زور پر گھروں سے اُٹھوا کر ریپ کئے جاتے ہیں۔سیاسی رہنما سارا ملک لُوٹ کر کھا گئے ہیں۔علماء شراب پیتے ہیں۔کار کی ڈگی بھری پکڑی جاتی ہے۔انتہا پسندی ،تنگ نظری ، دہشت گردی ،قتل وغارت ،شراب ،جُوا ،زنا ،عریانی ،بے حیائی ،شادی پر طوائفوں کے ڈانس اور ان پر نوٹوں کی بارش کچھ بھی غیر اسلامی نہیں۔کچھ بھی غیر اسلامی نہیں سب حلال ہے۔صرف تحفظ ختم نبوت کا عقیدہ رکھو تو سب حلال ہے۔دینی مدرسوں میں طلباء کے ساتھ جتنی چاہو بدفعلیاں کرو۔گلے گھونٹ کر قتل بھی کرو۔ختم نبوت کا عقیدہ رکھو تو سب جائز ہے۔پندرہ من اعلیٰ کوالٹی کی ہیروئن پکڑی گئی۔آٹھ سو بوتل شراب برآمد۔ایک ہی خاندان کے آٹھ افراد کو قتل کر دیا گیا۔کوئی بات نہیں۔عقیدہ ختم نبوت ہے تو بس ٹھیک ہے۔دوسروں کے حق مارو۔چوریاں کرو۔ڈاکے مارو۔تشدد کرو۔عورتوں کے جنں نکلوا اور زنا کرو جو چاہے کرو بس عقیدہ ختم نبوت کا رکھو۔پینے کے صاف پانی کی بوند بوند کو ترسو۔بجلی اور گیس کو ترسو۔عدل و انصاف کے لئے ترستے رہو۔بس عقیدہ ختم نبوت کا رکھو دنیا کی سب سے بہترین اور ترقی یافتہ قوم بن جاؤ گے۔لہٰذا آج ستر سالوں کی محنت اور تحفظ کر کے ختم نبوت کا قوم دنیا کی بہترین ترقی یافتہ قوم بن چکی ہے۔کوئی ملک مقابلہ نہیں کر سکتا۔سچا اسلام ،سچائی ،ایمان ،امن ،سلامتی ،عدل وانصاف ،سائنس اور ٹیکنالوجی ،تقویٰ ، اعلیٰ کردار ،اعلیٰ اخلاق کوئی اور قوم ایسی شاندار نہیں دنیا میں۔واہ جی واہ۔



"مفتی محمود کو دودھ کی سبیلیں سپانسر" اور "مولوی فضل الرحمٰن کو نفری سپانسر"

49 سالہ جھوٹی کہانی کا نیا ورژن۔ کھرا دیکھئے کدھر جا رہا ہے

تحریر: ذوالکفل کاغانی

میڈیا پر تیزی سے گردش کرتی، مولوی فضل الرحمٰن صاحب کی آرٹیکل 6 سمیت دھرنے والی ہدایات کے بعد اب جماعت احمدیہ کے امام کا دھرنے میں شمولیت کا حکم نامہ پڑھ کر مجھے 49 سالہ پرانے 1970 کے الیکشن کے دن اور کچھ سپانسر یاد آ گئے۔

آج سے 49 سال پیچھے اسی اگست، ستمبر اور اکتوبر میں چلتے ہیں۔ صدر ایوب خان صاحب کے دس سالہ اقتدار کا سورج غروب ہو چکا ہے اور وطن عزیز میں مارشل لاء کے سائے میں انتخابات کی سرگرمیاں عروج پر ہیں۔ مشرقی پاکستان میں تو عوامی لیگ سیاسی منظر نامہ پر مکمل حاوی نظر آ رہی ہے جبکہ مغربی پاکستان میں 10 مذہبی، نیم مذہبی اور سیاسی پارٹیاں میدان میں اُتری ہوئی ہیں۔ ملک میں سیاسی کافر۔ مذہبی کافر۔ قانون کی اغراض کے لئے کافر اور نیلے پیلے قانونی کافر ابھی الیکشن کمشن کی میٹرنٹی میں پیدا نہیں ہوئے ہیں۔ احمدی لوگ بھی ووٹ دینے کے لئے دستیاب ہیں۔ ایسے میں جماعت احمدیہ نے جہاں ایک طرف پیپلز پارٹی کو جزوی طور پر ووٹ دینے کا اصولی فیصلہ کیا ہے تو وہیں بعض سیٹوں پر مسلم لیگ قیوم کو ووٹ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ کچھ سیٹوں پر کنونشن مسلم لیگ کو اور بعض سیٹوں پر آزاد امیدواروں کی مدد کا فیصلہ کیا ہے۔ البتہ ایک آدھ پر کونسل مسلم لیگ کے امیدوار کی حمایت کا بھی اعلان کر دیا ہے۔ اس مذہبی اور سیاسی پارٹیوں کے دنگل کے بیچوں بیچ جماعت اسلامی ایک بڑے پہلوان ہونے کا اعلان کرتی وزارت عظمیٰ پر نظریں گاڑے کھڑی نظر آ رہی ہے جس نے ہندوستان سے مولوی عامر عثمانی صاحب ایڈیٹر تجلی کو اور پاکستان میں جناب آغا شورش کاشمیری صاحب ایڈیٹر چٹان کو اپنا بھونپو بنایا ہوا ہے۔ اس پس منظر کے ساتھ جناب آغا شورش کاشمیری جماعت اسلامی کے میڈیا سیل کے تعاون سے خم ٹھونک کر جماعت اسلامی کی مدد کے لئے سر کے بالوں سے لے کر پیروں کی انگلیوں تک زور لگا رہے ہیں۔

جناب شورش صاحب الیکشن مہم کو آگے بڑھاتے ہوئے آخر ایک موقعہ پر آ کر اپنے روائتی احراری پینترے کی طرف مڑ گئے اور یوں براستہ جمعیت علمائے اسلام و مفتی محمود صاحب، جماعت احمدیہ پر حملہ آور ہو گئے۔ براستہ مفتی محمود صاحب میں نے اس لئے لکھا کہ انہوں نے ایک طرف تو مسلسل اپنے صفحات اس بات پر سیاہ کرنے شرع کر دیئے کہ احمدی اس مرتبہ انتخابی عمل میں حصہ کیوں لے رہے ہیں۔ اور دوسری طرف یہ واویلا مچانا شروع کر دیا کہ احمدی احباب پیپلز پارٹی کی مدد کر رہے ہیں اور تیسری طرف یہ تڑکہ لگانا شرع کر دیا کہ جمیعت العلمائے اسلام یعنی مفتی محمود صاحب اور مولوی غلام غوث ہزاروی کی جماعت اور ان کی الیکشن مہم کو جماعت احمدیہ فنانس کر رہی ہے۔

مفتی محمود صاحب کی پارٹی نے "آئین شریعت کانفرنس" منعقد کی تو شورش صاحب نے اس کی رپورٹنگ کرتے ہوئے اپنے چٹان میں ایک جہازی سائز کا مضمون شائع کیا جس کا عنوان تھا" قادیانی جماعت نے آئین شریعت کانفرنس کے انعقاد پر 10000 دس ہزار روپیہ دیا تھا۔ مولوی غلام غوث ہزاروی اور مفتی محمود کس استاد کے آلہ کار ہیں" اس مضمون نے انہوں نے انکشاف کیا کہ جمیعت العلمائے اسلام کے دونوں بزرگ ان دنوں ہوا کے گھوڑے پر سوار ہیں۔ انھیں قادیانی گوارا ہیں کیمونسٹ عزیز ہیں۔ لیکن مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اور آغا شورش کاشمیری کے خلاف جو زہر ان کے دل میں بیٹھ چکا ہے وہ نکلنا مشکل ہے" پھر مزید انکشاف کرتے ہوئے فرمایا کہ "آئین شریعت کانفرنس میں جو سبیلیں لگی تھیں وہ سرخوں کی تھیں یا پھر ایک سبیل کے لئے قادیانی جماعت نے چندہ دیا تھا۔''

(چٹان 20 جولائی 1970 ص 4 و ص 6)

بلکہ بات کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا "جمیعت العلمائے اسلام (یعنی مفتی محمود صاحب وغیرہ) مرزائیوں کا بغل بچہ ہے (چٹان 17 اگست 1970 ص 4)

مکرم مفتی محمود صاحب بھی تو اسی مدرسے سے پڑھے ہوئے تھے جہاں سے شورش صاحب زیور تعلیم سے آراستہ ہوئے تھے چنانچہ جواب میں انہوں نے بھی قادیانی ادرک ڈال کر شورش کی دیگ الیکشن مہم کے چولہے پر چڑھا دی اور آگ کی آنچ کو تیزی سے بڑھاتے ہوئے فرمایا کہ مرزائیوں نے چٹان کے اس مضمون پر جس میں مفتی محمود اور ان کی پارٹی پر الزام لگایا تھا کہ انہوں نے قادیانیوں سے مالی مدد لی ہے بہت مسرت کا اظہار کیا ہے اور اس خوشی میں چٹان کے مدیر آغا شورش کاشمیری کو نذرانہ پیش کرنے کے لئے ان کے رسالہ کو اشتہارات سے نوازا ہے۔ اب شورش صاحب کو جب اشتہارات کے نام سے آگ کی حدت پہنچی تو آپ تلملا اُٹھے اور جواباً فرمایا" میں ان کوڑھ مغزوں سے الجھنا نہیں چاہتا۔ مفتی محمود اور غلام غوث

ہزاروی اب اس قابل نہیں رہے کہ انھیں منہ لگا یا جائے

(چٹان 10اگست 1970ص5)

اب جب" قادیانی سبیلیں" اور" قادیانی اشتہار" کی بریانی پک کرتقسیم کے مراحل میں آگئی تو جماعت اسلامی کی میڈیا ٹیم خود بھی حجاب اتار کر میدان میں اپنا حصہ وصول کرنے پہنچ گئی اور اپنے جریدے ایشیا کی 9اگست 1970 کی اشاعت میں اعلان فرمادیا کہ" جہاں جماعت احمدیہ اور پیپلز پارٹی کا اتحاد ہو چکا ہے وہیں اب منکرین ختم نبوت اور نام نہاد محافظین ختم نبوت بھی اب ایک گھاٹ پر پانی پی رہے ہیں اور اب جماعت احمدیہ اور جمعیت العلمائے اسلام بھی ایک ہی صف میں کھڑے ہیں" قدرت کا تماشا دیکھئے ایک دوسرے کو" قادیانی نواز" اور" مشرکین کی طرح قابل نفرت" اور" سنگساری کے قابل" قرار دینے والی جماعتیں چند برسوں بعد اسی مفتی محمود کی صدارت میں اگلے انتخابی اتحاد کا حصہ بنی ہوئی تھیں

آج ارشاد احمد بھٹی صاحب جیسے صحافیوں سے لے کر اپنے آپ کو" بڑے باخبر صحافی" کہلوانے والے بڑے بڑے جغادری یہ کہہ کر اس جعلی خط کو ری ٹویٹ کر رہے ہیں کہ کنفرم ذرائع سے یہ بات سامنے آئی ہے جماعت احمدیہ نے اپنے ورکرز کو مولوی فضل الرحمٰن صاحب کے دھرنے میں شمولیت کی ہدایت کر دی ہے۔اب یار دوست کہتے ہیں کہ حکومتی جماعت یعنی پی ٹی آئی دراصل جماعت اسلامی کی بی ٹیم ہے اب یہ تو معلوم نہیں کہ پی ٹی آئی جماعت اسلامی کی بی ٹیم بی ٹیم ہے یا نہیں مگر جب مفتی محمود کے بیٹے کو کسی نے" قادیانی نواز" کی آنچ دی ہے تو جواباً" قادیانی اشتہارات" کا تڑکہ تو واپس آنا ہی ہے ۔اس لئے 49 سال قبل کی تاریخ کو سامنے رکھتے ہوئے میں تو یہی کہوں گا کہ دیکھتے ہیں کہ اب کی بار کُھرا کس کے گھر کو جاتا ہے؟ اے ٹیم کے گھر یا بی ٹیم کے؟؟



(عبدالسلام اسلام)

ہو مبارک سالِ نو نوعِ بشر کے واسطے
باعثِ امن وسکوں ہو خشک و تر کے واسطے
اس طرح گونجے جہاں میں مہدیٔ برحق کی لے
گوشے گوشے سے صدا اُٹھے ''غلام احمد کی جے''
افتراقِ باہمی ہے آج جن طبقوں کی خُو
جذبۂ اُلفت مِٹادے اُن کا فرقِ ماؤ تُو
باہمی نفرت ہے پیدا آج جن اقوام میں
آ گھریں یا ربّ وہ ازخود اُلفتوں کے دام میں



غزل

اعظم نوید

اک برقِ تپاں اب وہ گرانے نہیں آتے
کیوں لوٹ کے پھر پہلے زمانے نہیں آتے
ہر لمحہ بہاروں کا سماں رہتا تھا یارو
موسم وہ حسیں اب تو سُہانے نہیں آتے
رہتے تھے کبھی بزمِ دل وجاں میں ہمیشہ
کیوں پاس وہ اب یار پرانے نہیں آتے
حیراں ہوں بہت دیکھ کے شاطر یہ زمانہ
ہم کو تو کوئی ایسے بہانے نہیں آتے
اس گردشِ دوراں نے ہی برباد کیا ہے
ساقی کو بھی اب ہوش اڑانے نہیں آتے
سب چھوڑ گئے وقت کڑا دیکھ کے اپنے
کیوں اب وہ مِری بگڑی بنانے نہیں آتے
لکھے ہیں عجب وقت نے کچھ خُوں سے ترانے
ہم کو وہ سرِعام سنانے نہیں آتے
رکھا ہے سدا کرب وبلا ہم نے چُھپا کر
کچھ زخم ہیں ایسے جو دکھانے نہیں آتے
جو چاک گریباں ہوئے اک عہدِ جنوں میں
وہ چاک کبھی ہم کو سِلانے نہیں آتے
ہوتے تھے کئی لوگ کبھی شہر کی رونق
خوابوں میں بھی اب دل کو لُبھانے نہیں آتے
محنت سے جو گھبرائے سدا دُنیا میں اعظم
قارون کے ہاتھوں میں خزانے نہیں آتے



نصیحت ہے غریبانہ



تبصرہ بر مضمون احمدی حضرات اور مسلمان۔از جناب ابویحییٰ صاحب

محمد کولمبس خاں۔مہدی آباد۔جرمنی

مصنف محترم نے یہ مضمون تین اقساط میں تحریر کیا ہے جس میں جماعت احمدیہ کو غیر مسلم قرار دینے کے دینی اور قانونی جواز کو ۔شائستگی کے ساتھ ثابت کرنے کی غرض کو۔اپنی پہلی گزارش کے طور پر پیش کیا ہے۔اس قابلِ تحسین شائستگی کی ایک بڑی وجہ محترم نے یہ بیان کی ہے کہ وہ داعی ہیں اور احمدی حضرات ان کے مدعو ہیں اس ضمن میں عرض ہے کہ اس بات پر ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ شائستگی کا مظاہرہ ایک سوتیس سال سے اللہ تعالیٰ کے فرستادہ اور اسکی جماعت کی طرف سے داعی ہونے کی وجہ سے کیا جارہا ہے اور یہی ہر احمدی کا شیوہ ہے۔جائے مُسرت ہے کہ اب اِس کو اِنہوں نے بھی اپنایا ہے۔اور توقع ہے کہ وہ اسی نہج پر اسلام کی ہمدردی کے لئے گامزن رہے تو ان شاءاللہ کسی روز نورِ صداقت کا اِن پر اثر ہو جائے گا اور اپنے اِسی مضمون کے لکھے جانے کو بابرکت قرار دیں گے کہ جس سعادت مندی سے انہوں نے شائستگی کو اپناتے ہوئے باہم گفتگو کی راہ پیدا کی ہے وہی راہ ان کے لئے راہِ ہدایت ثابت ہوئی۔خدا کرے ایسا ہی ہو۔آمین۔ان کے مضمون میں قران مجید۔حدیث منطق اور قانون کی رو سے دلائل دیئے گئے ہیں۔یہ بڑی اچھی بات ہے۔ہمیں تو ریاست اسلامی جمہوریہ پاکستان میں قرآن مجید اپنے لیپ ٹاپ میں رکھنے پر بھی پابندِ سلاسل کر دیا جاتا ہے۔تاہم الحمدللہ بیرون از پاکستان میں یہ پابندیاں نہیں ہیں اس لئے ہم انہی جدید وسائل سے ہی ان کی خدمت میں ان کے دلائل میں غلطیوں کو درست کرتے ہوئے اپنی گزارشات پیش کریں گے تاکہ باقی قارئین بھی اس کا موازنہ کرسکیں۔

انکی دوسری گزارش یہ ہے کہ

''تمام احمدی حضرات روزِ قیامت میرے خلاف یہ گواہی دیں کہ میں نے مرزا صاحب کو نبی نہیں مانا، تاکہ میں اللہ تعالیٰ کو قرآن مجید سے اُن کے اپنے الفاظ پڑھ کر سناؤں اور عرض کروں کہ آپ نے اپنی کتاب میں کسی نئے نبی کو مانے بغیر محمد رسول اللہ اور اُن سے پچھلے نبیوں پر ایمان ہی پر جنت کی گارنٹی دے رکھی تھی۔اُس وقت اللہ کا فیصلہ، بالبداہت واضح ہے کہ اپنی کتاب ہی کے مطابق ہوگا۔اِس میں شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرسکتے، وہ ایسے ہر مسلمان کو جنت میں بھیجیں گے جو مذکورہ بالا قرآنی معیار پر پورا اترے گا۔مگر اِس کے بعد یہ احمدی حضرات کا کام ہوگا کہ وہ میدان حشر میں کھڑے ہوکر اس سوال کا جواب تلاش کریں کہ سورہ نساء کی وعید کے باوجود یہ لوگ ان کے نبی کا انکار کرکے جنت میں کیسے چلے گئے؟''

اس پر جواباً گزارش ہے کہ اگر آپ نے مرزا صاحب کو نبی نہیں مانا تو قرآن مجید آپ کو اس کا پورا پورا حق دیتا ہے کہ:

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۖ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۔

اور کہہ دو کہ سچی بات تمہارے رب کی طرف سے ہے، پھر جو چاہے مان لے اور جو چاہے انکار کردے

لہذا کوئی احمدی تو کیا خود حضرت مرزا صاحب کو بھی آپ کے انکار کے لئے کسی گواہی دینے کی ضرورت ہی نہیں۔بلکہ اللہ تعالیٰ خود سمیع و بصیر ہے۔جہاں تک جنت میں جانے کی گارنٹی کا تعلق ہے تو نہایت ادب سے عرض ہے کہ استحقاقِ جنت کا دعویٰ کرنا بہت دلیری کی بات اور مقامِ خوف ہے۔بچنے کی بات اور مقامِ خوف ہے۔آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر کوئی بھی نہیں۔اور آپؐ کی مشہور حدیثِ مبارکہ کے مطابق :

''تم میں سے کسی کا عمل بھی اسے ہرگز جنت میں داخل نہیں کرسکے گا''۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: کیا آپ کو بھی نہیں یا رسول اللہ ﷺ ؟ آپؐ نے فرمایا:''ہاں مجھے بھی نہیں' اِلّا یہ کہ مجھے اللہ اپنے فضل اور رحمت سے ڈھانپ لے''۔

رہا ان کا یہ فرمانا کہ

''یہ احمدی حضرات کا کام ہوگا کہ وہ میدان حشر میں کھڑے ہوکر اس سوال کا جواب تلاش کریں کہ سورہ نساء کی وعید کے باوجود یہ لوگ (یعنی حضرت مرزا صاحب کا انکار کرنے والے) ان کے نبی کا انکار کرکے جنت میں کیسے چلے گئے؟''

اس پر عرض ہے کہ کوئی احمدی یہ ایمان رکھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ ہر شئے پر قادر ہے۔ یہ سوال کرنے کی کبھی جسارت نہیں کرسکتا۔یہ اللہ اور اس کے فضل کا معاملہ ہے اگر وہ تمام منکرین کو بھی جنت میں بھیجنے کا فیصلہ کرلے۔تو کوئی نہیں جو اس کے فیصلے کے سامنے دم مار سکے۔اس لئے اس معاملہ میں بھی اطمینان رکھیئے۔اور جہاں تک یہ بات کہ ''انکے نبی کا انکار'' کرنے کے باوجود۔منکر اسی دنیا میں جنت میں جانے پر یقین رکھتے ہیں۔تو اس پر بھی کسی احمدی کو کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت وسیع ہے۔اس رحمت پر بھروسہ رکھنا سبھی کو جائز ہے۔لیکن اس بھروسہ کی

بدولت خدائے بزرگ و برتر کے مقرر کردہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے جانشین کا جانتے بوجھتے انکار قرآن کے الفاظ میں گھاٹے کا سودا ضرور ہے ۔

اپنی تیسری گزارش کے مطابق محترم دو وجوہات کی بناء پر اس بحث میں اترے ہیں اور پہلی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ:

''کیا اسلام مسلمانوں کو یہ حق دیتا ہے کہ قانون و ریاست کی سطح پر وہ کسی ایسے شخص کو غیر مسلم قرار دیں جو خود کو مسلمان کہتا اور سمجھتا ہو۔ میرے نزدیک قرآن مجید کی روشنی میں اِس سوال کا جواب ہاں میں ہے۔ اُس نے دنیا و آخرت دونوں کے پہلو سے واضح کیا ہے کہ ایک مسلمان کون ہوتا اور کون نہیں۔ خاص کر زیر بحث مسئلے میں جہاں قانون و ریاست کی سطح پر کسی فرد یا گروہ کو مسلمان یا غیر مسلم قرار دیئے جانے کا معاملہ زیر بحث ہے، قرآن مجید نے وہ متعین شرائط بیان کی ہیں جن کو پورا کرنے والے کسی شخص ہی کو مسلمان سمجھا جائے گا۔ وہ شرائط اگر پوری نہیں کی جائیں گی تو پھر ریاست اس بات کی پابند نہیں ہے کہ ایسے کسی شخص کے دعویٰ اسلام کو لازماً قبول کرے۔ چونکہ بالعموم اِس مسئلے میں مسلمانوں میں ابہام پایا جاتا ہے۔''

مفروضہ کہ احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیئے جانے کے سوال پر قرآن مجید کی روشنی میں اس کا جواب ''ہاں'' میں ہے۔ یہ از خود ہی طے شدہ۔ سمجھ کر لکھتے ہیں کہ:

''یہ اصولی سوال ہے کہ کیا اسلام مسلمانوں کو یہ حق دیتا ہے کہ قانون و ریاست کی سطح پر وہ کسی ایسے شخص کو غیر مسلم قرار دیں جو خود کو مسلمان کہتا اور سمجھتا ہو۔ میرے نزدیک قرآن مجید کی روشنی میں اِس سوال کا جواب ہاں میں ہے۔ اُس نے دنیا و آخرت دونوں کے پہلو سے واضح کیا ہے کہ ایک مسلمان کون ہوتا اور کون نہیں۔ خاص کر زیر بحث مسئلے میں جہاں قانون و ریاست کی سطح پر کسی فرد یا گروہ کو مسلمان یا غیر مسلم قرار دیئے جانے کا معاملہ زیر بحث ہے، قرآن مجید نے وہ متعین شرائط بیان کی ہیں جن کو پورا کرنے والے کسی شخص ہی کو مسلمان سمجھا جائے گا۔ وہ شرائط اگر پوری نہیں کی جائیں گی تو پھر ریاست اِس بات کی پابند نہیں ہے کہ ایسے کسی شخص کے دعویٰ اسلام کو لازماً قبول کرے۔ چونکہ بالعموم اِس مسئلے میں مسلمانوں میں ابہام پایا جاتا ہے اسلئے قرآن کا موقف سامنے لانے کی ضرورت نے مجھے قلم اٹھانے پر مجبور کیا ہے۔''

دوسری وجہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ

''بعض احباب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعویٰ نبوت اور احمدی حضرات کے اُن کو نبی ماننے کے عقیدے کو محض تاویل کی غلطی سمجھتے ہیں۔ میرے نزدیک یہ اپروچ خود قرآن مجید پر سوالات اٹھا دیتی ہے کہ خدا اپنی آخری کتاب میں ایمانیات کو بیان کرنے کے معاملے میں اتنا غیر واضح ہے کہ لوگ بنیادی ایمانیات میں بھی تاویل کی غلطی میں پڑ جائیں۔ لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ (سورۃ حم سجدہ آیت 43) کا دعویٰ اتنا ہی بودا ہے کہ کوئی بھی شخص معصومیت کے ساتھ کسی غلطی کا شکار ہو جائے۔ میرے نزدیک ایسا ہرگز نہیں ہے۔''

پہلی وجہ کے حق میں دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''قانون و ریاست کی سطح پر ایک فرد کن شرائط کو پورا کرنے کے بعد مسلمان شہری کہلانے کا مستحق ہے، یہ کوئی ایسی بات نہیں جسے قرآن نے موضوع بحث نہ بنایا ہو۔''

اس کی بابت یہی عرض ہے کہ مسلمان شہری کہلانے کے استحقاق پر 1953 کے فسادات کے بعد منیر انکوائری رپورٹ کے مطابق

''تمام علماء کی بیان کردہ تعاریف کا جائزہ لیا جائے تو عدالت یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہے کہ اتنے بنیادی سوال تک پر کسی دو علماء میں اتفاق نہیں، ہر عالم دین کی بیان کردہ تعریف دوسروں سے مختلف ہے۔ اگر ایک عالم دین کی بیان کردہ تعریف کو عدالت تسلیم کرلے تو دوسرے مکتبہ فکر کے تمام مسلمان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں، اگر ایک مکتبہ فکر کے عالم کی تعریف کے مطابق ہم مسلمان ہیں تو دوسرے تمام علمائے دین کی تعریف کے مطابق ہم میں سے ہر ایک کافر ہے۔''

آگے چل کر محترم لکھتے ہیں :

قرآن مجید نے سورۂ توبہ میں اِس حوالے سے اپنا نقطہ نظر بالکل کھول کر رکھ دیا ہے۔ سورۂ توبہ کی آیت (۱۱) میں اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ جب کوئی فرد ایمانیات کے باب میں اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ معیارات کی خلاف ورزی سے باز آجائے اور اعمال میں نماز اور زکوۃ کے فرائض کو ادا کردے تو وہ دینی طور پر باقی مسلمانوں کا بھائی تصور کیا جائے گا اور قانون و ریاست کی سطح پر اُسے وہ سارے حقوق دیئے جائیں گے جو باقی مسلمانوں کے ہیں۔ اِس میں ظاہر ہے کہ مسلمان ہونے کی شناخت کا حق اوّلین طور پر شامل ہے۔''

محترم نے احمدیوں کے مسلمان ہونے کے دعویٰ کی قبولیت ریاست کے لئے لازم نہ۔ قرار دینے کی خود ساختہ منطق کے نتیجہ میں احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے کیلئے گنجائش پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ قرآنی دلائل دینے سے قبل ان کے منطق طرزِ استدلال کی درستی کرنی ضروری ہے۔ ایک بات (مسلمان کہلانے کا دعویٰ) جس کو انہوں نے ریاست کے لئے لازم قرار نہیں دیا اس کے برعکس بات (کسی کو غیر مسلم قرار دینا) کو ریاست کے لئے جائز قرار دینا بھی درست نہیں بنتا۔

دوسری عرض یہ ہے کہ ریاست جو ایک علاقہ کے باشندوں کا سماجی زندگی کو چلانے کے لئے نظام ہوتا ہے۔ احمدیوں کے نزدیک قرآن مجید کی روشنی میں اس نظام کو یہ حق نہیں کہ وہ کسی کے کفر و اسلام کا تعیّن کرے لیکن انہوں نے اس کے برعکس اس استحقاق کی غرض سے سورۃ توبہ کی آیت نمبر گیارہ کا حوالہ دیا ہے اس کے مطابق:

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ ؕ

وَنُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ﴿۱۱﴾

"اگر یہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں، اور ہم سمجھداروں کے لیے کھول کھول کر احکام بیان کرتے ہیں۔"

اس کے سیاق و سباق کا مطالعہ کریں تو یہ معاملہ اس گروہ سے تعلق رکھتا ہے جنھوں نے نبی کریم ﷺ سے معاہدہ کیا ہوا تھا اور وہ معاہدہ شکنی کے مرتکب ہوئے تھے۔ کیونکہ اس سے پچھلی آیت میں آتا ہے کہ وہ۔

لَا یَرْقُبُوْنَ فِیْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ○

(سورۃ التوبہ آیت 10) یہ لوگ کسی مومن کے حق میں نہ رشتہ داری کا خیال کرتے ہیں اور نہ عہد کا، اور یہی لوگ حد سے گزرنے والے ہیں۔

جبکہ اگلی آیت میں آتا ہے کہ

وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ○

"اور اگر وہ عہد کرنے کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین میں عیب نکالیں تو کفر کے سرداروں سے لڑو، ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں تا کہ وہ باز آئیں"۔

اس میں کفر کے سرداروں کی بات ہو رہی ہے جو دینِ حق میں عیب نکالتے اور کھائی ہوئی قسمیں توڑنے کے مرتکب ہوتے تھے اس سے یہ تاویل کرنا کہ ایک ریاست جس میں اکثریت مسلمانوں کہلانے والوں کی ہے اس ریاست کو یہ حق تفویض ہوجاتا ہے کہ وہ جسے چاہے مسلمان قرار دے اور جسے چاہے غیر مسلم ایک بہت دُور کی کھوٹی کوڑی لانے کے مترادف ہے۔

دوسری جگہ پر البتہ اسی مضمون میں محترم کی فطرتی سعادت مندی نے انہیں یہ لکھنے پر بھی مجبور کر دیا ہے کہ:

"یہاں البتہ یہ واضح رہے کہ ہم جس وقت کفر کا لفظ بول رہے ہیں تو اس سے ہمارا مقصود کسی فرد یا گروہ پر کفر کا ایسا حکم لگانا قطعاً نہیں ہے، جس کا حق صرف اللہ اور اُس کے رسولوں ہی کو حاصل ہوتا ہے، جس میں اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کے مخاطبین کے سامنے حق کو آخری درجے میں واضح کر کے اُن پر اتمام حجت کر دیتے اور اُن کے اخروی انجام کا فیصلہ اِسی دنیا میں سنا دیتے ہیں۔ محمد رسول اللہ کی آخری رسالت کے بعد یہ حق، ظاہر ہے کہ نہ کسی عالم کو حاصل ہے، نہ علما کے کسی گروہ کو اور نہ ہی کسی ریاست کو یہ حق حاصل ہوسکتا ہے۔ اِس کی جسارت اب کوئی کرے گا تو اُسے جان لینا چاہیے کہ اُس کا یہ عمل اللہ اور اُس کے رسول کی جگہ خود کو رکھنے کا عمل ہوگا، جس کا کسی کو کوئی حق نہیں ہے۔ کفر ایک رویہ ہے جو کہیں پایا جائے تو اُسے بیان کیا جائے گا، مگر مذکورہ بالا قرآنی اصطلاحی معنی میں کسی کو کافر قرار دینا ایک خدائی فیصلہ ہے، جس کا حق اب کسی فرد یا اجتماع کو حاصل نہیں ہے، اِس لیے کہ یہ درحقیقت کسی کی آخرت کا فیصلہ سنانا ہے، جو وحی و رسالت کے بغیر ناممکن ہے"

موجودہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں حکمران یقیناً رسول اللہ ﷺ جیسے تو دور کی بات ہے آپؐ کے کسی بچے صحابی کے کردار کے بھی حامل نہیں ہیں۔ نہ ان دونوں معاشروں کا موازنہ کیا جاسکتا ہے۔ آج کے پاکستانی معاشرہ جس میں بقول اِن محترم کے "ہزار میں سے نوسو ننانوے شیطان کی زد میں آکر جہنم کے مستحق ہو چکے ہیں" وہ معاشرہ تو پھر اس بات کا بالکل ہی حقدار نہیں کہ وہ دوسروں کے دین کا تعیّن کرے۔

اب مزید قرآن مجید و حدیث کا حکم اس معاملہ میں عرض کیا جاتا ہے۔

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۣ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَھُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَھُمْ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ(3:19)

بے شک دین اللہ کے ہاں اسلام ہی ہے، اور جنہیں کتاب دی گئی تھی انہوں نے صحیح علم ہونے کے بعد آپس کی ضد کے باعث اختلاف کا، اور جو شخص اللہ کے حکموں کا انکار کرے تو اللہ جلد ہی حساب لینے والا ہے۔

دینِ اسلام ہے جس پر احمدی بصدقِ دل قائم ہیں اور عمل پیرا ہیں۔ ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں۔ دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلین انکے نزدیک مسلمان ہونے کی تعریف وہ ہے جو حدیث نبوی ﷺ میں بیان ہوئی ہے اس کے مطابق:

الاسلام ان تشهد ان لاالہ الااللہ و ان محمداً رسول اللہ و تقیم الصلاۃ و تؤتی الزکاۃ وتصوم رمضان و تحج البیت ان استطعت الیه سبیلاً. قال: صدقت. قال فعجبنا له یسأله و یصدقه. قال: فاخبرنی عن الایمان. قال: ان تؤمن باللہ و ملائکته و کتبه و رسله و الیوم الاخر وتؤمن بالقدر خیره و شره. قال: صدقت. ثم انطلق فلبثت ملیا قال لی: یا عمر اتدری من السائل؟ قلت: اللہ و رسوله اعلم. قال: فانه جبرئیل اتاکم یعلمکم دینکم.

"اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ وحدہ لاشریک کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اور محمدؐ اس کے رسول ہیں اور نماز کو قائم کرو، زکوٰۃ دو، رمضان میں روزہ رکھو اور اگر استطاعت ہو تو خانۂ کعبہ کا حج کرو۔ اس مرد نے کہا: آپ نے سچ کہا۔ ہم نے تعجب کا کہ وہ کیسے ت سوال بھی کرتا ہے اور تصدیق بھی کرتا ہے۔ اس مرد نے کہا: مجھے ایمان کے بارے میں بتاؤ؟ آپؐ نے فرمایا: یہ کہ خدا اور اس کے ملائکہ، کتابیں، رسولوں اور قیامت کے دن پر ایمان لے آؤ اور قدر پر ایمان رکھو چاہے خیر ہو چاہے شر۔ اس نے کہا: صحیح ہے، پھر چلا گا۔ میں سوچ میں پڑ گیا، آپؐ نے مجھ سے فرمایا: اے عمر! کیا جانتے ہو کہ سوال کرنے والا کون تھا؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: وہ جبرائیل تھے جو آئے تھے تا کہ تمہارا دین تم کو سکھائیں۔"

اس ارشاد نبوی ﷺ سے بہتر کوئی نہ تعریف کرسکتا۔ اور نہ ہی حق رکھتا ہے۔ اور جو ایسا کرتا ہے۔ ایمانیات میں دخل دے کر اپنے آپ کو خود حدودِ کفر میں داخل کر لیتا ہے

قرآن و حدیث کی رو سے کہ جو اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہے اور مندرجہ بالا احکامات پر عمل کرتا ہے اس کو تو کوئی ۔مسلمان کہلانے والی ریاست۔ غیر مسلم قرار دینے کی مجاز نہیں۔ ایمان کا معاملہ انسان اور خدا کے درمیان ہے۔ اس الوہی اختیار میں مداخلت حکم خدا کی خلاف ورزی ہے۔ اس جگہ اس صحابی کا ذکر کرنا بے محل نہ ہوگا جس نے جوشِ جہاد میں ایک زیردست کو باوجود اس کے کہ اس نے کلمہ پڑھ لیا تھا قتل کر دیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: أَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهِ؟۔ تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھا؟

واضح رہے کہ اس حدیث کو بیان کرنے کا مقصد یہ نہیں کوئی احمدی محض موت کے خوف سے کلمہ پڑھنے کی وجہ سے اپنی زندگی بچانے کا طلبگار ہوسکتا ہے۔ الحمدللہ احمدی تو کلمہ کی تکریم کی خاطر اور کلمہ کی تبلیغ کی خاطر اپنی جانوں اور مالوں کا نذرانہ پیش کرنے والے ہیں۔

محترم کی ''تھاٹ پراسس'' کی تھیوری اور ایک بیعت سے نکلنے والے کو مرتد کہنے کی بابت مکرم انصر رضا صاحب نے الگ مضمون میں تسلی بخش جواب دے دیا ہے۔ وہ انٹرنیٹ پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ محترم یحییٰ صاحب نے تحریر میں مولانا مودودی صاحب کی منطق اور انہیں کی اصطلاحات کا استعمال کیا ہے جو اسی منطق کا تسلسل لگتا ہے۔ اگلے حصّہ میں انہوں نے اپنے مضمون کی بنیاد جماعت احمدیہ کی تاویل میں غلطی سے اٹھائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

''میرا بنیادی استدلال یہ ہے کہ احمدی حضرات مرزا صاحب پر بحیثیت نبی اس لیے ایمان نہیں لاتے کہ انھیں قرآن سے اس کا کوئی ثبوت مل گیا ہے یا قرآن کی کوئی آیت پڑھتے ہوئے کوئی غلط فہمی لاحق ہوئی ہے بلکہ ان کا مقدمہ بالکل سادہ ہے۔ وہ یہ کہ مرزا صاحب پر وحی نازل ہوئی، انھیں منصب نبوت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے منتخب کیا گیا اور اس لیے وہ نبی ہیں۔''

اس کے جواب سے قبل یہ عرض ضروری ہے کہ یہ مسلمانوں کا ایک طے شدہ اصول ہے کہ ''جو کچھ احادیثِ مبارکہ کے ذریعہ بیان ہوا ہے جب تک صحیح اور صاف لفظوں میں قرآن اس کا معارض نہ ہو تب تک اس کو قبول کرنا لازم ہے''۔ اس لئے اس پر تبصرہ میں قرآن مجید سے تائید یافتہ احادیث بھی بیان کی جائیں گی۔ یہ محترم اوپر بیان کردہ اپنے غلط مفروضے کی وضاحت فرماتے ہوئے ایک اور مفروضہ قائم کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور لکھتے ہیں:

''اس بات پر ایمان لانے کے لیے انھیں قرآن کی کسی آیت کی ضرورت نہیں، نہ وہ یہ کام کرتے ہیں۔ وہ اس وحی پر ایمان لاتے ہیں جو مرزا صاحب پر نازل ہوئی ہے۔ قرآن کو وہ صرف اس وقت زیر بحث لاتے ہیں جب کوئی مسلمان ان سے الجھتا اور قرآن کو ان کے سامنے پیش کرکے ان کی تردید کرتا ہے۔ اس کے جواب میں وہ قرآن کی آیات کی توجیہ و تاویل کرتے ہیں۔ یا یہ کہ جب وہ کسی مسلمان کو اپنی دعوت دینا چاہتے ہیں تو پھر ان نصوص کی تاویل کرتے ہیں۔ کسی احمدی کو مرزا صاحب پر ایمان لانے کے لیے قرآن کی کوئی ضرورت نہیں۔''

لہٰذا ان کے دونوں مفروضوں کے بعد لازم ہے کہ انکی اس بات کی مختصراً تردید کر دی جائے۔ یعنی احمدی ان کے بقول ''مرزا صاحب پر بحیثیت نبی اس لیے ایمان نہیں لاتے کہ انھیں قرآن سے اس کا کوئی ثبوت مل گیا ہے''۔ نہایت ادب کے ساتھ اور سچے دل کے ساتھ خدا کو حاضر ناظر جانتے ہوئے عرض ہے کہ ہر احمدی اپنی زندگی کے ہر مرحلہ پر قرآن مجید کی ہدایت کو ہی لازم سمجھتا ہے اور قرآنی حکم کی تعمیل میں ہی حضرت مرزا صاحب کو امام الزماں بھی گردانتا ہے۔ احمدیوں کے تو دلوں پر یہ الفاظ نقش ہیں کہ ''جو قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے''۔ حضرت مسیح موعودؑ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

''قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے اور ایک شُعشہ یا نقطہ اس کی شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہوسکتا اور نہ کم ہوسکتا ہے اور اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام منجانب اللہ نہیں ہوسکتا جو احکام فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کے تبدیل یا تغییر کرسکتا ہو اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور مُلحد اور کافر ہے۔'' (ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3۔ صفحہ 169 تا 170)

اس کے باوجود آپ کا ظن آپ کو اپنے مفروضہ پر قائم رہنے کی طرف مائل رکھتا ہے تو آپ ہماری مخلصانہ دعا کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی آپ پر یہ حقیقت کھولے۔ آمین

ویسے ان کے پہلے مفروضے کی تردید ان کے دوسرے مفروضے سے بھی ہو جاتی ہے جب آپ لکھتے ہیں ''قرآن کو وہ صرف اس وقت زیر بحث لاتے ہیں جب کوئی مسلمان ان سے الجھتا اور قرآن کو ان کے سامنے پیش کرکے ان کی تردید کرتا ہے۔ اس کے جواب میں وہ قرآن کی آیات کی توجیہ و تاویل کرتے ہیں'' اور ان کا ''اس وقت'' دراصل احمدیوں کا ''ہر وقت'' ہے۔

کیا ہی خوب فرمایا گیا ہے:

دِل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

ان کے خود ساختہ مفروضوں کی تردید اور اس کے بعد جماعت احمدیہ کے نزدیک حضرت مرزا صاحب کا مامور من اللہ ہونا بطور ایک نبی کے ہے تو اس کی تائید قران و حدیث سے پیش کرنا اب ہماری ذمہ داری بنتی ہے۔ لہذا اب یہ طے ہوا کہ آپ مدعو ہیں اور احمدی داعی ہیں۔

مضمون نگار کا خیال ہے کہ:

قرآن مجید کسی بھی آنے والے نبی کے بارے میں کسی بھی طرح کے اثباتی بیان سے بالکل خالی ہے۔

عرض ہے کہ اس پر کتاب شہادۃ القرآن میں حضرت مرزا صاحب نے بڑی تفصیل سے جواب دیا ہوا ہے۔ یہ بات مسلمانوں میں احادیث کی رُو سے تسلیم شدہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ اس بارہ میں قرآن مجید ان احادیث کی تائید میں ہو تو ہر مسلمان پر اس کا تسلیم کرنا واجب ٹھہرتا ہے۔ لہذا صداقت حضرت مسیح موعودؑ کے لئے آپ کے دعویٰ کو اِسی معیار سے جانچا جائے گا جس پر ہمیشہ سے مامورین من اللہ کو جانچا گیا ہے۔

اگر چہ جدید دور کے مسلمانوں کے بعض علماء بوجہ مایوسی اس عقیدہ سے آہستہ آہستہ سرک رہے ہیں کہ یہ نزول مسیح کا عقیدہ اسلام کی ایمانیات کا حصہ نہیں ہے۔ یا یہ بعد کی ایجاد ہے۔ مثلاً آزاد دائرہ معارف جو جماعت احمدیہ کا نہیں ہے اسکے مطابق ایک طرف ''قرآن کریم میں بصراحت نزول مسیح کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا ہے جیسے احادیث میں ہمیں ملتا ہے'' اور پھر آگے جا کر دوسرا موقف قرآن مجید سے اثباتی بیان درج کر کے لکھا ہے:

''وَاِنۡ مِّنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤۡمِنَنَّ بِہٖ قَبۡلَ مَوۡتِہٖ

(سورۃ النساء آیت 159)

اور (قربِ قیامت نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے وقت) اہلِ کتاب میں سے کوئی (فرد یا فرقہ) نہ رہے گا مگر وہ عیسیٰ (علیہ السلام) پر ان کی موت سے پہلے ضرور (صحیح طریقے سے) ایمان لے آئے گا اور قیامت کے دن عیسیٰ (علیہ السلام) ان پر گواہ ہوں گے۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پیشتر جب ان کا آسمان سے نزول ہوگا تو اہل کتاب ان کو دیکھ کر ان کو مانیں گے اور ان کے بارے میں اپنے عقیدے کی تصحیح کریں گے۔''

اسی عنوان کے نیچے مزید درج ہے کہ

''حیات و نزول مسیح علیہ السلام کے متعلق احادیث درجہ تواتر کو پہنچتی ہیں۔ ان احادیث کا متواتر ہونا محمد انور شاہ کشمیری نے اپنی کتاب »التصریح بما تواتر فی نزول المسیح« میں ثابت کیا ہے۔ چند احادیث پیش خدمت ہیں؛

وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: (کَیۡفَ اَنۡتُمۡ اِذَا نَزَلَ ابۡنُ مَرۡیَمَ فِیۡکُمۡ وَاِمَامُکُمۡ مِنۡکُمۡ (رواہ البخاری و مسلمؒ)

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا حال ہوگا تمہارا کہ جب عیسیٰ ابن مریم آسمان سے نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔''

پھر ''وفات مسیح پر اسلامی نقطہ نظر'' کے زیرِ عنوان لکھا ہے:

''یسوع مسیح جو اسلامی دنیا میں عیسیٰ علیہ السلام کے نام سے بطور نبی مانے جاتے ہیں، اسلام میں مسیح کی صلیبی موت اور وفات کا مسئلہ مسیح کی آمد ثانی کی طرح بہت اہمیت رکھتا ہے۔ مسلمانوں کی بڑی تعداد قرآن کی ان آیات جن میں مسیح کو آسمان پر اٹھا لینے کا ذکر ہے، ان سے مسیح کی زمینی وفات کا انکار کرتے اور مسیح کو چوتھے آسمان پر زندہ مانتے ہیں، مگر چند علماء ان آیات سے ایک دوسرا معنی اخذ کرتے ہیں کہ مسیح کی وفات ہوئی اور اس کے بعد وہ زندہ کیے گئے اور آسمان پر اٹھا لیے گئے، مگر اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ مسیح دوبارہ قریب قیامت زمین پر نزول کریں گے اور اپنی حکومت قائم اور یہودیوں کو قتل کریں گے۔''

ایک طرف آمدِ عیسیٰؑ کے عقیدے سے سرکنے کا عمل تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ دوسری طرف ابھی بھی کثرت سے مسلمان ان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی۔ جنہیں عیسائی خدا مانتے ہیں۔ جسمانی زندگی اور آمد ثانی پر صدقِ دل سے ایمان رکھتے ہوئے اضطراب کے ساتھ منتظر ہیں۔ اصولی طور پر ایسے مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق تو وہ مسلمان جو عقیدہ آمدِ ثانی سے سرک چکے ہیں ۔ ایمانیات کے اس حصّہ کی نفی کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج قرار پاتے ہیں۔ سو سال سے حیات اور وفات مسیح پر بحث کی وجہ سے۔ احمدیوں پر مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کا لگایا جانے والا الزام۔ بالکل بجا ہے۔ البتہ احمدیوں پر یہ الزام قرآن اور حدیث کی تابع فرمان ہونے کہ وجہ سے ہے۔ احمدیوں کے لئے چاند کو نکلا دیکھ کر اسے تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

محترم صاحب مضمون لکھتے ہیں:

''ہمارے نزدیک مرزا صاحب کے دعوے کی یہی وہ نوعیت ہے جس نے اُنھیں اُن صوفیا سے مختلف بنا دیا ہے جو مختلف دعوے کرتے ہیں۔ وہ لوگ دعوے تو کرتے ہیں، مگر دوسروں کے فیصلے نہیں کرتے لیکن مرزا صاحب اپنی نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں اور ساتھ ہی دوسروں کے ایمان کا فیصلہ بھی کر دیتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ اُن کے اپنی دانست میں نبی ہونے کا تقاضا ہے۔ نبی کا انکار کفر ہے، اس لیے اُن کے اس دعوے کے ساتھ ہی معاشرے میں کفر و ایمان کا مسئلہ پیدا ہو گیا۔ اس مسئلے کے ظہور کے بعد معاشرے کو یہ جواز مل گیا کہ وہ مرزا صاحب اور اُن کے پیروؤں کے بارے میں ایک سخت موقف اختیار کرے۔ دوسری طرف قرآن مجید بھی مسلمانوں کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ کسی فرد یا گروہ کے بارے میں کچھ شرائط کے پورا ہونے یا نہ ہونے کی بنیاد پر ان کی قانونی حیثیت طے کریں۔ چنانچہ کوئی ریاست یہ قدم اٹھا لیتی ہے تو یہ اُس کا حق ہے جو اس نے استعمال کر لیا۔ اِس میں دینی و شرعی لحاظ سے کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ چنانچہ اِسے قطعاً نہ اخلاقی طور پر غلط سمجھا جا سکتا ہے، نہ مذہبی طور پر۔''

محترم تسلیم حق کے قریب آ کر اپنا کانٹا معاشرے کے خوف کی بدولت تردیدِ حق کی طرف بدل لیتے ہیں۔ آپ مرزا صاحب کے دعویٰ اور صوفیا کرام کے دعوؤں

میں ہم آہنگی دیکھتے تو ہیں لیکن یہ لکھ کر کہ ”مرزا صاحب اپنی نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں اور ساتھ ہی دوسروں کے ایمان کا فیصلہ بھی کر دیتے ہیں“ اور یہی ثابت کرنے کی سعی فرماتے ہوئے۔محترم سچی بات بھی کر بیٹھے ہیں جو حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ کے حق میں جاتی ہے۔ان کی قائم کردہ تنقیحات ملاحظہ فرمائیں کہ:

1۔مرزا صاحب کا نبی ہونے کا تقاضا ہے۔

2۔ نبی کا انکار کفر ہے

3۔دعویٰ کے نتیجہ میں کفر وایمان کا مسئلہ پیدا ہو گیا۔

4۔معاشرے کو سخت موقف کا جواز مل گیا۔

5۔ قرآن مجید مسلمانوں کو کسی فرد یا گروہ کو کچھ شرائط کے پورا نہ ہونے پر قانونی حیثیت طے کرنے کا حق عطا کرتا ہے۔

۔6۔لہذا شرعاً ریاست جوان مسلمانوں کی نمائندہ ہے اس کو قدم اٹھانے کا حق منتقل ہو جاتا ہے۔

جہاں تک نبی ہونے کا تعلق ہے حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ خود ساختہ نہیں پوری امت منتظر ہے۔یہی وجہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے فرمایا کہ

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

ان مندرجہ بالا چھ تنقیحات کو ذہن میں رکھیئے اور انسان کی مذہبی تاریخ کے ہر دور پر نگاہ ڈالیئے۔

1۔آپکو ہر سچے فرستادہ کے وقت میں یہی نظارہ نظر آئے گا۔ایک زمانہ میں جب شدید انتظار کی حالت میں لوگوں کی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھ رہی ہوں جو یہ کہے کہ ”میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا“ گویا وہ مدعی بھی پہلے ان منتظرین میں سے ہی تھا۔یہ کوئی تقاضا نہیں۔یہ اعلان تو ایک حکمِ الٰہی کی تعمیل ہے۔

2۔نبی کا انکار کفر ہے۔انکار کے معنیٰ ہی کفر کے ہیں۔لیکن اصطلاحاً وہ کفر جو حکم خداوندی کے جانتے بوجھتے انکار کے نتیجہ میں ہو وہ گناہ بن جاتا ہے۔ایک بات جو موصوف سے عمداً یا سہواً لکھنے سے رہ گئی ہے وہ حضرت مرزا صاحب پر کفر کا فتویٰ پہلے بعض مسلمانوں کے علماء کی طرف سے لگایا جاتا ہے اور کسی دوسرے مسلمان پر از خود۔اسلام سے کفر۔کا فتویٰ بھی جائز نہیں۔اس بناء پر فتویٰ لگانے والا مسلمان تو خود کافر قرار پاتا ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی یہود نے بالکل اسی طرح فتویٰ لگایا تھا۔

3۔ دعویٰ کے نتیجہ میں کفر وایمان کا مسئلہ پیدا ہو گیا۔یہ بات بالکل درست ہے۔ظاہر ہے جو سچے مسیح موعودؑ کو نہ مانیں گے وہ انکے منکر یا انکے کافر ہی شمار ہوں گے۔یہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ آواز آئے گی ۔ ھذا خلیفۃ اللہ المھدی فاسمعوا لہ وأطیعوا۔لہذا آپ کے عقیدہ کے مطابق بھی جب کبھی واقعہ آمد مہدی موعود ہوگا تو لازماً کفر وایمان کا ملحف پیدا ہوگا۔اور اس مسئلہ کا نتیجہ بھی ظاہر ہے کہ پہلے فرستادوں کی آمد پر پیدا ہونے والے مسئلے کی مانند ہونا چاہیئے۔بلکہ اِسی طرح جیسے چودہ سو سال قبل مکہ میں مَن وعَن یہی مسئلہ پیدا ہوا تھا۔اس سے تو احمدی اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے پروانوں کی صفوں میں شمار کرنے میں حق بجانب ثابت ہوتے ہیں۔

4۔معاشرے کو سخت موقف کا موقعہ مل گیا۔یہ تنقیح بالکل درست ہے۔حضرت مرزا صاحب نعوذ باللہ حکمِ الٰہی کے برخلاف نہ دعویٰ کرتے تو نہ ہی معاشرے کو کفار مکہ کی طرح سخت موقف کا موقع ملتا۔احمدی بھی بڑے عجیب ہیں جو اپنی ہٹ دھرمی سے باز آتے ہی نہیں اور۔سخت موقف اختیار۔کرنے والوں کے ہاتھوں صحابہؓ کی سنت کے موافق اپنی جانوں اور مالوں کے نقصانات پے در پے برداشت کرتے چلے جاتے ہیں۔اسی معاشرہ کے متعلق ہی ایک نامور کالم نگار خورشید ندیم صاحب بڑے آزردہ ہو کر لکھتے ہیں:

”کوئی معاشرہ اگر اس سطح پر نفسا۔تی مریض بن جائے تو کیا کیا جائے؟ دو ہی راستے ہیں۔اصلاح کی کوشش یا پھر ہجرت؟ معاشرتی اصلاح کی کوشش آسان نہیں و اور نہ ہی یہ بہت جلد نتیجہ خیز ہوتی ہے۔یہ بہت صبر آزما ہے۔مزید یہ کہ یہاں اصلاح کے امکانات کم وبش اب ختم ہو چکے۔بند معاشروں میں اصلاحی کاوشوں کے لئے امکانات معدوم ہو جاتے ہیں۔اب ایک ہی راستہ باقی ہے:ہجرت۔“

(کالم ”ہم سب“24اگست 2019)

اِسی معاشرہ کے بالمقابل جس کو۔سخت موقف کا موقعہ۔مل گیا۔احمدیوں کا طریق کار ہمیشہ اور ہر حال میں مَآ أَنَا عَلَيۡهِ وَأَصۡحَابِي کے تابع ہے۔سابقہ ساری تاریخ سے دونوں رویّوں کو آمنے سامنے رکھ کر تسلّی کر لیں۔

جنگی گلیوں میں کانٹے بچھائے گئے
جن کے بستے ہوئے گھر جلائے گئے
وہ جو ہر دور میں آزمائے گئے
بے گناہ جو لہو میں نہائے گئے

ہم وہی لوگ ہیں (مَآ أَنَا عَلَيۡهِ وَأَصۡحَابِي) یہ محض شاعری نہیں ہے۔لاہور میں احمدیوں کے دو مقامات جنہیں مسجد کہنے پر پابندی ہے جمعۃ المبارک کے روز چھیانوے نمازیوں کا قتلِ عام گواہ ہے۔اس کے علاوہ سینکڑوں واقعات کی مثال دی جاسکتی ہے۔لیکن احمدیوں نے کیس خدا کے سپرد کیا ہوا ہے۔جس کی لاٹھی کی آواز بہروں کو سنائی نہیں دیتی۔البتہ احمدیوں کو سنائی دے رہی ہے۔ان کی استقامت کی ایک وجہ یہ بھی ہے

کوئٹہ کی عدالت میں مسلمان کہلانے والے ایک عالم نے مسلمان عدالت میں مسلمان جج کے سامنے اپنی آزاد رضا مندی اور بلا جبر واکراہ غیرے یہ بیان دیا تھا

کہ آجکل پاکستان میں ہم یعنی غیراز جماعت مسلمان پاکستان میں احمدیوں کے ساتھ وہی سلوک کر رہے ہیں جو مشرکینِ مکہ دورِ نبوی میں مسلمانوں کے ساتھ کیا کرتے تھے۔

5۔موصوف محترم نے پانچویں تنقیح یہ قائم کی ہے کہ۔قرآن مسلمانوں کو۔کسی گروہ یا فرد کی۔حیثیت طے کرنے کا حق۔دیتا ہے۔ویسے تو یہ بات قرآن کی رو سے درست نہیں ہے لیکن بفرضِ محال تسلیم کر بھی لی جائے تو ان پر اس سوال کا جواب دینا واجب ہو جاتا ہے کہ مسلمان سے اِن کی مراد کیا ہے۔اس طرح تو پھر مرغی اور انڈے والی مشکل پیدا ہو جاتی ہے۔کیونکہ مسلمان کی ایک معیّن تعریف پر اس وقت کے مسلمان کہلانے والے مسلمانوں میں اتفاق نہیں ہے۔اس پر بے شمار لکھا جا چکا ہے۔البتہ ایک تعریف ہے جس کی رو سے اس اُٹھے ہوئے مسئلے کو سمجھا جا سکتا ہے اور وہ ہے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی روشنی میں۔حدیث نبوی جس کو اب بعض بدکار مولوی ضعیف بھی قرار دینے لگے ہیں۔

''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے'رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ'' میری امت 73 فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی،سوائے ایک جماعت کے سب دوزخ میں جائیں گے،عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ کونسا گروہ ہوگا؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا:(ما انا علیه واصحابی)''یہ وہ جماعت ہوگی جو اس راستے پر چلے گی جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔''(ترمذی:2565)''

6۔چھٹی تنقیح کے تحت۔ان کی پانچویں تنقیح کے اثبات کی صورت میں۔جس کے مطابق۔کسی فرد یا گروہ کی حیثیّت کا تعیّن کا حق۔قرآن مسلمانوں کو دیتا ہے۔اور ریاست جو ان مسلمانوں کی نمائندہ ہے اس کو یہ۔قدم اٹھانے کا حق منتقل۔ہو جاتا ہے۔ان کے اسی موقف کی تائید میں یہ حیثیت طے کرنے کا حق 1974 میں پاکستان کے صرف اپنے آپ کو مسلمان کہنے والوں کی نمائندہ قومی اسمبلی نے استعمال کیا گیا ہے۔جس کے مطابق۔احمدیوں کو دستور اور قانون کی اغراض کے لئے ناٹ مسلم قرار دیا۔اور اسی فعل سے مندرجہ بالا حدیث کی صداقت ثابت ہوتی ہے۔ مندرجہ بالا واقعہ۔جس کو یہ نہ صرف تسلیم کرتے ہیں بلکہ ان کو جائز کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کے برخلاف فیصلوں کو قرآن کی طرف بغیر حوالے کے منسوب کر کے۔اسلام کے خدام میں۔اپنا نام درج کروانا چاہتے ہیں۔اور اس طرح الحمدللہ یہ بالواسطہ یا بلاواسطہ احمدیوں کو قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی صف مسلسل شمار کرتے چلے جاتے ہیں۔احمدی اس اعزاز کو دی جانے والی اذیتوں اور دکھوں کے باوجود بخوشی قبول کر رہے ہیں۔احمدیوں کا اعلان ہے۔

تیری محبت کے جُرم میں ہاں جو پیس بھی ڈالے جائیں گے ہم
تو اس کو جانیں گے عین راحت نہ دل میں کچھ خیال لائیں گے ہم
جو کوئی ٹھوکر بھی مارے گا تو اس کو سہہ لیں گے ہم خوشی سے
کہیں گے اپنی سزا یہی تھی زباں پہ شکوہ نہ لائیں گے ہم

ویسے یہ امور بھی غور طلب ہیں کیا واقعی اس۔موضوعی۔معاشرے کے حق کے ریاست کی طرف انتقال۔کی گنجائش ہے اور کیا واقعی پاکستان کے مسلمان وہی مسلمان ہیں جن کو دوسروں کی حیثیّت کے تعیّن کا یہ استحقاق بخشا گیا ہے؟۔اور کیا پاکستان کی موجودہ ریاست (لال مسجد والوں سمیت) واقعی سارے مسلمانوں کی نمائندہ ریاست ہے؟۔

ان کی منطق کے مطابق مفروضہ کے طور پر اگر یہ طے کر لیا جائے کہ''انیس برابر آٹھ کے ہیں تو ستاون کا نصف بارہ ہوگا''۔منطقی لحاظ سے یہ درست ہے۔کیونکہ انیس اور ستاون میں ایک اور تین کی نسبت ہے لہٰذا آٹھ کا تین گنا چوبیس اور اس کا نصف بارہ منطقی اعتبار سے درست بنتا ہے لیکن یہ منطقی بات درست ہونے کے باوجود استقرائی درجہ حاصل نہیں کر سکتی اور خاص طور پر اگر اس کے برعکس قرآنی دلائل اور عصری شواہد موجود ہوں تو اس منطق پر عمرانی معاملات کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔اس لئے مفروضہ دینی اور قانونی اعتبار سے بالکل غلط ہے۔

محترم موصوف صداقت کے متلاشیوں کے رویّہ کے برخلاف اپنی منطق کی رُو سے ایک نتیجہ پہلے سے متعیّن کر کے بعد میں اس کی حمایت میں دلائل جمع کرتے ہیں۔دنیاداری کے معاملات میں بعض اوقات یہ ایک جائز چالاکی سمجھی جا سکتی ہے لیکن دین و ایمان کے معاملات میں خدا تعالیٰ کے حضور ان چالاکیوں کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔

اصل معاملہ وحی اور الہام کے بند یا نہ بند ہونے کا ہے یہ حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ کے بعد پیدا نہیں ہوا۔اس پر امت مسلمہ صدیوں سے مختلف آراء میں تقسیم ہے۔مولانا نانوتوی صاحب ؒ کی کتاب اس سلسلہ میں واضح طور جماعت احمدیہ کے موقف کی تائید کرتی ہے۔دیگر بزرگان دین کی آراء بھی جماعت احمدیہ کے لٹریچر میں بکثرت موجود ہیں۔

انہوں نے اپنے مدعا کو قرآن مجید کی تعلیم کے نام پر قانونی انداز میں جائز ثابت کرنے کی جو کوشش کی ہے۔اس میں ان سے یہ غلطی سرزد ہو گئی ہے کہ انہوں نے لفظ ریاست کو اسلامی مفہوم میں پیش کر کے اسے ایک ذی شعور ہستی کا درجہ دیتے ہوئے اس کے دائرہ کار کو وسیع کر کے وہ امور بھی شامل کر دیئے ہیں جو کسی بھی زمانے میں شامل نہیں تھے۔انگریزی کے لفظ سٹیٹ کا ترجمہ ریاست کرنے سے ایسی الجھن پیدا ہو چکی ہے کہ ہر ذہن میں اس کا نقشہ نہ صرف مختلف ہے بلکہ بعض صورتوں میں متضاد ہے۔ریاست کے لئے رئیس کا ہونا ضروری ہے۔جو مطاع ہوتا ہے اور باقی اس کے مطیع ہوتے ہیں۔اس کے لئے جمہوریت کی شرط نہیں ہے۔چند صدیوں سے سیاسی فلسفہ دانوں نے نظریہ معاہدہ عمرانی پیش کر کے قومی ریاستوں کے لئے جمہوریت بمعنی اکثریت کی حکومت کی بنیاد پر سماج کو ایک نظام کے تابع کرنے کی تعلیم دی ہے۔

مغربی قومی ریاستوں کی تشکیل اسی فلسفہ کی مرہونِ منت ہے۔ ہندوستان کی آزادی کے وقت مسلمانوں کو جمہوریت کے اسی اصول کی وجہ سے خوف تھا کہ ہندو اکثریت کبھی بھی مسلمانوں کو انکی مرضی کے مطابق طرزِ زندگی اختیار کرنے کی اجازت نہیں دے گی جس کا توڑ نظریہ پاکستان کی صورت میں سامنے لایا گیا۔ بھارت کے زیرِ انتظام کشمیر کی اس وقت 2019 میں صورتحال مسلمانوں کے اِس خدشہ کی اب تصدیق کر رہی ہے۔ دوسری طرف باقی دنیا اس سیاسی شعور میں ترقی کر کے ''اقتدار اعلیٰ'' کی تحدید کرنے کو مجموعی فلاح کے لئے ناگزیر سمجھنے لگی ہے۔ مغربی جمہوریتوں میں پارلیمنٹس کے لئے یہ ممکن نہیں رہا کہ وہ بنیادی انسانی حقوق پر قدغن لاگو کرنے والے قوانین وضع کر سکیں۔ یورپ کی ریاستیں تو بہت سارے قانون سازی کے اختیارات سے دستبردار ہو کر یورپی پارلیمنٹ کو دے چکی ہیں۔ پاکستان اس سفر میں ابھی بہت پیچھے ہے اور وہ خوف جو ہندو اکثریت کا دل میں بیٹھا ہوا تھا وہ جنگوں کے باوجود تحت الشعور میں ابھی تک نہ صرف موجود ہے۔ بلکہ اس خوف سے نجات کے لئے ملک کے اندر کمزور طبقات پر جبر طاری کرنے کا محرک بنا ہوا ہے۔

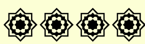
محترم موصوف حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ مسیح موعودؑ کو۔شنیع تر۔ثابت کرنے کے لئے لکھتے ہیں:

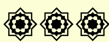
''ابھی تک اُن کے اس سفر میں وہ مسیح ہی بنے تھے۔ بات مسیح تک رہتی تو بہت غنیمت تھی۔ مگر اب وہ حریم نبوت میں نقب لگانے کی تیاری کرتے ہیں۔ تاہم اسکی ذمہ داری بھی خود لینے پر تیار نہیں ہیں بلکہ وہ اس کا الزام بھی اللہ تعالیٰ پر ڈالتے ہیں''

انکی اسی بات میں تضاد ملاحظہ کریں۔ اگر بات مسیح تک رہتی تو بہت غنیمت تھی۔ ذیل کی حدیث حضرت مسیح کی بابت ہے ملاحظہ فرمائیں:

''حضرت مسیح علیہ السلام (دجال کو) طلب کریں گے، اسے باب لد پر پائیں گے تو اسے قتل کر دیں گے، پھر عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے پاس وہ قوم آئے گی جسے اللہ نے دجال سے محفوظ رکھا تھا، پس عیسیٰ علیہ السلام ان کے چہروں کو صاف کریں گے اور انہیں جنت میں ملنے والے ان کے درجات بتائیں گے۔ پس اسی دوران حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ رب العزت وحی نازل فرمائیں گے کہ تحقیق میں نے اپنے ایسے بندوں کو نکالا ہے کہ کسی کو ان کے ساتھ لڑنے کی طاقت نہیں۔ پس آپ میرے بندوں کو حفاظت کے لئے طور کی طرف لے جائیں اور اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو بھیجے گا اور وہ ہر اونچائی سے نکل پڑیں گے، ان کی اگلی جماعتیں بحیرہ طبری پر سے گزریں گی اور اس کا سارا پانی پی جائیں گے اور ان کی آخری جماعتیں گزریں گی تو کہیں گی کہ اس جگہ کسی وقت پانی موجود تھا اور اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھ محصور ہو جائیں گے، یہاں تک کہ ان میں کسی ایک کے لئے بیل کی سری بھی تم میں سے کسی ایک کے لئے آج کل کے سو دینار سے افضل و بہتر ہوگی۔ پھر اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کرے گا، وہ ایک جان کی موت کی طرح سب کے سب یک لخت مر جائیں گے۔ پھر اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی زمین کی طرف اتریں گے تو زمین میں ایک بالشت کی جگہ بھی یاجوج ماجوج کی علامات اور بدبو سے انہیں خالی نہ ملے گی۔ پھر اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ بختی اونٹوں کی گردنوں کے برابر پرندے بھیجیں گے جو انہیں اٹھا کر لے جائیں گے اور جہاں اللہ چاہے وہ انہیں پھینک دیں گے پھر اللہ تعالیٰ بارش بھیجے گا جس سے ہر مکان خواہ وہ مٹی کا ہو یا بالوں کا آئینہ کی طرح صاف ہو جائے گا اور زمین مثل باغ یا حوض کے دھل جائے گی۔ پھر زمین سے کہا جائے گا: اپنے پھل کو اگا دے اور اپنی برکت کو لوٹا دے، پس ان دنوں ایسی برکت ہوگی کہ ایک انار کو ایک پوری جماعت کھائے گی اور اس کے چھلکے میں سایہ حاصل کرے گی اور دودھ میں اتنی برکت دے دی جائے گی کہ ایک دودھ دینے والی گائے قبیلہ کے لوگوں کے لئے کافی ہو جائے گی اور ایک دودھ دینے والی اونٹنی ایک بڑی جماعت کے لئے کافی ہوگی اور ایک دودھ دینے والی بکری پوری گھرانے کے لئے کفایت کر جائے گی، اسی دوران اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو لوگوں کی بغلوں کے نیچے تک پہنچ جائے گی، پھر ہر مسلمان اور ہر مومن کی روح قبض کر لی جائے گی اور بد لوگ ہی باقی رہ جائیں گے، جو گدھوں کی طرح کھلے بندوں جماع کریں گے، پس انہیں پر قیامت قائم ہوگی۔'' (یہ کاپی پیسٹ جماعت کے ایک مخالف کے پیج سے کی گئی ہے)

لہٰذا ان کا یہ کہنا حدیث نبوی کے مطابق درست نہیں ہے کہ بات مسیح تک رہتی تو بہت غنیمت تھی۔ حالانکہ دعویٰ نعوذ باللہ جھوٹا ہوتا تو غنیمت ہر گز شمار نہیں کیا جانا چاہیئے تھا۔ اور اگر وہ سچے مسیح ہوں تو پھر وہ اپنے آپ کو نبی کہیں تو ان کے دعویٰ کی صداقت کو تسلیم کرنا لازم ٹھہرتا ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ خدا کی طرف سے ہی مسیح بھی ہوں اور جھوٹ بھی بولیں۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ کی حدیثِ مبارکہ کے مطابق مسیح کا کو چار بار نبی اللہ کہا گیا ہے اور اس پر وحی الٰہی کے نزول کی بشارت دی گئی ہو تو کسی بھی سعید فطرت مسلمان کے لئے سوائے قبول کرنے کے کوئی جائے مفر نہیں ہے۔ اب اس حدیث کی روشنی میں حضرت مسیح موعود کے نبی اللہ اور صاحب وحی والہام ہونے کے دعویٰ کو حریم نبوت میں نقب لگانا قرار دینے والے کے لئے فکر کرنے کی جا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی بتائی ہوئی راہ چھوڑ کر اور اپنی عقل کو دین پر حاکم بنا کر کہیں اپنی ہی طے کردہ غلط سمت کی جانب رواں تو نہیں ہے۔ **وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على أشرف المرسلين۔**





مکرم اوریا مقبول جان کی مکھی پہ مکھی

وہائٹ ہاؤس لندن کی مزعومہ سازش جس کے کئی ولن

گوشہ حسن انتخاب ناصر احمد سدھو۔سینیگال



(مکرم اصغر علی بھٹی صاحب کی زیر تحریر کتاب"وائٹ ہاؤس لندن کا حواری نبی" سے خصوصی طور پر قندیل حق کے لئے انتخاب مولف کی اجازت سے)

نوٹ:: حالیہ دنوں میں مولوی فضل الرحمٰن صاحب کے دھرنے کے کنٹینر پر رونق افروز ہونے والوں نے کرتا پور راہداری اور مجوزہ خالصتان کا بہت ذکر کیا۔اور بڑے فخر سے دنیا کو بتایا کہ مکرم آغا شورش کاشمیری صاحب کا دماغ ایسی سازشوں کی بو سونگھنے کا بہت ماہر تھا خیر خالصتان کا مجوزہ ملک جس میں احمدی صدر اور کوئی سکھ وزیر اعظم ہوگا اس دور کی کوڑی اور اندھے جھوٹ پر پاکستانی میڈیا بہت لعن طعن کر چکا ہے اس لئے اس پر تو کچھ کہنے کی مزید کوئی ضرورت نہیں البتہ اسی طرح کی ایک اور دار فنطنی انہوں نے وائٹ ہاوس لندن کی ایک میٹنگ کے نام سے بھی عجمی نبی کے نام پر چھوڑی تھی۔آپ وائٹ ہاوس لندن پر مسکرایئے مت کیونکہ یہ قوم"وکی لیکس والے جمائمہ خان کے خاندانی میراثی"ہیں۔یہ کوئی بھی ایسی لایعنی چھوڑ سکتے ہیں۔اس وقت مجھے مکرم اصغر علی بھٹی صاحب کی زیر تحریر کتاب"وائٹ ہاؤس لندن کا حواری نبی" یاد آرہی ہے جو مجھے گزشتہ دنوں دیکھنے کا موقعہ ملا۔مولف کی اجازت سے وہی آپ کی خدمت میں پیش ہے

سازش کی کہانی نمبر 1

انٹرنیشنل ختم نبوت مومنٹ پاکستان سال 2008 کے مطابق 1869 میں برطانیہ کی انگلش گورنمنٹ نے ہندوستان میں اپنی ناکامیوں اور اپنے قدم نہ جم پانے کی وجوہات کو سمجھنے کے لئے ایک کمیشن ہندوستان بھیجا۔

''برطانوی سامراج جب متحدہ ہندوستان میں اپنے قدم جمانے لگا تو اسے مسلمانوں کی طرف سے سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔محبان وطن اس غیر ملکی گروپ پر وہ حملے کرنے لگے تو انگریز سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ ان سے سے کیسے جان چھڑائی جائے۔1869 میں استعماریوں نے اپنے جاسوسوں کا اجلاس بلایا اور انہیں ذمہ داری سونپی کہ وہ ہندوستان میں انگریزوں کے پاؤں نہ جمنے کے اسباب تلاش کریں۔پھر 1870 میلادی میں میں ان لوگوں کو انگلینڈ اکٹھا کیا جنہوں نے رپورٹ دی کہ ہندوستان کے مذہبی بزرگوں کے پیروکار اپنے بڑوں کی بہت مانتے ہیں جب وہ انہیں بتاتے ہیں کہ یہ برطانوی عیسائی کافر ہیں اور ہمارے ملک پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں انہیں یہاں سے مار بھگاؤ تو وہ اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں کیونکہ انہیں یقین ہے کہ عیسائیوں کے ساتھ لڑنا جہاد کا درجہ رکھتا ہے لہذا اس جذبہ کو سرد کرنے کے لئے کوئی ایسا آدمی تلاش کیا جائے جو نبوت کا دعوی کرے پھر وہ جہاد کی حرمت کا اعلان کر دے''

(تحفظ ختم نبوت کی صد سالہ تاریخ ترتیب و تدوین مولوی مشتاق احمد چنیوٹی ص 14 انٹرنیشنل ختم نبوت مومنٹ پاکستان سال (2008)

سازش کی کہانی نمبر 2

شعبہ نشر و اشاعت مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے مطابق کمیشن کے لوگ سال بھر انڈیا میں پھر کر معلومات حاصل کرتے رہے۔واپسی پر 1870 میں ''وہائٹ ہاؤس لندن''میں منعقدہ ایک انٹرنیشنل میٹنگ میں انہوں نے اپنی رپورٹ پیش کی۔بعد میں اس سازشی پلان میٹنگ کو ''دی ارائیول آف برٹش ایمپائر ان انڈیا''نامی رپورٹ میں پبلک کر کے شائع کر دیا گیا۔مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے مطابق یہ کہانی یوں تھی

'' 1857 وہ پر آشوب دور تھا جب کہ ہندوستان پر مسلمان حکومت کی جگہہ انگریزی حکومت لے رہی تھی۔اہل اسلام نے انگریزی حکومت کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔اس مقدس جہاد میں بہادر شاہ ظفر سے لے کر ایک عامی مسلمان تک علمائے اسلام کی قیادت میں ہر کہ و مہ نے حصہ لیا۔چونکہ اقوام ہند سے مسلمان ہی سب سے زیادہ انگریز سے برسر پیکار تھے اس لئے 12 برس بعد جب کہ ہندوستان پر نصرانی حکومت اپنے ظلم و ستم اور بعض نام نہاد مسلمانوں کی امداد کے ذریعہ قبضہ حاصل کر چکی تھی۔1869 میں انگریزوں نے ایک کمیشن لنڈن سے ہندوستان بھیجا تا کہ وہ انگریز کے متعلق مسلمان کا مزاج معلوم کرے اور آئیندہ کے لئے مسللمان کو رام کرنے کی تجاویز مرتب کرے۔اس کمیشن نے ایک سال

ہندوستان میں رہ کر مسلمانوں کے حالات معلوم کئے

1870 وہائٹ ہاؤس لندن میں کانفرنس منعقد ہوئی جس میں کمیشن مذکورہ کے نمائندگان کے علاوہ ہندوستان میں متعین مشنری کے پادری بھی دعوت خاص پر شریک ہوئے۔ اس میں دونوں نے اعلیحدہ اعلیحدہ رپورٹ پیش کی ارائیول آف برٹش ایمپائر ان انڈیا کے نام سے شائع کی گئی جس کے دو اقتباس پیش کیٔ جاتے ہیں۔

رپورٹ سربراہ کمیشن سرولیئم

مسلمانوں کا مذہبا" عقیدہ ہے کہ وہ کسی غیر ملکی حکومت کے زیر سایہ نہیں رہ سکتے اوران کے لئے غیر ملکی حکومت کے خلاف جہاد کرنا ضروری ہے۔ جہاد کے اس تصور سے مسلمانوں میں ایک جوش اور ولولہ ہے اور وہ جہاد کے لئے ہر لحہ تیار ہیں۔ ان کی کیفیت کسی وقت بھی انہیں حکومت کے خلاف اُبھار سکتی ہے۔

رپورٹ پادری صاحبان

یہاں کے باشندوں کی ایک بہت بڑی اکثریت پیری مریدی کے رجحانات کی حامل ہے اگر اس وقت ہم کسی ایسے غدار کو ڈھونڈ نے میں کامیاب ہوجائے جو ظلی نبوت کا دعوی کرنے کو تیار ہوجائے تو اس کے حلقہ نبوت میں ہزاروں لوگ جوق در جوق شامل ہوجائیں گے۔ لیکن مسلمانوں میں اس قسم کا دعوی کے لئے کسی کو تیار کرنا ہی بنیادی کام ہے۔ یہ مشکل حل ہوجائے تو اس شخص کی نبوت کو حکومت کے زیر سایہ پروان چڑھایا جاسکتا ہے۔ ہم اس سے پہلے برصغیر کی تمام حکومتوں کو غدار تلاش کرنے کی حکمت عملی سے شکست دے چکے ہیں۔ وہ مرحلہ اور تھا اس وقت فوجی نقطعہ نظر سے غداروں کی تلاش کی گئی تھی لیکن اب جبکہ ہم برصغیر کے چپے چپے پر حکمران ہو چکے ہیں اور ہر طرف امن وامان بحال بھی ہوگیا ہے تو ان حالات میں کسی ایسے منصوبے پر عمل کرنا چاہیئے جو یہاں کے باشندوں کے داخلی انتشار کا باعث ہو؛؛

(اقتباس از مطبوعہ رپورٹ کانفرنس وہائٹ ہاؤس لندن منعقدہ 1870 دی ارائیول آف برٹش ایمپائر ان انڈیا)

قرآنی تعلیمات کی بناء پر مسلمان کے لئے جہاد ایک ایسا مقدس فریضہ اور محبوب مشغلہ تھا۔ جس کے طفیل عرب کے بادیہ نشینوں نے قیصر وکسری کے تخت الٹ دیئے۔ اس لئے سازش کی گئی کہ مسلمانوں میں کوئی غدار تلاش کر کے دعوی نبوت کرایا جائے اور جہاد کو حرام اور انگریزی حکومت کی تابعداری کو عین فرض قرار دے۔۔۔

مندرجہ ذیل پتہ پر خط و کتابت کیجئے

شعبہ نشر و اشاعت مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان ملتان

وائٹ ہاؤس لندن کی داستان سازش اور اوریا مقبول جان کی مکھی پہ مکھی

ممتاز بریلوی عالم دین جناب محمد حسن علی رضوی بریلوی مہتمم مدرسہ انوار رضا میلسی صاحب نے ایک موقعہ پر فرمایا تھا کہ ''اس دور میں شر پسندی وفتنہ پروری سستی شہرت حاصل کرنے کا ایک اچھا ذریعہ ہے۔ جو بھی دوٹکے کا ملاّں اپنی دوکان چمکانا چاہتا ہے کوئی شرانگیز وپُرفتن کتابچہ لکھ مارتا ہے''

(برق آسمانی برفتنہ شیطانی مصنفہ جناب محمد حسن علی رضوی بریلوی مہتمم مدرسہ انوار ناشر البرھان پبلی کیشنز سنی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور ص10)

اوریا مقبول جان صاحب جو آج کل سرکاری نوکری کے بعد ریٹائرمنٹ کی زندگی گزار رہے ہیں نے فارغ اوقات میں مصروفیت کے لئے شوبز کی دنیا کا رخ کیا اور ڈرامہ لکھنے کا کام شروع کردیا۔ تین چار ڈرامے لکھے جن میں سے کچھ ہٹ بھی ہوئے مگر کوئی خاص جگہہ نہ بن سکی۔ آپ ہمت نہیں ہارے اور ٹی وی و اخبارات میں دانشوری اور تجزیہ کاری کا کا م کرکے پیٹ کا دھندا چلانے کی ٹھان لی۔ پروگراموں میں دائیں بازو کی دبی دبی وکالت شروع کردی۔ بات کچھ آگے چلی تو کالم نویسی بھی شروع کردی۔ دوسروں کے ٹی وی شوز میں حصہ لیتے لیتے اپنا پروگرام کرنے کو جی للچانے لگا تو آپ ایک کمزور سے babay chanel یعنی neo news پہنچ گئے اور حرف راز نامی پروگرام کی اینکری حاصل کرلی۔ اور پھر یہیں سے آپ کے دل میں وہ دبی چنگاری یعنی شہرت کے ہما کو اپنے سرپر بٹھانے کی آشا گدگدانے لگی۔ اور جیسا کہ جناب محمد حسن علی رضوی بریلوی صاحب فرماتے ہیں کہ سستی شہرت کا آسان اور تیز ترین شارٹ کٹ تو فتنہ پروری ہی ہے سو آپ نے بھی اسی ڈگر پر اپنی گاڑی موڑلی اور جماعت احمدیہ پر حملہ آور ہوگئے۔ اور یوں وہی پرانا راگ الاپنا شروع کردیا جو احراری علماء نے جب کانگریسی ہندووں کے ساتھ مل کر پاکستان کی مخالفت کی مگر مسلم لیگ اور قائداعظم کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد جب 1947 میں پاکستان بن گیا تو پھر ہندوستان چھوڑ کر پاکستان آنے کے لئے، اور پاکستان کی سیاست میں چور دروازے سے داخل ہونے کے لئے الاپا تھا یعنی کہ انگریز نے مسلمانوں سے جذبہ جہاد ختم کرنے کے کے لئے ایک سازش سوچی کہ ایک نبی کھڑا کیا جائے اور اس سے جہاد کی ممانعت کا فتویٰ دلوایا جائے۔ آپ 6 ستمبر 2016 کو پاکستان کے اردو نیوز چینل neo news پر جماعت کے خلاف پروگرام کررہے تھے۔

میں اسے مکھی پہ مکھی مارنے کا نام اس لئے دے رہا ہوں کہ چلو

۞ ایک منٹ کے لئے وہائٹ ہاؤس لندن کے جغرافیے کو بھی بھول جاتے ہیں۔

۞ فوجی نقطہ نظر سے غدار اور اب مذہبی نقطعہ نظر سے غدار کی اصطلاحیں بھی

بھول جاتے ہیں

۞ بقول انڈیا آفس لائبریری کے اس بیان کو بھی کہ ''دی ارائیول آف برٹش ایمپائران انڈیا'' نام کی کوئی کتاب کوئی رپورٹ کبھی شائع نہیں ہوئی کو بھی نظرانداز کر دیتے ہیں۔

۞ کون سا وفد؟ کون ممبر تھا؟ کس سے ملا؟ کس شہر میں اترا؟ کس کو نظر آیا؟ کس اخبار نے ذکر کیا؟ یہ باتیں پی جاتے ہیں؟؟ مگر افسوس صد افسوس کہ ہو بہو یہی الفاظ۔ یہی سازش کی سکیم۔ یہی انگریزوں کے جہاد کو ختم کرنے کے پلان کی کہانی بریلوی دیوبندیوں کے خلاف بیان کر رہے ہیں تو دیوبندی بریلویوں کے خلاف۔ بریلوی اہل حدیثوں کے خلاف تو اہل حدیث بریلوی اور دیوبندیوں کے خلاف۔ دیوبندی شیعہ کے خلاف اور پھر یہ سارے ملکر وہی کہانی احمدیت کے خلاف بیان کرنے لگ جاتے ہیں۔

اس داستان سازش کی کہانی کی سب سے نکمی بات یہ ہے کہ کہانی وہی رکھی جاتی ہے کہ انگریز برصغیر کے مسلمانوں کا جذبہ جہاد ختم کرنا چاہتا تھا مگر کوئی ولن مولانا احمد رضا خان کو بنا دیتا ہے تو کوئی اسی کہانی کا ولن شاہ اسمٰعیل شہید اور سید احمد شہید بالاکوٹ کو بنا دیتا ہے۔ کوئی مولانا قاسم نانوتوی اور اشرف علی تھانوی کو تو کوئی مولوی نذیر حسین دہلوی اور مولوی محمد حسین بٹالوی کو۔ کوئی دیوبند مدرسے کو، تو کوئی علی گڑھ کی مسلم یونیورسٹی اور دارالعلوم ندوہ کو اور پھر اور پھر یہ سارے کردار اکٹھے ہو کر اسی کہانی کو بانی جماعت احمدیہ کے سر مڑھ دیتے ہیں۔ اور یوں یہ سارا تے شدہ مواد کبھی اوریا مقبول جان جیسے چینیل کی ریٹنگ کے مارے صحافی اٹھا لیتے ہیں تو کبھی ضیاء الحق جیسے اقتدار کے بھوکے۔

ایک مزعوعہ سازش جس کے کئی ولن

1۔ برصغیر میں داستان سازش کے مرکزی ولن وہابی اکابرین تھے ۔۔۔ بریلوی دعوی

ممتاز بریلوی عالم دین خلیفہ مفتی اعظم ہند جناب مولانا عبد الوہاب خان قادری رضوی صاحب انگریز کی اس سازش کی تفاصیل یوں بیان فرماتے ہیں

عزیز دوستو قیامت قریب سے قریب تر ہوتی جا رہی ہے۔ نئے نئے فتنے طرح طرح کے حشرات الارض کی مانند پھیلتے جا رہے ہیں ان ہی فرقوں میں سے ایک فرقہ وہابیہ بھی ہے جو مختلف چولوں میں نظر آ رہا ہے۔ ان میں غیر مقلد جو اپنے کو اہل حدیث کہتے ہیں اور تقلید آئمہ کو شرک ٹھراتے ہیں اور ان ہی وہابیہ میں مقلد بھی ہیں جو اپنے آپ کو سنے اور حنفی بتاتے ہیں اور مسلمانوں پر شرک کا فتوی لگاتے ہیں۔ ان میں بھی متعدد گروہ ہیں مثلا" دیوبندی، تبلیغی، مودودی اور سواد اعظم اہل سنت ۔تقریبا" ڈھائی تین سو سال پہلے متحدہ ہندوستان میں وہابیت دیوبندیت نام کی کوئی چیز نہ تھی اور نہ ہی غیر مقلدیت اہل حدیث کا نام و نشان تھا۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی اور اُن کے رفقاء کار نے انگریزوں کی سرپرستی میں وہابیت کو پروان چڑھایا۔ اور مسلمانوں کو سکھوں سے جہاد کرنے کا فریب دے کر۔ پہلا جہاد حاکم یاغستان یار محمد خان سے کیا۔ آپ استنجے کے لئے اگر ڈھیلا تلاش کریں تو بدقت تلاش بسیار کے بعد ہی ملے گا مگر مسجد کی امامت کے لئے وہابی دیوبندی وغیرہ کی تلاش کی کوئی دقت نہیں ہوگی۔ ایک مانگو گے تین ملیں گے۔ یہ گمراہی کے ثمرات ہیں..

(اہل سنت دیوبند کا عرفان ص 7 و 8 مفتی ابوالرضا عبدالوہاب خاں القادری)

جناب خلیفہ عبدالوہاب قادری صاحب جو خلیفہ مجاز ہیں جناب مفتی اعظم ہند کے۔ انہوں نے اپنی دوسری تصنیف میں اس انگریزی سازش کو اور مزید تفصیل سے رقم بند کیا ہے

آپ زیرعنوان انگریز کی سیاست میں اس انگریزی داستان سازش میں انگریز ی سازش کو سمجھانے کے لئے ایک مشہور دیوبندی مولوی خالد محمود صاحب کو ہی درج کرتے ہوئے تفصیل یوں بیان فرماتے ہیں

اس وقت انگریز اپنی حکومت کو مضبوط بنانے کے لئے نئی نئی اسکیمیں سوچ رہا تھا وہ مسلمانوں کے خلاف تدبیریں سوچتا منصوبے بناتا گمراہ کن چالیں چلتا تھا۔ یہی ڈاکٹر خالد محمود صاحب رقم طراز ہیں کہ

1870 وہائٹ ہاؤس لندن میں کانفرنس منعقد ہوئی جس میں کمیشن مذکورہ کے نمائندگان کے علاوہ ہندوستان میں متعین مشنری کے پادری بھی دعوت خاص پر شریک ہوئے۔ اس میں دونوں نے علیحدہ علیحدہ رپورٹ پیش کی ارائیول آف برٹش ایمپائر ان انڈیا کے نام سے شائع کی گئی جس کے دو اقتباس پیش کئے جاتے ہیں

رپورٹ سربراہ کمیشن سر ولئیم

مسلمانوں کا مذہبا" عقیدہ ہے کہ وہ کسی غیر ملکی حکومت کے زیرسایہ نہیں رہ سکتے اور ان کے لئے غیر ملکی حکومت کے خلاف جہاد کرنا ضروری ہے۔ جہاد کے اس تصور سے مسلمانوں میں ایک جوش اور ولولہ ہے اور وہ جہاد کے لئے ہر لحہ تیار ہیں۔ ان کی کیفیت کسی وقت بھی انہیں حکومت کے خلاف اُبھار سکتی ہے۔

(نوٹ اسی جوش جہاد کو ختم کرنے کے لئے مولوی اسمٰعیل صاحب نے فرمایا تھا کہ ایسی بے رور یا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح سے بھی جہاد کرنا درست نہیں)

رپورٹ پادری صاحبان

یہاں کے باشندوں کی ایک بہت بڑی اکثریت پیری مریدی کے رجحانات کی حامل ہے اگر اس وقت ہم کسی ایسے غدار کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہوجائے جو ظلی نبوت کا دعوی کرنے کو تیار ہو جائے تو اس کے حلقہ نبوت میں ہزاروں لوگ جوق در جوق شامل ہو جائیں گے۔لیکن مسلمانوں میں اس قسم کا دعوی کے لئے کسی کو تیار کرنا ہی بنیادی کام ہے۔یہ مشکل حل ہو جائے تو اس شخص کی نبوت کو حکومت کے زیر سایہ پروان چڑھایا جاسکتا ہے۔ہم اس سے پہلے برصغیر کی تمام حکومتوں کو غدار تلاش کرنے کی حکمت عملی سے شکست دے چکے ہیں۔وہ مرحلہ اور تھا اس وقت فوجی نقطہ نظر سے غداروں کی تلاش کی گئی تھی لیکن اب جبکہ ہم برصغیر کے چپے چپے پر حکمران ہو چکے ہیں اور ہر طرف امن و امان بحال بھی ہو گیا ہے تو ان حالات میں کسی ایسے منصوبے پر عمل کرنا چاہئے جو یہاں کے باشندوں کے داخلی انتشار کا باعث ہو؛؛

(اقتباس از مطبوعہ رپورٹ کانفرنس وہائٹ ہاؤس لندن منعقدہ 1870 دی ارائیول آف برٹش ایمپائر ان انڈیا)

(ماہنامہ الرشید دیوبند نمبر ص 106 و 107 فروری مارچ 1976)

ظلی نبوت کے پرچار

’’سید احمد صاحب کو تلاش کر کے پیر بنایا گیا اور فوجی کاروائی کی گئی ان کی ظلی نبوت کا سنگ بنیاد رکھنے کے لئے اسمعیل صاحب نے ارشاد فرمایا ”چونکہ آپ (سید احمد) کی ذات والا صفات ابتدائے فطرت سے جناب رسالتمآب علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کی کمال مشابہت پر پیدا کی گئی تھی اس لئے آپ کی لوح فطرت علوم رسمیہ کے نقش اور تحریر کے دانشمندوں کی راہ روشن سے خالی تھی۔(صراط مستقیم اردو مطبوعہ لاہور ص 14) یعنی سید احمد کی جہالت کا کمال ثابت کرنے کے لئے نبی الامی ﷺ کے ساتھ کمال مشابہت بتا رہے ہیں کہ وہ بھی اُمی تھے یہ بھی اُمی ہیں۔

مئوثر اسکیم

لارڈ میکالے نے ایک اسکیم بنائی جس کے اصول یہ ہیں

1) ہندوستان میں عیسائیت کی اعتقدی و فکری ترویج خواہ عیسائیت کے نام سے یا کسی اور نام سے

2) ہندوستان میں لا مذہبیت کا فروغ خصوصا ’’مسلمانوں میں اگر عیسائی نہ بن سکیں تو مسلمان بھی نہ رہیں۔‘‘

3) مسلمانوں میں ایک ایسی جماعت تیار کرنا جو بظاہر مسلمان بباطن گورنمنٹ انگلشیہ کی وفادار ہو جو حاکم اور رعایا میں ترجمان کا کام دے۔

(سیف حقانی بحوالہ روشن مستقبل ص 101 تا 103 ماخوذ برہان صداقت ص 53)

انگریزوں کو ان اصولوں پر عمل کرنے کا میدان عالم دیوبند میں ملا اگر دارالعلوم دیوبند کی صحیح غرض مسلمانوں کی حمائیت اور انگریز سامراج اور ان کے گمراہ کن نظریات سے مقابلہ کرنا ہوتا تو دارالعلوم دیوبند کا قیام ہی انگریزوں کی نظروں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا۔یا کم از کم اس کی کبھی بھی حمائیت نہ کرتا کیونکہ انگریزوں کے مقصد حیات و اسکیم ممات اسلام کے لئے یہ مدرسہ سدراہ ہوتا جس سے انگریزوں کی اسکیم پر پانی پھر جاتا اور وہ اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہ ہوتے مگر یہاں معاملہ ہی برعکس ہے کہ انگریز بذات خود اس کی پاسداری کرتا اور اس کی مدح سرائی کرتا ہے۔

دارالعلوم دیوبند اور انگریز گٹھ جوڑ

13 جنوری 1875 بروز یک شنبہ لیفٹینٹ گورنر کے ایک خفیہ معتمد انگریز مسمیٰ پامر نے مدرسے کا معائینہ کیا (معائینہ کی عبارت کا یہ حصہ قابل غور ہے پامر لکھتا ہے) جو کام بڑے بڑے کالج میں ہزاروں روپیہ کے صرف سے ہوتا ہے وہ یہاں کوڑیوں میں ہو رہا ہے۔جو کام پرنسپل ہزاروں روپیہ ماہانہ تنخواہ لے کر کرتا ہے یہاں ایک مولوی چالیس روپیہ ماہانہ پر کر رہا ہے۔یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار ومد ومعاون ہے

(مولانا محمد احسن نانوتوی ص 217 ماخوذ زلزلہ ص 41)

دارالعلوم دیوبند انگریزی حکومت کی حکمت عملی کا مرکز ہے

برادران گرامی سوچئے اور سر دھنئے کہ کالجوں میں انگریز کونسی خدمت دین اسلام اور مسلمانان ہند کی حمائیت کر رہا تھا نیز پادریوں کی رپورٹ سے انگریز کی عداوت اور اسلام دشمنی تو بالکل واضح ہو چکی تھی کہ مسلمان اگر عیسائی نہ بن سکیں تو مسلمان بھی نہ رہیں۔لہذا مسلمانوں میں ایک جماعت ہو جو بظاہر مسلمان اور بباطن گورنمنٹ انگلشیہ کی وفادار ہو یہ فریضہ بحُسن خوبی علمائے دیوبند نے انجام دیا

(اکابر علماء دیوبند کا اجمالی تعارف اور ان کی دینی وملی خدمات کا جائزہ تحریر خلیفۂ مفتی اعظم ہند جناب خلیفہ عبدالوہاب قادری صاحب مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ص 11 تا 16)

برصغیر میں داستان سازش کے مرکزی ولن سر سید احمد خان، الطاف حسین حالی مولوی مملوک حسین اور مولوی قاسم نانوتوی صاحب وغیرہ تھے۔بریلوی دعوی مولوی عبد الحکیم خان اختر شاہجہانپوری صاحب نے مشہور بریلوی کتاب الصوارم الہندیہ پر پیش لفظ لکھتے ہوئے اس انگریزی سازش کے مہروں کو بدل دیا ہے۔آپ کی تحقیق یوں ہے

’’انگریزوں نے سونے کی چڑیا دیکھ کر اپنے بھوکے ملک سے افلاس دور کرنے کی خاطر ہندوستان کے خوشحال ترین صوبہ بنگال میں ایسٹ انڈیا کمپنی قائم کی۔اپنی عیاری سے بنگال پر قابض ہو گئے۔دیسی غداروں اور زرخرید کارندوں

کے باعث یکے بعد دیگرے مختلف ریاستوں پر قبضہ جماتے ہوئے ایک روز سرزمین پاک وہند کے واحد مالک بن بیٹھے۔ 1857 کے بعد اگرچہ پورے ملک پر قابض ہوگئے لیکن اس معرکہ آرائی نے ان کی طاقت کا بھرم کھول کر رکھ دیا۔لہذا وہ حساس ہوگئے۔منزل مقصود پر پہنچنے کے لئے انگریزوں نے دوراستے تجویز کئے ۔ جب انگریز نے اسلامی تعلیمات کو سکولوں اور کالجوں سے خارج کر کے سارا زور انگریزی پر دینا شروع کر دیا تو اس اقدام کی تائید وحمائیت حاصل کرنے کی خاطر سر سید احمد خان کی سرکردگی میں ایک گروہ پہلے ہی تیار کر لیا گیا تھا۔یہ لوگ قوم کے سامنے رہنماؤں اور خیرخواہوں کے بھیس میں آئے۔جبکہ مسلمانوں کی جڑیں کاٹنے، برٹش اقتدار کی جڑیں پاتال تک پہنچانے۔مسلمانوں کا رخ حرم سے لندن کی جانب پھیرنے میں انہوں نے کوئی دقیق فروگذاشت نہیں کیا ۔سر سید احمد خان سے بھی جہاد کی مخالفت کروائی۔جذبہ جہاد کو سرد کرنے اور ملت اسلامیہ کو انگریز کی چوکھٹ پر جھکانے کی خاطر سر سید احمد خان نے اپنی عمر عزیز ہی ضائع کر دی۔جناب الطاف حسین حالی اپنے قافلہ سالار لشکر کی انگریز دوستی اور انگریز جیسی ظالم وجابر قوم کی قصیدہ خوانی اور ان کے مکروفریب کے پتلوں کی مدح سرائی بلاوجہ نہ تھی بلکہ یہ ملت فروشی کے عوض ملنے والے لقمہ تر کا کرشمہ تھا۔برٹش گورنمنٹ کو مسلمانوں پھوٹ ڈالنے کی خاطر بااثر علماء کی ضرورت تھی۔چنانچہ فرنگی شاطر ایسے بعض صاحبان جبہ ودستار کو خریدنے میں کامیاب ہوگئے اور ان کے ذریعہ دہلی کالج سے مولوی مملوک علی نانوتوی (1851) کی سرکردگی میں مطلوبہ علماء کی کھیپ تیار کر لی گئی۔ان حضرات سے افتراق بین المسلمین کا کام ایسی راز داری سے لیا گیا کہ شیطان بھی عش عش کر اُٹھا۔چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی (المتوفی 1904) نے 1901 میں کھل کر نبوت کا دعویٰ کر دیا۔مولوی قاسم نانوتوی نے 1872 میں تحذیر الناس لکھ کر مسلمانوں کو بہکانا شروع کیا کہ فخر دوعالم کو بلحاظ زمانہ آخری نبی ماننا جاہلوں کا کام ہے۔اور قرآن کا انکار ہے۔اور تصریح کی کہ آپ بلحاظ زمانہ نہیں بلکہ بلحاظ مرتبہ خاتم النبیین ہیں۔اگر آپ کے بعد بھی ہزاروں نبی پیدا ہو جائیں تو خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔

(الصوارم الہندیہ تالیف مولوی حشمت علی مع تحقیقت مولوی نعیم الدین مراد آبادی مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان مرکزی دفتر 119 مین بازار داتا دربار لاہور ص 8 تا 21)

برصغیر ہی نہیں پورے عالم اسلام کو مٹانے والی داستان سازش کے انتائی خوفناک ولن شیعہ ہیں جو انگریزوں کے ہی نہیں یہودیوں کے بھی ایجنٹ ہیں۔دیوبندی دعوی

مشہور دیوبندی سکالر ڈاکٹر عدنان سہیل صاحب داستان سازش پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اسلام کے اول دشمن یہودی ہیں۔ان یہودیوں نے آگے چل کر شیعہ ازم اسلام میں پلانٹ کیا۔آپ کی تحقیق پیش ہے۔آپ زیر عنوان ملت اسلامیہ یہودی نرغہ میں فرماتے ہیں

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے دشمن نمبر ایک یہود نے شیعیت کے روپ میں ملت اسلامیہ کے اندر بغض وعداوت اور باہمی نفاق وتفریق کے بیج بوئے ہیں۔علامہ ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہود نے اسلام کا تار و پود بکھیرنے کے لئے پہلی صدی ہجری میں ہی یہ سازش کی تھی کہ ایران کے مجوسیوں، مزدکیہ، ثنویہ اور ملاحدہ فلاسفہ سے مل بیٹھے اور انہیں یہ مشورہ دیا کہ وہ کوئی ایسی تدبیر نکالیں جو انہیں اس پریشانی سے نجات دے سکے جو اہل اسلام کے غلبہ و استیلاء سے ان لوگوں پر طاری ہوگئی ہے ۔ مجوسی چونکہ اسلام کے ہاتھوں زک اُٹھانے اور اپنی ہزاروں سالہ پرانی ساسانی سلطنت، تہذیب وتمدن اور قومی روایات سے محروم ہونے کی وجہ سے دل گرفتہ تھے۔بہت سے ان میں ہوا کا رخ دیکھ کر بظاہر اسلام بھی قبول کر چکے تھے مگر دل ہی دل میں اسلام کے عروج وترقی سے کڑھتے اور حسد کرتے تھے۔یہ لوگ بڑی آسانی سے یہود کے دام فریب میں آ گئے۔چنانچہ ایسا فرقہ انہیں روافض یعنی اہل تشیع کی شکل میں مل گیا جو حقیقت میں یہود ہی کا پروردہ بلکہ اُن کا دوسرا روپ تھا مجوسیوں نے فیصلہ کیا کہ وہ بھی یہودیوں کی طرح شیعیت کی نقاب اُوڑھے اسلام کے قافلے میں شامل ہو جائیں تا کہ اپنے تخریبی اعمال کی پاداش میں اسلامی حکومتوں کے عتاب اور قتل عام سے محفوظ رہ سکیں۔شیعوں کے اس خطرناک فرقے اسماعیلیہ باطنیہ نے کچھ عرصے کے بعد۔حسن بن صباح کی سربراہی میں خراسان کے ایک مقام قلعہ الموت میں اپنی الگ حکومت قائم کر لی اور پھر اپنے فدائین کے ذریعہ مسلم ممالک کے رہنماؤں اور عام مسلمانوں کے خلاف قتل اور غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔اور ایک دور ایسا آیا جب یہ ظالم مکہ پر چڑھ دوڑے اور عین حج کے دوران انہوں نے کعبۃ اللہ میں گھس کر حاجیوں کا قتل عام کیاا اور ان کی لاشوں سے چاہ زمزم کو پاٹ دیا۔اس کے بعد انہوں نے کعبۃ اللہ کی دیوار سے حجر اسود اکھاڑ کر درمیان سے توڑ ڈالا اور پھر اسے ساتھ لے گئے جو کہ 20 سال تک ان ظالموں کے قبضہ میں رہا۔

بغداد کی ساڑھے پانچ سو سالہ عباسی خلافت 656ھ میں آخری خلیفہ معتصم باللہ کے شیعہ وزیر اعظم ابن علقمی کی غداری اور ریشہ دوانیوں کے نتیجے میں ختم ہوئی

(اس نے ہلاکو خان کو بغداد پر حملہ کی دعوت دی) ہلاکو خان نے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ تین چار دن میں سولہ لاکھ مسلمان قتل ہوئے۔

سسلی جسے 212 میں اسد بن فرات کی سرکردگی میں مسلمانوں نے فتح کیا تھا اور تقریبا" دو صدیاں تک بڑے رعب و دبدبہ سے حکومت کی بالاخر قصریانہ کے شیعہ حاکم ابن حمود کی غداری کے نتیجہ میں مسلمانوں کے ہاتھوں سے ہمیشہ کے لئے نکل گیا۔ سسلی کے سقوط کے بعد مصر کے فاطمی خلیفہ نے نصرانیوں کے فاتح جرنیل روجر کے پاس مبارکبادی کا مکتوب بھیجا۔ شیعوں کی فاطمی حکومت جو 298 میں مراکش میں قائم ہوئی اور پھر 363ھ میں اس کی قیادت منتقل ہو کر مصر آ گئی تھی اس حکومت کو کھلے طور پر یہود و نصاری پر اعتماد تھا۔ خلیفہ عزیز فاطمی نے اپنے وزیر یعقوب بن کلس یہودی پر اعتماد کرتے ہوئے فاطمی یعنی شیعہ مذہب کی دعوت کا کام بھی اس کے حوالے کر دیا تھا۔ بالاخر 567ھ میں سلطان صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں یہ ظالم شیعہ حکومت ختم ہوئی۔

ہندوستان میں مغلیہ حکومت جو اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں کابل سے لے کر رنگون تک وسیع ہو گئی تھی ان کی وفات کے بعد شیعی عناصر کی ریشہ دوانیوں کے نتیجہ میں زوال پذیر ہو گئی۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں سے سادات بارہہ کے نام سے مشہور دو بھائیوں عبداللہ اور علی حسین کے کردار اور حرکات مخفی نہیں۔ یہ دونوں شیعہ مذہب کے پیروکار تھے اور بادشاہ گر کے نام سے مشہور ہو گئے تھے۔ ان کا عروج مغلوں کے زوال کا سبب بنا۔ اور 50 سال کے مختصر عرصہ میں صدیوں سے قائم مغل سلطنت انحطاط اور خاتمہ تک پہنچ گئی۔ بالاخر 1857 میں انگریزوں نے جو شیعوں کے طفیل ہی ہندوستان کی سرزمین پر قدم جمانے میں کامیاب ہوئے تھے آخری مغل تاجدار کو گرفتار کر کے رنگون میں قید کر دیا اور وہاں اس کی موت ہو گئی۔ اس طرح ہندوستان سے بھی مسلم حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ پلاسی کی جنگ میں جب سراج الدولہ بنگال میں انگریزوں کے دانت کھٹے کئے دے رہا تھا تو عین وقت پر اس کے شیعہ وزیر میر جعفر کی غداری سے پانسہ پلٹ گیا۔ اور سراج الدولہ کو شکست ہو گئی۔ اس طرح شیعوں کے طفیل مشرقہ ہندوستان میں انگریزوں کو پاؤں جمانے اور سیاسی طور پر مستحکم ہونے کا موقعہ ملا۔

سلطان ٹیپو شہید جنوبی ہند میں انگریزوں کے لئے بلائے بے درماں بنا ہوا تھا مگر یہود صفت شیعوں نے اس سے غداری کی۔ حیدر آباد دکن کا حکمران نظام جو کہ خود شیعہ تھا انگریزوں کے شانہ بشانہ اپنی تمام افواج کے ساتھ سلطان ٹیپو کے خلاف لڑ رہا تھا اور سرنگا پٹم کے محاصرے کے دوران ٹیپو سلطان کے وزیر اعظم میر صادق نے جو شیعہ تھا عین لڑائی کے دوران غداری کی اور فتح شکست میں بدل گئی۔

(بریلویت کا ذہنی سفر تاص 60 تا 65 تالیف ڈاکٹر ابو عدنان سہیل دار الکتاب دیوبند طباعت یاسر ندیم فوٹو آفیسٹ پریس دیوبند)

برصغیر میں داستان سازش کے مرکزی ولن احمد رضا خان بریلوی اور اس کا خاندان ہے۔ دیوبندی دعوی

مشہور دیوبندی ڈاکٹر عدنان سہیل صاحب داستان سازش پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اسلام کے اول دشمن تو یہودی ہیں۔ ان یہودیوں نے آگے چل کر شیعہ ازم اسلام میں پلانٹ کیا اور شیعوں نے مزید سازشوں کے لئے انگریزوں کی مدد سے احمد رضا بریلوی کے خاندان کو پلانٹ کیا۔ آپ کی تحقیق کے مطابق بریلویت بھی شیعت کی ایک شاخ اور انگریزی مہرہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

جناب احمد خان صاحب بریلوی جس خانوادہ سے تعلق رکھتے تھے وہ اپنے افکار و رجانات اور نسبی شناخت کے اعتبار سے شیعیت کا مظہر اور نمائیندہ خاندان تھا جو اپنے سبائی عقیدہ کے مطابق تقیہ کے زرتار لباس میں خود کو چھپائے ہوئے اہل سنت والجماعت کے درمیان عرصہ دراز سے انگریزوں کی عطا کردہ جاگیر اور زمینداری کے مزے لوٹنے میں مشغول تھا۔ واضح رہے کہ خاں صاحب بریلوی کے پردادا کاظم علی خان نے بریلی کے سنی حکمران حافظ رحمت خان کے خلاف انگریزوں اور لکھنو کے شیعہ نواب کی مشترکہ لشکر کشی کے موقع پر نواب شجاع الدولہ والی اودھ سے اظہار وفاداری اور اہل سنت سے سبائی دشمنی اور کینہ و عداوت کا دلی بخار نکالنے کی غرض سے کھلے عام انگریزوں کا ساتھ دیا اور میران پور کٹرہ کی فیصلہ کن جنگ میں ان کی دامے، درمے سخنے ہر طرح کی مدد کی تھی جس کے نتیجے میں حافظ رحمت خان شہید ہوئے اور سنیوں کی قدیم ریاست صفحہ ہستی سے مٹ گئی۔ اس طرح انگریزوں نے فتح کے بعد حسب وعدہ بریلی کے نواح میں ایک بڑے علاقہ کا جاگیردار بنا دیا تھا۔ یہ انگریز سے وفاداری کا ہی صلہ تھا کہ 1857 کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد پر آشوب دور میں جب کہ انگریز علمائے حق پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے اور انہیں صفحہ ہستی سے مٹانے پر تلا ہوا تھا۔ اُس وقت احمد رضا خان صاحب بریلوی کے دادا رضا علی خان کتنے اطمینان سے زندگی بسر کر رہے تھے۔ حیات اعلی حضرت کے مصنف مانا شاہ قادری کی زبانی سنئے۔ لکھتے ہیں

1857 میں جب کہ انگریزوں کے ہاتھوں مسلمان خصوصا علمائے اسلام کو پھانسیاں دی جارہی تھیں اور ایک افراتفری کا عالم ہندوستان میں برپا تھا اس وقت وہ بریلی کے محلہ ذخیرہ میں اطمینان سے قیام فرماتے۔جناب رضا علی خان کی اس بے فکری اور اطمینان کی وجہ کیا تھی؟ حیات اعلیٰ حضرت کے مصنف اس راز سے بھی پردہ اُٹھاتے ہیں"آپ کے پردادا کاظم علی خان نے انگریزوں کی پولیٹیکل خدمات انجام دی تھیں۔

المختصر یہ خان صاحب بریلوی کے پردادا کاظم علی خان نے خالص سنی ریاست روہیل کھنڈ کے مٹانے میں بھرپور کردار ادا تھا اور اودھ کے شیعہ نواب شجاع الدولہ کے شانہ بشانہ انگریزوں کی مدد کرکے حق شیعیت ادا کیا تھا۔ پھر جب 1857 کی جنگ آزادی میں ناکامی کے بعد علمائے حق پر انگریزوں کے انتقام کا دور دورہ تھا۔تو اس وقت ان کے بیٹے یعنی خان صاحب بریلوی کے دادا کا زمانہ تھا (بریلویت کا ذہنی سفر ص 19 تا 20 تالیف ڈاکٹر ابوعدنان سہیل دارالکتاب دیوبند طباعت یاسر ندیم فوٹو آفیسٹ پریس دیوبند)

جناب محمود کیرانوی ندوی کی کتاب بریلویت کی خانہ تلاشی پر پیش لفظ لکھتے ہوئے جناب محمود ندوی صاحب فرماتے ہیں

"شریعت بریلویت کے بانی احمد رضا خان صاحب بریلوی کا خاندانی تعلق سبائی نسل سے تھا۔اور اس خاندان کی نسبت عبداللہ بن سبا کی طرف جاتی ہے۔ موصوف خان صاحب کے اباواجداد کوفہ کے رہنے والے تھے۔ بدقسمتی سے یہ منحوس ولائیتی بیج 1856 میں بریلی کی سرزمین پر احمد رضا خان کی شکلمیں پیدا ہو گیا۔ اور استعماری طاقت کے بل بوتے پر پرورش پاتا رہا اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک نئے دھرم کا روپ اختیار کر گیا ایسے برگ وبار لایا کہ اسلام کا ہرا بھرا شجرہ طیبہ اس کی مسموم ہواؤں روز بروز مرجھانے لگا۔

1857 کی جنگ آزادی میں انگریز حکومت کو مسلمانوں سے سخت سخت دھکہ لگا۔ اس جنگ آزادی میں مسلمان اگرچہ کامیابی سے ہم کنار تو نہ ہو سکے لیکن انگریز کو اتنا احساس ضرور ہو گیا تھا کہ جب تک مسلمانوں کی ایمانی قوت کو کمزور نہیں کیا جائے گا اس وقت تک آزادی کی بھڑکتی ہوئی اگ کو سرد نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ اس روباہ صفت قوم نے اپنی حکومت کی بقاء کے لئے ایک نئی پالیسی اختیار کی۔ اس پالیسی کے تحت انہوں نے علماء ربانیین کے ضمیروں کی خرید وفروخت شروع کر دی۔ علماء سے بڑے بڑے عہدوں کے وعدے کئے گئے۔ دنیاوی عیش و تعیش کی حرص وطمع دلائی گئی مگر سب نے قل متاع الدنیا قلیل کہہ کر اس فانی عیش کو ٹھکرا دیا اور والاخر خیر وابقی کہتے ہوئے ہزاروں علماء حق تختہ دار کی بلندی پر چڑھتے رہے۔

لیکن قسمت کی سیاہی کچھ ایسے دنیا پرست علماء کے چہروں پر رونماء ہوئی کہ انہوں نے انگریز کی اس پیش کش کو سنہرا موقع سمجھ کر ہاتھ سے جانے نہ دیا اور خود آگے بڑھ کر ان کی دلی خواہش کو بڑی خوشی سے قبول کر لیا۔ جن میں قابل ذکر احمد رضا خان بریلوی تھے۔ انگریزوں کو ان سے وہ تقویت ملی جو اس کی پوری حکومت برٹش کی طاقت سے بھی میسر نہ ہو سکتی تھی۔ مسلمانوں کے خلاف حکومت کی پائیداری وثابت قدمی کے لئے بہت مختصر وقت میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے جو ان کے آقا کی مادی توپیں عرصہ دراز میں نہ کر سکیں۔ بریلوی صاحب کو مسلمانوں کا آستین کا سانپ بنا کر مجددیت کے مرتبہ پر لا بٹھایا لہٰذا آج بھی ان کی ذریت نا ہنجان ان کو اسی انگریز کے عطا کردہ القابات کے ساتھ پکارتی ہے۔ موصوف خان صاحب کو بریلی میں یہ ذمہ داری سونپی گئی جو بھی مسلمان حکومت وقت سے بغاوت کرے آپ کفری توپ سے اس کو نشانہ بنائیں۔ چنانچہ اس خاص مشن کے تحت بریلی شریف میں مسلمانوں کو کافر بنانے کے لئے توپیں نصب کر دی گئیں۔ جو آج بھی بریلی شریف کے مرکزی دارالافتاء سوداگران میں وراثتا" موجود چلی آتی ہیں۔۔ مجدد صاحب نے اس منصب پر فائز ہوتے ہی حکومت وقت کے حق میں جو پہلا سنہرا کارنامہ سرانجام دیا وہ یہ ہے کہ سارے علمائے حق کے فتوں کے خلاف ہندوستان کو دارالسلام قرار دے دیا۔ اس عنوان پر ایک کتابچہ بنام اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالسلام تحریر کر ڈالا۔ جہاد کے خلاف فتوے شائع کئے گئے کہ ہم مسلمانان ہند پر جہاد فرض نہیں اور جو اس فرضیت کا قائل ہے وہ مسلمانوں کا مخالف ہے انہیں نقصان پہنچانا چاہتا ہے لیکن جو قابل داد بات ہے وہ یہ کہ اس مسئلہ میں خاں صاحب کو دوہرا فخر حاصل رہا ہے کہ جہاں انہوں نے ایک طرف اپنے گورے آقاؤں کو سیاسی فائدہ پہنچایا انگریز کو تقویت بخشی وہیں اپنے آباء کی روش اختیار کرتے ہوئے اسلام کا بظاہر ہم نوا بن کر جھوٹی حب رسول کے پس پردہ ایک نئی شریعت ایجاد کر ڈالی۔

(بریلویت کی خانہ تلاشی ص 3 تا 7 محمد محمود کیرانوی ندوی کتب خانہ نعیمیہ دیوبند یوپی)

برصغیر میں داستان سازش کا مرکزی ولن احمد رضا خان بریلوی نہیں اشرف علی تھانوی تھا۔ بریلوی دعوی

مشہور بریلوی عالم دین جناب صاحبزادہ محمد مظہر الحق بندیالوی صاحب کی کتاب انگریز کا ایجنٹ کون؟ پر تقریظ لکھتے ہوئے جناب محمد عبدالحکیم شرف قادری

صاحب دیوندی اعلان کا یوں جواب دیتے ہیں

حیرت ہوتی ہے کہ وہ شخصیت جس نے زندگی بھر کسی مسلمان حکمران کی مدح سرائی نہیں کی اُس پر کس منہ سے یہ الزام عائد کیا جا سکتا ہے کہ وہ غیر مسلم غاصب اور ظالم انگریز کا نمائیندہ اور ایجنٹ ہے جبکہ ان کے مخالفین کسی نہ کسی انداز میں انگریز گورنمنٹ سے متعلق رہے اور مفاد حاصل کرتے رہے۔۔۔ایک عرصہ پہلے مولوی شبیر عثمانی کا یہ مقالہ پڑھا تھا دیکھئے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ہمارے آپ کے مسلم بزرگ اور پیشوا تھے ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ ان کو چھ سو روپے ماہوار حکومت کی جانب سے دیئے جاتے تھے۔۔سندھ کے مشہور صحافی انجم لاشاری صاحب نے ستمبر 1987 میں جمیعت العلماء اسلام صوبہ سندھ کے سربراہ مولوی محمد شاہ امروٹی سے انٹرویو کیا جس میں مولوی محمد شاہ امروٹی نے دم مرگ راز سربستہ سے نقاب ہٹا دیا اور بتایا کہ تحریک ریشمی رومال کی ناکامی اور انگریز کے اس تحریک پر قابو پانے میں تھانوی صاحب کا ہاتھ تھا۔جناب لاشاری کا بیان ملاحظہ ہو

اپنے انٹرویو میں مولانا شاہ محمد امروٹی نے دل گرفتہ ہو کر بتایا کہ انگریزوں کو ریشمی رومال کے اس سفر کی اطلاعات لحہ بہ لحہ مل رہی تھیں اور یہ لنکا گھر کے ایک بھیدی نے ڈھائی تھیاور یہ تھے۔مولانا اشرف علی تھانوی مولانا امروٹی کے بقول مولانا تھانوی کہتے تھے کہ انگریزوں کے خلاف کچھ نہ کیا جائے بلکہ ان کی سرپرستی میں رہ کر مسلمانوں کے لئے فوائد حاصل کئے جائیں۔وہ چونکہ دارلعلوم دیوبند کے اکابرین میں سے تھے اس لئے انہیں تحریک خلافت اور جنود ربانیہ کے تمام پروگراموں سے اگاہی رہتی تھی انہوں نے ریشمی رومال کی حقیقت اور طے کردہ تاریخ سے اپنے گھر والوں کو آگاہ کر دیا اور ان کے بھائی مظہر علی نے جو انٹیلی جنس کے ایک اعلی افسر تھے پورے قصے سے انتظامیہ کو خبردار کر دیا (انجم لاشاری ماہنامہ شوٹائم کراچی شمارہ اپریل 1988 ص 121) دارلعلوم دیوبند میں سابق فضلاء کی ایک تنظیم تھی الانصار اس کے قواعد و مقاصد میں ایک یہ شق تھی

جمیعۃ الانصار گورنمنٹ انگلشیہ کی جس کے ظل عاطفت میں ہم نہایت آزادی کے ساتھ مذہبی فرائض ادا کرتے ہیں اور مذہبی تعلیم کی ترقی کے لئے ہر قسم کی کوشش کر سکتے ہیں) پوری وفادار رہے گی اور انارکسٹانہ کوششوں کے قلع قمع میں اپنے اثر سے پورا کام لے گی (ماہنامہ الہدی لاہور شمارہ رجب 132 ص 138) یہ مقالہ جس میں انہوں نے تحریک بالاکوٹ، جنگ آزادی 1857 تحریک خلافت، تحریک ترک موالات تحریک پاکستان کا اختصار سے جائزہ لیا ہے اور تاریخی حوالوں سے بتایا ہے کہ علماء اہل سنت (بریلوی حضرات) اور علمائے دیوبند کا کردار کیا رہا؟ کس نے انگریز سے روابط استوار کئے اور کس نے مفادات حاصل کئے؟ اور کون محض رضائے الہی کے لئے دین وملت کی پاسداری کرتا رہا۔

(انگریز کا ایجنٹ کون؟ مصنفہ صاحبزادہ محمد مظہر الحق بندیالوی ص 11 تا 14 الہدی فاونڈیشن لاہور)

بریلوی اور غیر مقلد دونوں انگریز کے وفادار اور کاسہ لیس ہیں

ہندوستان سے تعلق رکھنے والے دیوبندی مولوی جناب عبد الحفیظ رحمانی صاحب کے نزدیک بریلوی اور اہل حدیث یعنی غیر مقلدین دونوں انگریزی حکومت کے کاسہ لیس تھے۔آپ فرماتے ہیں کہ مولانا ہدائیت اللہ قاسمی صاحب جنرل سیکرٹی سدھارتھ نگر اترپردیش میرے پاس مولانا محمد رئیس ندوی کی ایک تصنیف "تحفظ سنت کانفرنس مئی 2001 پر ایک نظر عنائیت کی" لائے اور اسرار کیا کہ میں اس پر تبصرہ کروں۔اس پر نظر ڈالی تو کتاب حسب توقع نکلی،مولانا ندوی نے علمائے دیوبند پر الزام عائد کیا کہ علمائے دیوبند انگریزی حکومت کے وفادار اور معاون تھے، یہ ثابت کرنے کے لئے انہوں نے وہی راستہ اپنایا ہے جو رضا خانیوں کے امام احمد رضا خان اور ان کے متبعین نے ہموار کیا ہے۔یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ دونوں فرقے انگریزوں اور سرکار کے وفادار تھے اور برطانیہ کے غاصبانہ اسلام دشمن حکومت کی حمائیت کا بیڑہ اٹھائے ہوئے تھے۔ان کی کتابوں میں وفاداری اور کاسہ لیسی کے جو مضامین جگہہ جگہہ موجود ہیں"

(غیر مقلدین کی خانہ تلاشی مصنفہ مولانا عبد الحفیظ رحمانی پرنٹڈ اینڈ ڈسٹری بیوٹر فیصل برادرز 468 گلی بہاروالی چٹہ لال میں دریا گنج نیو دہلی ص 65 تا 66)

برصغیر میں داستان سازش کے مرکزی ولن اہل حدیث اور شاہ ولی اللہ کا خاندان ہے۔بریلوی دعوی

مشہور بریلوی عالم دین کی نظر میں اس داستان سازش کا مرکزی ولن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا خاندان ہے۔آپ نے اپنی کتاب بدمذہبوں کی گستاخیاں میں اپنی تحقیق کو یوں پیش فرمایا ہے

ہندوستان پر جب انگریز قابض ہوا تو انگریزوں نے ایک اجلاس طلب کیا۔جس میں انہوں نے دانشمندوں، پوپ، پادری اور سیاستدانوں کو مدعو کیا اور مسئلہ یہ پیش کیا

یہ فاقہ کش موت سے ڈرتا نہیں جو
روح محمدی اس کے بدن سے نکال دو

کس طرح ہم ہندوستان میں مسلمانوں کے دل و دماغ سے ان کے رسول حضرت محمد ﷺ کی عظمت ومحبت نکال سکتے ہیں ۔کیونکہ جب تک ان میں یہ جذبہ ختم نہ کیا جائے ہماری حکومت پائیدار نہیں ہوسکتی۔توسب نے سوچ بچار کے بعد یہ مشورہ دیا کہ مسلمانوں میں سے کچھ حضرات کوخریدا جائے اوران سے ایسی کتابیں لکھوائی جائیں جس میں عظمت مصطفے ﷺ پر بحث ہو کہ ان کی کس طرح تعظیم کرنی ہے۔

شیخ نجدی وہابیوں کے پیشوا شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی نے سب سے پہلے کتاب التوحید اوراوضح البراہین وغیرہ نامی کتابیں لکھ کر دنیائے عرب میں اسلام کے نام پر فرقہ واریت کا بیج بو چکا تھا۔اس فرقہ واریت کے بیج کی آب یاری کے لئے انگریزوں کوایک شخص کی تلاش جاری تھی

چنانچہ ان کے فریب میں ولی اللہ خاندان کا ایک فرد جس کا نام اسماعیل دہلوی تھا آ گیا اوراس سے کتاب لکھوائی گئی جس کا نام تقویۃ الایمان رکھا۔نام میں دلکشی اور تقویت تھی لیکن حقیقت میں ایمان کوفوت کر دینے والی تھی۔

انگریز نے اس کتاب کی بہت تشہیر کی۔انگریز کا مقصد صرف اورصرف یہی تھا کہ مسلمان آپس میں شورش کا شکار ہوں ۔نفرتیں پیدا ہوں ۔ایک دوسرے کو مشرک اور بدعتی کہیں اور اسطرح امت مسلمہ کا شیرازہ بکھر جائے۔محمد بن عبد الوہاب نجدی اور اسماعیل دہلوی کے خوشہ چین حضرات نے اس ناپاک مشن کو آگے بڑھانے کے لئے کئی کتابیں لکھیں

(بدمذہبوں کی گستاخیاں ص3 مصنف محمد طفیل رضوی ناشر مکتبہ فیضان مشتاق کھارادر کراچی)

برصغیر میں داستان سازش کے مرکزی ولن کو ڈھونڈنے کی ذمہ داری انگریزوں نے ایک سکھ مہاراجہ کو دی تھی

داستان سازش کی مزید تفصیلات کو آشکار کرنے کے لئے ختم نبوت کے ایک محقق نے مزید قدم آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا کہ انگریزوں نے اپنے پلان کے لئے ایک سکھ مہاراجہ کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ مسلمانوں میں سے کسی کو تلاش کرے جو ایمان کا سودا کرنے کے لئے تیار ہو۔ تحقیق حاضر ہے

ایک بزرگ خواجہ احمد صاحب کولدھیانہ میں مہاراجہ پٹیالہ جے سنگھ نے انگریزوں کی طرف سے پیشکش کی تھی لیکن انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں ایمان نہیں بیچ سکتا ۔اس امر کا تذکرہ مرزا غلام احمد کی موجودگی میں ہوا ۔مرزا صاحب نے مہاراجہ سے مل کر ایمان کا سودا کرلیا۔مہاراجہ کا نام جے سنگھ بہادر اوران کا خطاب امین الملک جو مہاراجہ کو انگریزوں نے دیا تھا۔

(خاتم النبیین جلد اول ص48 تا49 مولفہ مصباح الدین صاحب ای بلاک نمبر 104 سیٹلائیٹ ٹاؤن راولپنڈی تارخ تالیف اکتوبر1973 نظر ثانی1974)

حالانکہ تواریخ خالصہ ہو یاTHE PUNJAB CHIEFSہو یا یادگار تاج پوشی کسی برصغیر کی تاریخ میں کسی ایسے راجے کا اس زمانے میں ذکر نہیں ۔

برصغیر میں داستان سازش کے مرکزی ولن کی تلاش کا کام گورنر پنجاب نے ڈی سی سیالکوٹ کے ذمہ لگایا تھا

فیصل آباد کے سپوت جناب مدیر لولاک مصباح الدین مئولف خاتم النبیین کی تحقیق رد کرتے ہوئے فرماتے کہ نہیں یہ تحقیق کا کام انگریز گورنر نے ڈی سی سیالکوٹ کے ذمہ لگایا تھا ۔آپ کا فرمان حاضر ہے

پنجاب کے گورنر نے اس کام کی ڈیوٹی ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کے ذمہ لگائی۔چنانچہ نبی کی تلاش کا کام شروع ہوا۔آخر قرعہ فال مرزا غلام احمد قادیانی کے نام نکلا جو ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کی کچہری میں معمولی ملازم تھا

(قادیانیت کا سیاسی تجزیہ ص 12 از صاحبزادہ طارق محمود ایڈیٹر ہفت روزہ لولاک فیصل آباد ناشر شعبہ نشرواشاعت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت)

نہیں بالکل بھی نہیں ۔برصغیر میں داستان سازش کے مرکزی ولن کی تلاش کا کام انگریز کی طرف سے مولانا قاسم نانوتوی کے سپرد کیا گیا تھا

فیصل آباد کے ہی ایک اور تاریخی سپوت جو صاحبزادہ بھی ہیں اوران کے مرید ہیں انہیں قلبہ وکعبہ مرشد برحق اور ضیغم اسلام کے نام سے پکارت ہیں وہ مندرجہ بالا تحقیق سے سو فیصد اختلاف فرماتے ہیں۔جناب صاحبزادہ محمد شوکت علی چشتی نظامی ایم اے بانی مرکزی جماعت غریب نوز پاکستان نے 15 نومبر 1985 کو جامعہ مسجد توکلیہ میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا

اس رپورٹ کے مطابق انگریزوں کو یقین ہو گیا تھا کہ جب تک کسی شخص کو نبوت کے مقام پر فائز نہیں کر دیا جاتا تا ہم اپنے پروگرام میں کلی طور پر کامیابی حاصل نہیں کر سکتے ۔لہذا کسی شخص کو نبوت کے مقام پر فائز کرنے سے قبل راستہ ہموار کرنے کی ضرورت محسوس ہوء تو اس خدمت کو دارالعلوم دیوبند انڈیا کے بانی مولوی محمد قاسم نانوتوی نے جمیع مسلمانوں کے عقائد ونظریات کے خلاف خوب نبھایا اوراپنی تحری سے نئی نبوت کی داغ بیل ڈالی۔(آگے تحذیر الناس کی عبارات ہیں)مذکورہ عبارات ثابت کر رہی ہیں۔اہل فہم وہی لوگ ہیں جو خاتم النبیینکے معنی آخری نبی نہیں کرتے ان میں سے صرف قاسم نانوتوی ہیں ۔یوں فرنگی حکومت نے خود ساختہ نبوت کا راستہ ہموار کرلیا"

(مدلل تقریر ص 56 / 57 از الحاج میاں محمد شوکت علی نظامی ناشر نشر واشاعت مرکزی جماعت رضائے غریب نواز فیصل آباد)

نہیں بالکل بھی نہیں ۔ برصغیر میں داستان سازش کے مرکزی ولن انگریز کی طرف سے اسماعیل دہلوی اور سید احمد شہید بالاکوٹ مقرر کئے گئے

مشہور بریلوی عالم جناب محمد ضیاء اللہ صاحب قادری (مہتمم دارالعلوم قادریہ سیالکوٹ) کی دور بین نگاہ مولانا قاسم نانوتوی سے بھی آگے پہنچی ہے اور انہوں نے اپنی باطنی قوت سے 1870 کی مزعومہ رپورٹ کے ڈانڈے حضرت سید احمد شہید اور حضرت شاہ اسماعیل دہلوی سے ملا ڈالے جو حضرت نانوتوی کی پیدائش سے بھی 2 سال پہلے مئی 1831 میں شہید ہو چکے تھے۔ چنانچہ قادری صاحب فرماتے ہیں

سر ولیم ہنٹر کی رپورٹ اور تجویز اور پادری صاحبان کی تجویز دونوں کو ذہن نشین رکھ کر اور بعد ازیں سید احمد بریلوی اور ور مولوی اسماعیل دہلوی نے نام نہاد جو تحریک چلائی اس کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ انگریزوں نے سب سے پہلے ان دو حضرات کو اپنے مشن میں کامیابی کے لئے چنا۔ دہلی کی جامع مسجد میں انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتوی دیہلوی تھے۔ پادریوں کی پیری مریدی کے سلسلہ والی تجویز اسی اسماعیل دہلوی نے سرانجام دینے کا بیڑہ اٹھایا کیونکہ اسماعیل دہلوی نے اپنے آپ کو سید احمد کا مرید ظاہر کرنا شروع کر دیا۔ اور پیری مریدی کا چکر چلایا۔ اس سلسلہ میں ایک کتاب صراط مستقیم کے نام سے بھی لکھ دی تا کہ انگریز کو پورا پورا یقین ہو جائے (نجد سے قادیان براستہ دیوبند ص 62 از مولوی محمد ضیاء اللہ صاحب قادری ناشر قادری کتب خانہ سیالکوٹ)

صدیوں کا بوجھ اٹھائے تاریخ کے دوراہے پہ کھڑا مبہوت عالم دین

پاکستان ہائی کورٹ لاہور کی عدالت عالیہ کے فاضل جج صاحبان نے برصغیر پاک وہند کے ایسے ہی علماء کے بارے میں جن کے مبلغ علم کے مطابق وہائٹ ہاؤس لندن میں ہے اپنی ایک ججمنٹ کو ان الفاظ میں فیصلے کا حصہ بنایا "اسلامی مملکت کے خواب نے ہر زمانہ میں مسلمانون کو پریشاں کیا ہے اور یہ اس شاندار ماضی کی یاد کا نتیجہ ہے۔ جب اسلام دنیا کے ایک دور دراز صحرائی یعنی عرب کے بیابانوں سے طوفان کی طرح اٹھا اور چشم زدن میں دنیا پر چھا گیا۔ اس نے دیوتاؤں کو جو ابتدائے آفرینش سے انسان پر حکومت کر رہے تھے ان کی سندوں اتار پھینکا۔ صدیوں کے قدیم ادارت اور اوہام کو جڑ بنیاد سے اکھیڑ ڈالا۔ اور ان تمام تہذیبوں کا قلع قمع کر دیا جن کی بنیادیں انسان کی غلامی پر اٹھائی گئی تھیں۔ ایک سو پچیس سال کی مدت انسانی تاریخ میں بلکہ کسی قوم کی تاریخ میں بھی کیا حیثیت رکھتی ہے لیکن اسلام اتنی مدت کے اندر اٹک سے اطلانطک اور سپین تک اور چین کی سرحد سے مصر تک پھیل گیا۔ اور صحرا کے فرزندوں نے تہذیب وتمدن کے تمام پرانے مرکزوں پر قبضہ کر لیا مثلاً طیبغیون۔ دمشق۔ اسکندریہ۔ ہندوستان اور ان تمام مقات پر جو سمیری اور آشوری تہذیبوں سے منسوب ومتعلق تھے۔ مورخین نے اکثر یہ سوال اٹھایا ہے کہ اگر معاویہ کا محاصرہ قسطنطنیہ کامیاب ہو گیا ہوتا۔ یا اگر جنوبی فرانس اور طورس کے میدانوں میں چارلس مارٹل کے خلاف جنگ کرتے ہوئے عبدالرحمن کے مجاہدین میں دفعتہً عربوں کی لوٹ مار کی پرانی جبلت بیدار نہ ہو گئی ہوتی تو آج دنیا کی حالت کیا ہوتی۔ شاید مسلمان کولمبس سے بہت پہلے امریکہ کو دریافت کر چکے ہوتے۔ اور ساری دنیا مسلمان ہو گئی ہوتی۔ بلکہ شاید اسلام یورپ کے سانچے میں ڈھل گیا ہوتا۔ عرب کے خانہ بدوشوں کی اس شاندار کامیابی کی کوئی مثال اس سے بیشتر دنیا نے نہ دیکھی تھی اور یہی وہ کامیابی ہے جس کی یاد کے باعث مسلمان ماضی کے تصورات میں غرق رہتا ہے۔ اور اس عظمت کو دوبارہ حاصل کرنے کا خواہاں ہے جو ایک زمانہ میں اسلام سے وابستہ تھی۔ آج مسلمان یاد ماضی کا لبادہ اوڑھے۔ صدیوں کا بھاری بوجھ اپنی پشت پر لادے۔ مایوس ومبہوت ایک دوراہے پر کھڑا ہے اور فیصلہ نہیں کر سکتا کہ دونوں میں سے کس موڑ کا رخ کرے۔ دین کی وہ تازگی اور سادگی جس نے ایک زمانے میں اس کے ذہن کو عزم مصمم اور اس کے عضلات کو لچک عطا کی تھی آج اس کو حاصل نہیں۔ اس کے پاس نہ فتوحات کرنے کے وسائل ہیں۔ نہ اہلیت ہے اور نہ ایسے مما لک ہی موجود ہیں جن کو فتح کیا جا سکے۔ مسلمان بالکل نہیں سمجھتا کہ جو قوتیں آج اس کے خلاف صف آراء ہیں وہ ان قوتوں سے بالکل مختلف ہیں جن سے اس کو ابتدائے اسلام میں جنگ کرنی پڑی تھی اور اس کے اپنے آباؤ واجداد ہی کی راہنمائی سے ذہن انسانی نے ایسے کارنامے انجام دیئے ہیں جب کے سمجھنے سے وہ قاصر ہے۔ لہذا وہ اپنے آپ کو عجیب بے بسی کی حالت میں پاتا ہے اور انتظار کر رہا ہے کہ کوئی آئے اور اسے اس بے یقینی اور رولیدگی کی دلدل سے باہر نکالے۔ لیکن وہ برابر یونہی انتظار کرتا رہے گا اور اس انتظار کا کوئی نتیجہ نہ نکلے گا"۔

(1953ء کے فسادات کی تحقیقاتی رپورٹ منیر انکوائری رپورٹ اردو صفحہ 258)

بے بسی کی چھلانگ

صدیوں کا بوجھ اٹھائے بیچ دوراہے پر کھڑا عالم دین عجیب بے کسی کی صورت بنا نظر آتا ہے۔ کہیں ماضی کے اقتدار کی یاد اس قدر بے چین کر دیتی ہے کہ وہ ہر حکومت۔ ہر تہذیب۔ ہر قوم۔ ہر مذہب کو تلوار سے تہس نس کر دینے کا تہیہ کر لیتا ہے اور رستہ میں آنے والی ہر گردن جو اس کی شہنشائیت کی راہ میں حائل ہو کو کچل دینے کے لئے مستعد ہو جاتا ہے اور کبھی انھیں آقاؤں کو مادر مہربان، سایہ خدا، کرم گستر اور مہربان ٹھنڈی چھاؤں کو گردا ننے لگ جاتا ہے

برصغیر کی تاریخ پر گہری نظر رکھنے والے جناب ڈاکٹر مبارک علی صاحب اس بے بسی اور اس پر لگائی جانے والی لایعنی متضاد چھلانگوں کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

ہماری جدید تاریخ نویسی میں انگریز دشمنی کے جذبات بڑے گہرے ہیں۔ اس

میں انگریز کے اقتدار کا صحیح تجزیہ کرنے کی بجائے انتہائی غیر منطقی انداز میں ان کے تاریخی کردار کو بیان کیا جاتا ہے۔مثلا" ہمیشہ تاریخ کی ابتداء اس طرح سے کی جاتی ہے کہ ہندوستان میں انگریز بحیثیت تاجر کے آئے اور پھر چالاکی وفریب سے یہاں اپنا سیاسی اقتدار قائم کرلیا۔ یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا کہ کسی ملک پر سیاسی اقتدار قائم کرنا اتنا آسان وسہل ہے؟ اور اگر یہ فارمولا اس قدر سہل اور آسان تھا تو ہم نے اس قسم کی کوشش کیوں نہیں کی۔ یورپ پر قبضہ کیوں نہ کرلیا؟ اس بات کے تجزیئے کی کوئی ضرورت نہیں سمجھی جاتی کہ انگریزوں اور یورپی اقوام کی آمد کے وقت ہندوستان کی جو سیاسی، معاشی اور معاشرتی حالت تھی اس کا جائزہ لیا جاتا اور پھر اس کی روشنی میں یورپی اقوام کی کامیابی اور اہل ہندوستان کی شکست کا بہت بہتر تجزیہ کیا جاسکتا تھا۔مثلاً ایک اہم نقطعہ جس کی جانب زیادہ توجہ نہیں دی گئی وہ یہ ہے کہ ابتداء میں یورپی تاجروں کی آمد سے ہندوستان کو اقتصادی طور پر فائدہ پہنچا کیونکہ یہ تاجر سونے چاندی کے سکوں کے عوض نقد ادائیگی کے بعد یہاں سے سامان خریدتے تھے اور پھر اسے یورپ کی منڈیوں میں فروخت کرتے تھے۔اس وقت ہندوستان صنعتی لحاظ سے یورپ سے بڑھا ہوا تھا لیکن ہندوستانی حکمرانوں نے اس موقع سے فائدہ نہیں اٹھایا اور نہ ہی صنعتوں میں مزید ترقی کی کوشش کی۔ نہ بحری راستے دریافت ہوئے۔ اور نہ بحری بیڑہ بنایا گیا۔ یورپ میں سیاسی ومعاشی اور معاشرتی تبدیلیاں آتی گئیں جبکہ ہمارا معاشرہ منجمد اور ساکت رہا۔ یہاں تک کہ اس کی سختی نے اس میں ٹوٹ پھوٹ پیدا کرکے اسے زوال پذیر بنادیا۔

ہمارا مئورخ انگریزوں کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی لکھتے ہیں کہ انہوں نے دھوکہ اور چالبازی سے ہندوستان میں اپنا سیاسی اقتدار بڑھایا لیکن وہ اس بات کا تجزیہ نہیں کرتے کہ انہیں یہ مواقع کس نے دیئے؟ یہاں ہندوستان کی معاشی حالت اور طبقاتی تقسیم کے ذریعہ پیدا ہونے والی خرابیوں کے تجزیہ کی ضرورت ہے۔جس نے بے روزگار اور محروم طبقے کو اس بات پر مجبور کردیا کہ وہ روزی کی خاطر انگریزوں کی ملازمت کریں۔ اور ان کے لئے اپنے ہم وطنوں سے جنگ کرے۔ یہاں اس تجزیئے کی بھی ضرورت ہے کہ اگر کسی طبقے کو مراعات سے محروم کردیا جائے تو پھر اس میں نہ تو قوم کی محبت ہوگی۔ نہ ملک سے اور نہ معاشرے سے۔کسی بھی ایسے معاشرے میں جہاں اکثریت محرومی کا شکار ہو اسے کسی بھی معمولی ضرب سے پاش پاش کیا جاسکتا ہے۔ہم نے اپنے بارے میں کبھی صحیح تجزیہ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔آج بھی ہم ہر اپنے ہر بحران کو کبھی سپر پاور کی ریشہ دوانی قرار دیتے ہیں تو کبھی اس میں ہمیں کسی غیر ملک کا ہاتھ نظر آتا ہے تو کبھی ہندو مئورد الزام ٹھراتے ہیں تو کبھی یہودی۔ تاریخ کی یہ تفسیر اپنی معصومیت کی تفسیر ہے اور تاریخ کا یہ مفہوم ہمیں غلط راستے پر لے جارہا ہے۔

(المیہ تاریخ ص 225 / 226 مصنفہ ڈاکٹر مبارک علی تاریخ پبلی کیشنز بک سٹریٹ 39 مزنگ روڈ لاہور پاکستان)

یہ ملک ہندوستانیوں نے فتح کرکے انگریز کو پیش کیا

جناب ڈاکٹر مبارک علی صاحب تاریخ کی دردناک حقیقت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ہندوستان میں انگریزوں کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ بحیثیت تاجر آئے اور اپنی شاطرانہ چالوں دھوکہ وفریب اور چالاکی سے ہندوستان پر قبضہ کرلیا۔جس معصومانہ انداز میں یہ دلیل دی جاتی ہے اس سادگی سے اسے صحیح بھی تسلیم کرلیا جاتا ہے۔اور ذہن تاریخ کی ان پیچیدگیوں میں نہیں الجھتا کہ جس کے نتیجے میں یہ تغیر و تبدل ہوا اور ایک معاشرے نے دوسرے معاشرے اور ایک تہذیب نے دوسری تہذیب سے شکست کھائی۔

جب ہندوستان میں مغل اقتدار روبہ زوال تھا اور اپنی عظمت کے بوجھ تلے اس کی کمر ٹوٹ رہی تھی تو اس وقت یورپ میں ذہنی وفکری تبدیلیاں رونما ہورہی تھیں۔جغرافیائی معلومات بحری راستوں کی دریافت، نئی سرزمینوں کی تلاش اور نئی تجارتی منڈیوں کے حصول نے یورپی معاشرے کو دور جاگیرداری سے نکال کر دور سرمایہ داری میں داخل کردیا تھا۔جب کہ اسی وقت ہندوستان میں مغل حکمران کی مرکزی طاقت وقوت کے خاتمہ کے بعد جگہ جگہ خودمختار گورنر اور حکمران وجود میں آرہے تھے۔قومی بنیادوں پر اُٹھنے والی مرہٹہ، سکھ، اور جاٹ تحریکیں لوٹ مار اور جنگ وجدل کے ذریعہ سلطنت کو ٹکڑے ٹکڑے کررہی تھیں۔ ہندوستانی معاشرہ اسی طرح جاگیردارانہ روایات میں مقید یورپ کی فکری تبدیلیوں سے بے خبر تھا جب کہ مغلوں کے عہد سے یورپی سیاح ہندوستان آرہے تھے اور اہل یورپ کو ہندوستان کے بارے میں معلومات فراہم کررہے تھے۔ جو معاشرہ دنیا سے کٹ جاتا ہے وہ تاریخ کی رفتار کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ہندوستانی معاشرہ بھی دنیا میں ہونے والی ترقی کی رفتار سے پیچھے رہ گیا اس لئے جب انگریز جہاں آئے اور انہوں نے اپنے اقتدار کی راہیں ہموار کیں تو انہیں کوئی دشواری پیش نہیں آئی اور سب سے بڑھ کر یہ بات ہوئی کہ یہ ملک ہندوستانیوں نے فتح کرکے انگریزوں کے حوالے کیا کیونکہ انگریزوں کی فوج میں اکثریت ہندوستانی سپاہیوں کی تھی۔

(المیہ تاریخ ص 134 / 135 مصنفہ ڈاکٹر مبارک علی تاریخ پبلی کیشنز بک سٹریٹ 39 مزنگ روڈ لاہور پاکستان)







میرے بیٹے کا نام محمد ہے اور احمدی کافر ہیں

چوہدری نعیم احمد باجوہ

لڑکھڑاتی زبان سے نکلنے والے بے ربط الفاظ ایسے ادا ہو رہے تھے جیسے ایک مجرم طاقتور ظالم حاکم کے سامنے پیش ہو۔ اور اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لئے ہر حربہ استعمال کر رہا ہوں۔ خیالات منتشر ہوں اور زبان ساتھ نہ دے رہی ہو۔ جسے یقین ہو کہ کچھ بھی کہہ دیا جائے فرد جرم عائد ہو کر رہے گی۔ کچھ ایسی ہی حالت اس وائرل ہونے والی ویڈیو میں ہے جسے اسسٹنٹ کمشنر اٹک کی ویڈیو بتایا جا رہا ہے۔ ایک گلی کے لونڈے کی بکواس کو Vaild قرار دیا جاتا ہے۔ اسے یہ بھی اجازت ہے کہ اس خاتون آفیسر سے بیہودہ لہجے میں مخاطب ہو۔ اس سے تفتیش کرے۔ اس کے ایمان کا امتحان لے اور پھر اسے مسلمان یا کافر ہونے کا سرٹیفیکیٹ دے۔ یہ صرف ایک ویڈیو نہیں بلکہ تعفن زدہ بے حس معاشرے کی ایک جھلک ہے۔ جہاں خود ساختہ خدائی فوج دار ہر دم لٹھ اٹھا کر دوسروں کے ایمانوں کی پیمائش کرتے پھرتے ہیں۔ اور جو ذرہ بھی ان سے اختلاف کرنے کی جرأت کرے اسے سبق سکھانے کی تاڑ میں رہتے ہیں۔

آئین اور قانون کی ضرورت کے لئے کافر قرار دئے گئے احمدی ان لٹھ برداروں کے نشانے پر ہمیشہ سے رہے ہیں۔ پر احمدیوں نے کبھی قانون ہاتھ میں لیا نہ روڈ بلاک کئے۔ دھرنے دئے نہ سیکورٹی خیرات مانگی۔ چپ چاپ اپنے قبرستان بھرتے چلے جا رہے ہیں۔ ایک سرکاری دفتر میں دیگر افسران کی موجودگی میں ایک مجاہد اس خاتون سے تفتیش کر رہا ہے کہ اس نے احمدیوں کو نام کیوں لیا؟ احمدیوں کو کافر سمجھتی ہیں یا نہیں؟ اس پڑھی لکھی معزز خاتون کی بے بسی اور لڑکھڑاتی زبان اس معاشرے اور اس خود ساختہ ریاست مدینہ کے منہ پر طمانچہ ہے۔ عاشقان ریاست مدینہ کو خبر ہو کہ ریاست مدینہ اصولوں پر ایستادہ تھی۔ زبانی جمع خرچ، جھوٹ، نفرت، بے اصولی کے ستونوں پر اس کی بنیاد نہیں تھی۔ اس کے در و دیوار اقلیتوں اور غیر مذاہب کے خون سے رنگین نہیں تھے۔ کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ ریاست مدینہ میں بھی کبھی اس قسم کا کوئی واقعہ ہوا ہو۔ سب سے بڑے دشمن یہودی تھے ان کے ساتھ نہ صرف ریاست مدینہ نے معاہدات کئے بلکہ ان کی پاسداری بھی کی۔ ہیڈ آف اسٹیٹ اور ہیڈ آف ریاست مدینہ نے ان یہودیوں کی دعوت بھی قبول فرمائی جبکہ اس میں زہر ملا کر قتل عمد کی کوشش بھی کی گئی تھی۔ احمدی کافر ہیں یا نہیں انہیں اپنے اعمال کے لئے خدا کے سامنے جوابدہ ہونے کے لئے چھوڑ دیں۔ اقلیتوں اور احمدیوں کو قتل کرنے کے بجائے اپنے اعمال پر نظر کیجئے۔ دوسروں پر اسلام نافذ کرنے کے بجائے اپنے پانچ فٹ کے جسم پر تو اسلام نافذ کرنے میں بری طرح ناکام ہو چکے ہیں بیس کروڑ عوام پر کیسے اور کون سا اسلام لاگو کریں گے۔ یہ صرف چھچھورا پن ہے۔ یہ اپنے آپ پر یقین نہ ہونے کی علامت ہے۔

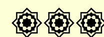
یہ معزز خاتون آفیسر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ماں بھی ہے۔ اور اس وقت اس کی بے بسی ایک مجبور اور بے بس ماں کی تھی۔ وہ ماں جو ہر قیمت پر اپنے بچوں کو بچانا چاہتی ہے۔ وہ منتیں کر رہی ہے دیکھو میں تو مسلمان ہوں۔ دیکھو میں نے تو اپنے بچے کا نام بھی محمد رکھا ہوا ہے۔ پھر بھی تمہیں شک ہے کہ میں مسلمان نہیں ہوں۔ دیکھو جو تم کہتے ہو میں دہراتی جاتی ہوں۔ تم نے کہا احمدی کافر ہیں ہاں ہاں میں کہتی ہوں احمدی کافر بلکہ پکے کافر ہیں۔ پر مجھے کچھ نہ کہنا۔ میری جان بخش دو، میرے بچوں میرے خاندان کو کچھ نہ کہنا۔ اسے مشعال خان نہ بنا دینا دیکھو وہ تو محمد ہے۔ کوئی فتویٰ نہ لگا دینا۔ تب وہ صرف ایک سہمی ہوئی ڈری ہوئی ماں تھی۔ اسے اپنا معزز ہونا، آفیسر ہونا یاد نہیں تھا۔ صرف یہ سوچ رہی تھی کہ اپنے آپ کو اور اپنے بچوں کو کیسے ان درندوں سے بچانا ہے۔

ہم واقعی اس معاشرے میں درندے پال رہے ہیں جنہوں نے ممتا کو بھی خوف زدہ کر دیا ہے۔ ماں بھی اپنے بچوں کا مسلمانوں والا نام بتا بتا کر دہائی دے رہی ہے کہ میں مسلمان ہوں۔ جس ریاست میں اس کے اپنے آفیسر محفوظ نہ ہوں اور وہ بازاری چھوکروں کی عدالت میں جواب دہ ہوں۔ سرکاری دفتر میں گھس کر اس قدر دھمکایا جا رہا ہو زبان لڑکھڑا رہی ہو۔ تصور کیجئے اگر اس معزز آفیسر کی جگہ ایک نہتا احمدی ہوتا۔ ایک بے بس عیسائی ہوتا۔ تو اس کے ساتھ کیسا سلوک کیا جاتا۔ اسے تو یہ سوال و جواب بھی نصیب نہ ہوتے اور مجاہدین اس کے خون سے ہاتھ رنگین کر کے اب تک اپنی دانست میں جنت کما چکے ہوتے۔ جو ریاست اپنے

آفیسرز کو تحفظ دینے سے قاصر ہے وہ پوری دنیا کے مظلوم مسلمانوں کی نمائندہ بننے کے خواب دیکھتی ہے۔ اس صدی کا اس سے بڑا المیہ اور کیا ہوسکتا ہے۔ آج پوری دنیا سمجھ چکی ہے کہ جب پاکستان کا کوئی وزیر یا کوئی عہدیدار یہ اعلان کرتا ہے کہ پاکستان میں اقلیتوں کو تمام حقوق محفوظ ہیں تو اس کا صرف یہ مطلب ہے کہ ان اقلیتوں کے جملہ حقوق ان بازاری لوگوں کے ہاتھوں میں محفوظ ہیں۔ مکمل مذہبی آزادی کا مطلب ہے کہ ہم نے مجبور کر کے ان اقلیتوں کو اپنے اپنے مذاہب پر عمل کرنے سے روک کر انہیں مذہبی پابندیوں سے آزاد کر دیا ہے۔

ایسے میں جب وزیر برائے انسانی حقوق محترمہ شیریں مزاری صاحبہ فرماتی ہیں کہ احمدیوں کو تمام شہری حقوق حاصل ہیں اور انہیں اپنے مذہب پر عمل کرنے کی مکمل آزادی ہے۔ تو ان کی خدمت میں صرف یہ ویڈیو پیش کرنا کافی ہے کہ جہاں یہ خاتون صرف احمدیوں کا نام لے کر جان و عزت داو پر لگا بیٹھی ہے وہاں اس معاشرے میں احمدی ہونا اور احمدی کہلانا کس قدر محفوظ ہوگا۔ احمدیوں کے مطابق 1984 کے اینٹی احمدیہ آرڈیننس کے بعد اب تک 264 احمدی مذہب کے نام پر ٹارگٹ کلنگ کا شکار ہو چکے ہیں۔ 388 پر قاتلانہ حملے ہوئے ہیں۔ 765 مقدمات کلمہ طیبہ لکھنے یا پڑھنے کے، 800 سے زائد مقدمات تبلیغ کے، 28 عبادت گاہیں منہدم، 39 عبادت گاہیں سیل، 23 عبادت گاہوں پر ہجوم کے حملے توڑ پھوڑ اور آگ لگانے کے واقعات جبکہ 17 عبادت گاہوں کو مسلمانوں نے فتح کر لیا۔ 70 سے قریب واقعات تدفین روکنے کے اور 39 واقعات تدفین کے بعد قبر کشائی کے ہو چکے ہیں۔ 298C کی تلوار ہر احمدی کے سر پر ہمہ وقت لٹکتی رہتی ہے۔ احمدیوں کی کتب بین ہیں۔ بچوں کے رسائل، خواتین کے رسائل، نوجوانوں کے رسائل پر پابندی لگ چکی ہے۔ ہر قسم کی تبلیغی تربیتی سرگرمیوں پر قدغن ہے۔ لیکن ریاست مدینہ جدید کے بانی عالمی میڈیا پر بھی کمال ڈھٹائی سے احمدیوں اور اقلیتوں کے حقوق کے ضامن بن کر ظاہر ہوتے ہیں۔ جب پابندیاں لگائی گئی ہیں تو پھر یہ جرأت کیوں نہیں کہ کھل کر کہ سکیں کہ ہاں ہم نے پابندی لگائی ہے۔ ہوسکتا ہے وہ کوئی اور ملک ہو جہاں اقلیتوں کے ساتھ امتیازی سلوک روا رکھا جاتا ہو۔ کیوں کہ پاکستان میں تو احمدیوں کو مکمل مذہبی اور شہری حقوق حاصل ہیں۔ یہاں کسی آفیسر کو غلطی سے احمدی کا نام لینے پر اپنی جان بچانے کے لئے بچوں کا واسطہ نہیں دینا پڑتا۔





سلام۔ مسیح دوران پر

امۃ الباری ناصر۔ امریکہ

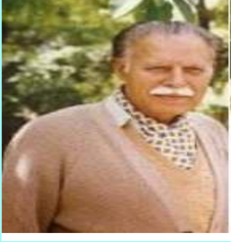
سلام اُس فارسی الاصل ہندی شاہزادے پر
ثریا سے جو ایماں لا کے تزئینِ جہاں کر دیں
سلام اُس ساقیء کوثر کے روحانی تسلسل پر
عیاں جس کی صداقت یہ زمین و آسماں کر دیں
سلام اُن عجز کی راہوں پہ تقویٰ کے مراحل پر
جو اک خلوت نشیں کو مہدیء آخر زماں کر دیں
سلام اُن نیم وا آنکھوں پہ رحمت بار نظروں پر
کبھی تحلیل دل کر دیں کبھی تحویل جاں کر دیں
سلام ہشیارپور کے چلہ کش بیدار عابد پر
یہی دل کی تمنا ہے تصدق اُس پہ جاں کر دیں
سلام اُن پر جنہیں ملتے تھے دستر خوان کے ٹکڑے
وہ وسعت دے کے لنگر کو برائے کل جہاں کر دیں
وہ سلطان القلم، معجز بیاں۔ انفاس قدوسی
مسیحائی سے جو مُردوں کو زندہ جاوداں کر دیں
وہ برکت جن کے کپڑوں سے ملے شاہانِ عالم کو
وہ اپنی پیاری بستی خیر سے دارالاماں کر دیں
ہوا ہے منعکس نورِ محمدؐ جن کے پیکر میں
زمیں کو برکتیں دیں اس قدر جنت نشاں کر دیں
نہایت عزم سے دل پر سہا ہر وار دشمن کا
یہی دُھن تھی نمایاں دینِ حق کی عزّوشاں کر دیں
ہمیں تو گالیاں سن کر دعاؤں کی ہدایت ہے
جو دل کا بوجھ بڑھ جائے خدا کو درمیاں کر دیں
کرے دُشمن ارادہ بھی اگر اُن کی اہانت کا
قضا اور قدر مل کر اُس کو رسوائے جہاں کر دیں
وہ جس دل میں بھی دیکھیں غم کے کانٹے پیار سے چن لیں
جو گل ہوں اپنے دامن میں وہ نذرِ دوستاں کر دیں
دعا ہے تخم ریزی کرنے والے باغ کے مالی
ہم اس دنیا کے ہر ذرے کو رشکِ گلستاں کر دیں
یہی رستہ ہے جو بندے کو خالق سے ملاتا ہے
اسی خواہش سے سر کو وقفِ سنگ آستاں کر دیں
کہیں رائج نہیں وہ لفظ دنیا کی زبانوں میں
جو مدحت مہدیء دوراں کی، خوبی سے بیاں کر دیں





فاتح چھمب جنرل ملک عبدالعلی مرحوم

(انجینئر محمود مجیب اصغر)



خاکسار کو سروس کے دوران پاکستان کے کئی ضلعوں میں رہنے کا موقع ملا اور خدا کے فضل سے ہر جگہ امیر ضلع اور مربیان سے خاکسار کا رابطہ رہا اور ہر ایک میں کچھ امتیازی خصوصیت کا مشاہدہ کیا یکم جنوری 1979ء کو خاکسار ٹرانسفر ہو کر اسلام آباد آیا اور چند سال وہاں رہنے کا موقع ملا اس وقت وہاں پر جنرل عبدالعلی ملک صاحب فوج سے ریٹائر ہو کر امیر جماعت کے طور پر خدمت کی توفیق پا رہے تھے آپ پاک فوج کے چوٹی کے جرنیلوں میں سے تھے ہماری خوش قسمتی تھی کہ ان سالوں میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث اسلام آباد تشریف لاتے رہے اور بعض جمعے بھی وہاں پڑھائے حضور اپنے خطبات میں بعض اوقات مسلم جرنیلوں کا بھی ذکر فرماتے تھے خاکسار نے مشاہدہ کیا کہ اس وقت حضور جنرل عبدالعلی صاحب کی طرف دیکھتے تھے ۔آپ کے اندر حقیقی لیڈر شپ کی خصوصیات تھیں ایک دفعہ کسی کا نام معلوم کر کے ہمیشہ یاد رکھتے خاکسار جلد ہی lime light میں آ گیا اس کا پس منظر یہ ہے کہ صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ (محمود احمد صاحب شاہد المعروف بنگالی صاحب) نے خاکسار کو نائب قائد نامزد کر دیا اس وقت عبدالستار علیم صاحب قائد اسلام آباد تھے وہاں یہ طریق تھا کہ جو بھی اجلاس ہوتے اس میں ایک تقریر لازماً ایک خادم کی ہوتی غالباً یوم مسیح موعود کا اجلاس ہونے والا تھا قائد صاحب نے خاکسار کو کہا کہ آپ کے اکثر مضمون الفضل اور رسالہ خالد میں آتے رہتے ہیں اس لئے اس جلسہ کے لئے اگر امیر صاحب سے میں آپ کی اجازت لے لوں تو کیا آپ میری جگہ تقریر کر لیں گے خاکسار نے کہا ٹھیک ہے چنانچہ جلسہ سے چند دن پہلے انہوں نے بتایا کہ جنرل صاحب نے اجازت دے دی ہے خاکسار نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالوں کے ساتھ مضمون تیار کر لیا جنرل صاحب کی صدارت میں جمعہ کی نماز کے بعد اجلاس ہوا پہلی حیرت تو یہ ہوئی کہ جنرل صاحب کے لئے جب کرسی رکھی گئی تو انہوں نے یہ کہہ کر کرسی اُٹھوا دی کہ میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ نیچے بیٹھوں گا اور پھر جائے نماز پر ہی احباب کی طرف رُخ کر کے بیٹھ گئے اور اجلاس کی کاروائی شروع کروا دی خاکسار اپنی تقریر کے دوران جب بھی حضرت مسیح موعود کا حوالہ پڑھتا جنرل صاحب خاکسار کی طرف دیکھتے چنانچہ آپ نے خاکسار کی تقریر کو پسند فرمایا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خاکسار جتنا عرصہ اسلام آباد میں رہا ہر ایک اجلاس میں خاکسار کی تقریر ضرور رکھی جاتی ۔

آپ خدام سے بہت گھل مل جاتے تھے بعض مجالس میں 1965ء اور 1971ء کی پاک بھارت جنگ کے حالات بیان فرماتے بہت شجاع اور حب الوطن انسان تھے ایک دفعہ فرمایا میدان جنگ میں جب آپ کے ارد گرد سے گولیاں گزر رہی ہیں اور آپ بچ جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی ہستی پر اس وقت صحیح ایمان نصیب ہوتا ہے اور آپ ایسی کیفیات سے گزرتے رہے جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث تشریف لاتے تو آپ ہی استقبال فرماتے اور سب سے پہلے مصافحہ کرتے آپ کے چہرے پر خلافت سے عشق کا عجیب عالم ہوتا تھا آپ کی امارت کی ایک خصوصیت ڈسپلن اور وقت کی پابندی تھی آپ کی لوگ دل سے عزت کرتے تھے اور آپ سب کے ساتھ شفقت سے پیش آتے تھے 1980ء میں خاکسار کا انتخاب بطور قائد مجلس اسلام آباد ہوا ہم نے آپ سے عرض کی کہ نئے سال کا افتتاح فرما دیں چنانچہ ایک مختصر سی تقریب آبپارہ گیسٹ ہاؤس میں منعقد ہوئی آپ نے اپنے خطاب کے لئے کوٹ کی جیب سے الفضل اخبار نکالی اور خلیفہ وقت کا ایک چھپا ہوا اقتباس پڑھ دیا اور دعا کروا دی نیز آپ نے خدام کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں پڑھنے اور خلیفہ وقت سے تعلق قائم کرنے کی طرف توجہ دلائی اس کے جلد ہی بعد آپ نے بیرون پاکستان میڈیکل چیک اپ کے لئے (جو اعلیٰ فوجی افسروں کا استحقاق ہوتا ہے) اجازت لے لی اور شیخ عبدالوہاب صاحب کو چارج دے دیا آپ کی الوداعی تقریب چاند ریسٹورنٹ میں ہوئی جہاں اکثر جماعتی فنکشن ہوتے تھے اتفاق سے ان دنوں صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل اعلیٰ و وکیل التبشیر تحریک جدید اسلام آباد تشریف لائے ہوئے تھے ان کی صدارت میں کاروائی ہوئی اس موقع پر جماعت کی مجلس عاملہ کے ساتھ انصار اللہ خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ کی مجالس عاملہ کو بھی invite کیا ہوا تھا خاکسار بھی خدام الاحمدیہ کی عاملہ کی طرف شامل تھا اس موقع پر میاں

صاحب نے حضرت مصلح موعودؓ کے حوالے سے نصیحت فرمائی کہ جماعت میں دنیاوی طور پر اعلیٰ افسر اگر عہدے دار ہو تو اس کی بہت عزت کی جاتی ہے اور اگر دنیوی لحاظ سے اس status سے کم کا کوئی جماعتی عہدیدار بن جائے تو اس کی لوگ اس طرح عزت نہیں کرتے حالانکہ وہ بھی اتنی ہی عزت کا حقدار ہے اس وقت شیخ عبدالوہاب صاحب الیکشن کمشن میں ڈپٹی سیکرٹری تھے چنانچہ انہیں بھی خدا تعالیٰ نے بہت عزت دی۔

اس موقع کی ایک یادگار تصویر تاریخ احمدیت اسلام آباد میں صفحہ 209 کے بالمقابل دی ہوئی ہے کرسیوں پر (دائیں سے بائیں): محترم شریف احمد متو صاحب، چوہدری محمد اسلم خان صاحب، محترم، شیخ عبدالوہاب صاحب امیر جماعت، صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب محترم جنرل عبدالعلی ملک صاحب، سید سہیل احمد صاحب اور چوہدری علیم الدین صاحب کھڑے ہوئے (دائیں سے بائیں): عبدالکریم لودھی صاحب، محمد اسرائیل صاحب، محترم خالد احمد ورک صاحب، محمود مجیب اصغر صاحب، مبارک احمد پراچہ صاحب، چوہدری حشمت علی صاحب، منیر احمد فرخ صاحب، محمود احمد بھلر صاحب، ملک عبدالحق صاحب، چوہدری عبدالمجید صاحب، کرنل خیرالبشر صاحب، میجر مقبول احمد صاحب

جنرل عبدالعلی ملک صاحب کی پروفیشنل لائف

آپ بنیادی طور پر الیکٹریکل انجینئر تھے آپ نے بی ایس سی الیکٹریکل انجینئرنگ کی ڈگری پاک ملٹری اکیڈمی سے حاصل کی اور پاکستان میں پاکستان آرمی کے سول پراجیکٹس کرواتے رہے آپ نے کئی ڈیم بنوائے اور پنجاب میں کئی پراجیکٹس کی supervision کی آپ نے نہایت شاندار باعزت سروس کی اور تھری سٹار رینک پاک آرمی جنرل تک ترقی کی آپ corps of engineers میں انجینئرنگ افسر تھے جس نے 1965ء کی پاک انڈیا جنگ میں چونڈا کے محاذ پر mechanised warfare کو lead کیا۔

1971ء کی جنگ میں آپ نے corps کو کمانڈ کیا ان کے بھائی اختر حسین ملک صاحب بھی فوج میں جرنیل تھے اور 1965ء کی جنگ کے hero تھے۔

1965ء کی جنگ

بریگیڈیئر عبدالعلی ملک نے سیالکوٹ کے چونڈہ محاذ پر 1965ء کی جنگ میں 24th infantry brigade کو کمانڈ کیا اور جنگ عظیم دوم کے بعد ٹینکوں کی سب سے بڑی جنگ لڑی اور کئی گنا بڑے دشمن پر فتح حاصل کی آپ کی شاندار خدمات اور عظیم الشان کارناموں پر ملکی اور غیر ملکی دانشوروں نے خراج عقیدت پیش کیا۔ایک شاعر نے لکھا

کر رہا تھا نمازیوں کی کماں عبدالعلی
تھا صفوں میں مثل طوفاں عبدالعلی
ہند کا وہ آتش طوفاں مقابل اس کے وہ عزم ثبات
ٹینک یوں گرتے تھے دشمن کے جیسے خشک پات
جب ہوئی تاریخ کی سب سے بڑی ٹینکوں کی جنگ
فتح پائی غازیوں نے کس طرح دنیا ہے دنگ

1971ء کی جنگ

اس وقت آپ میجر جنرل promote ہو چکے تھے آپ نے مغربی سیکٹر پر 8th Infantary division کی کمان کی آپ کے troops سیالکوٹ سیکٹر پر متعین تھے 1975ء میں آپ فوج سے ریٹائر ہوئے اس وقت آپ لیفٹیننٹ جنرل کے عہدے تک پہنچ چکے تھے جنرل عبدالعلی ملک نے دینی اور دنیوی لحاظ سے بہت کامیاب زندگی گزاری آپ کی پیدائش 1938ء کی ہے آپ کی وفات اسلام آباد میں 17 جنوری 1992ء کو ہوئی آپ کی نماز جنازہ اس وقت کے مربی اسلام آباد سید حسین احمد صاحب نے پڑھائی جس کے بعد آپ کو اپنے گاؤں پنڈوری (جو راولپنڈی سے 65 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے) پوری فوجی اعزاز کے ساتھ دفن کیا گیا

اے خدا بر تربت او ابر رحمتہا ببار
داخلش کن از کمال فضل در بیت النعیم

عہدِ وفا

طاہر احمد عارف۔مرحوم

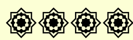
عہد وفا ہے جان پہ اک قرض اب تلک
مجھ سے ادا نہ ہو سکا یہ فرض اب تلک
گونگے ہیں لفظ بات میں مطلب نہیں کوئی
میں کر سکا ہوں آپ سے نہ عرض اب تلک
شاید مجھے نصیب ہو ساقی کی اک جھلک
بس ڈھونڈتا ہوں میکدے میں درز اب تلک



مکّہ کی پارلیمنٹ دارالندوہ کا آئین اور مسلمان

محمد احسان وہرہ (سڈنی آسٹریلیا)

ان دنوں پاکستانی احمدی مسلمانوں کو بھانت بھانت کے مشورے دیئے جا رہے ہیں اور ان میں سے سب سے زیادہ اور مخلصانہ خیال کیے جانے والا مشورہ یہ ہے: ''قادیانی اگر آئین کو مان لیں مسلمان کہلانا چھوڑ دیں تو انہیں اقلیت کے طور پر سب حقوق دے دیئے جائیں گے۔ سبحان اللہ کیا ہی ذہانت پائی ہے میرے پاکستانی مسلمان دانشوروں نے۔ عقل و خرد کی معراج پر پہنچے ہوئے ہیں یہ محبّانِ رسول ہونے کے دعویدار۔ ارے بھائی! سردارانِ مکّہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا ابوطالب کے پاس آئے اور یہ پیشکش کی کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اسلام کی تبلیغ چھوڑ دے تو اسے سارے عرب کی بادشاہت دے دی جائے گی۔ خوبصورت عورتیں اس کے حرم میں داخل کر دی جائیں گی اور مال و دولت کی تمنا ہے تو وہ اس کے قدموں میں ڈھیر کر دیا جائے گا۔ جس رسول کے امتّی ہونے کا یہ سرکاری مسلمان دعوٰی کرتے ہیں اور جس کی محبت اور ناموس کے نام پر قتل و غارت کا بازار گرم کر رکھا ہے اس ہادیٔ برحق نے تو مال و دولت، حسین عورتیں اور عرب کی بادشاہی کو اپنی جوتی کی نوک پر رکھا اور اپنے ایمان کے عوض ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے ہاتھ پر چاند لا رکھنے کو بھی حقیر جانا اور ہمیں کہتے ہیں کہ ہم اپنے بنیادی انسانی شہری اور جمہوری حقوق کی خاطر اپنے ایمان کا سودا کر لیں۔ کیا کہنے جناب! مشرکین مکّہ کی پارلیمنٹ دارالندوہ نے مسلمانوں کو صابی قرار دیتے ہوئے مسلمان کہلانے پر پابندی لگا دی تھی۔ تبلیغ کرنے، آذان کہنے اور مسجد بنانے کی بھی ممانعت تھی۔ حرم میں داخل ہونے پر سخت سزائیں دی جاتیں تھیں۔ آج مجھے ان پاکستانی سرکاری مسلمانوں سے پوچھنا ہے کہ اگر احمدی مسلمانوں کو بنیادی انسانی حقوق کے لئے خود کو اسلام سے منسوب نہ کرنا اور خود کو کافر تسلیم کرنا ہی شرطِ اوّل ہے تو پھر مکّہ کی پارلیمنٹ دارالندوہ کا بھی مسلمانوں کے خلاف قانون سازی کرنا اور انہیں صابی کہلوانے پر مجبور کرنا اور تین سال تک شعب ابی طالب کی تنگ گھاٹی میں سوشل بائیکاٹ کرنا بھی اتنا ہی درست قدم تھا جتنا آج احمدیوں کے خلاف ریاستِ پاکستان کی آئینی پابندیوں اور قوانین کا درست ہونا ہے۔ اگر تب مشرکین مکّہ کا مسلمانوں کی مذہبی آزادیاں سلب کرنا غلط تھا تو آج پاکستانی احمدی مسلمانوں پر قانونی پابندیاں بھی ایک ظلم ہے۔ اگر چودہ سو سال پہلے اوّلین یعنی رسول خدا سیّد الانبیاء سیّد الاحیاء محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے جانثار صحابہ کا مذہب کے معاملہ میں دارالندوہ کے آئین کو تسلیم نہ کرنا ایک درست قدم تھا تو آج آخرین یعنی احمدی مسلمانوں کا بھی اپنے آقا و مولا سرور کائنات فخرِ موجودات رسول مکی و مدنی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی غلامی اور سنّت میں آئین پاکستان کی ظالمانہ شقوں کو نہ ماننا بھی یقیناً ایک درست قدم ہے۔ میرے پاکستانی سرکاری مسلمانو! عقل کو ہاتھ مارو! سنو اور ذرا غور سے سنو کہ حرکتیں تو تمھاری مشرکین مکّہ والی ہیں، سوشل بائیکاٹ تم کرتے ہو، احمدی مسلمانوں کا قتل تم کرتے ہو، ہماری مساجد تم گراتے جلاتے ہو، ہمارے بچوں کو زندہ تم جلاتے ہو، ہمارے خلاف قانون سازی تم کرتے ہو، ریاستی طاقت تم استعمال کرتے ہو، دیس نکالا تم دیتے ہو، ہماری نشر و اشاعت پر پابندی تم لگاتے ہو، لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کہنے پر ہمیں تین سال قید کرتے ہو مار کٹائی کرتے ہو گالی گلوچ کرتے ہو، حج تم نے ہمارا بند کر رکھا ہے، دلیل تمھارے پاس نہیں کہ تم ہمیں بغیر دلیل کے کافر ماننے کا فخریہ اعلان کرتے پھرتے ہو اور قرآن کے واضح حکم کے برخلاف دین کے معاملے میں جبر سے تم کام لیتے ہو، اے عقل کے اندھو! اے مذہبی جنونیو! دنیا کو پاگل مت بناؤ۔ دنیا سب دیکھ رہی ہے؛ تمھاری حرکتیں بھی اور ہمارے کام بھی وہ جانتی ہے کہ کون ظالم مشرکین مکّہ کے پیروکار ہیں اور کون رحمۃ اللعالمین رسول عربی محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے صحابہ کی طرح ظلم کی چکّی میں پس رہے ہیں۔ سنت اللہ ہے کہ وہ خود فرق کو دکھلائے ہے تا عیاں ہو کون پاک اور کون ہے مردار خوار اے مذہب کے سرکاری ٹھیکیدارو! اے اسلام کے بیوپاریو! اب دنیا نہ تو تمھارا منجن خریدے گی اور نہ ہی کوئی چورن۔ اب تو عرب دنیا بھی احمدی مسلمانوں سے متعلق بنائی گئی تمھاری کہانیوں کی حقیقت جان گئی ہے اور اللہ تعالٰی کے فضل سے ہمارے تین مواصلاتی عربی ٹی وی چینلز نے عرب کی دنیا میں ایک ہلچل پیدا کر دی ہے۔ تم اپنی غفلت کے لحافوں میں پڑے اپنی جاہلانہ خوابوں کے مزے لوٹو اور جب دل کرے اپنی منجی تھلّے ڈانگ پھیرو۔ نہ کل ہمیں تم سے بھلائی کی کوئی توقع تھی اور نہ آج تمھارے سدھرنے کا کوئی امکان نظر آتا ہے۔ ہم تو ہر دم چڑھ رہے ہیں اک بلندی کی طرف وہ بلاتے ہیں کہ ہو جائیں نہاں ہم زیرِ غار نعرۂ اِنّا ظلمنا سنتِ ابرار ہے زہر منہ کی مت دکھاؤ تم نہیں ہو نسلِ مار بحث کرنا تم سے کیا حاصل اگر تم میں نہیں رُوحِ انصاف و خدا ترسی کہ ہے دیں کا مدار۔







مسلمان کون ہے؟

فضل الرحمن صاحب تنزانیہ مشرقی افریقہ

حکومت پاکستان اور جاہل ملاؤں کی قرآن وسنت میں یہودیانہ تحریف

آنحضرت ﷺ کے دعویٰ نبوت ورسالت کی تصدیق کے لئے اور اسلام قبول کرنے کے لئے لازمی اور قطعی شرط صرف اور صرف کلمہ طیبہ پڑھنا اور اس پر ایمان لانا ہے۔مسلمان ہونے کے بعد چند اور عبادات واعتقادات ہیں جن پر عمل کرنا بھی ضروری ہے اور جن کا علم ہمیں رسول اللہ ﷺ کی سنت اور احادیث سے ملتا ہے۔

وہ یہ ہیں پانچ ارکان اسلام

1۔کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ 2۔نماز 3۔روزہ 4۔زکوۃ ۵۔حج

چھ ارکانِ دین۔1۔اللہ تعالی پر ایمان 2۔فرشتوں پر ایمان 3۔رسولوں پر ایمان 4۔الہامی کتابوں پر ایمان 5۔آخرت پر ایمان 6۔تقدیرِ خیر وشر پر ایمان

حضرت ﷺ کا تصدیقی سرٹیفیکیٹ

صحیح بخاری کی حدیث ہے"مَنْ صَلَّى صَلاَتَنَا، وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا، وَأَكَلَ ذَبِيحَتَنَا، فَذَلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِي لَهُ ذِمَّةُ اللَّهِ وَذِمَّةُ رَسُولِهِ، فَلاَ تُخْفِرُوا اللَّهَ فِي ذِمَّتِهِ "جس نے ہماری نماز پڑھی، ہمارے قبلے کو اپنا قبلہ بنایا اور ہمارا ذبیحہ کھایا وہ مسلمان ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس کے مسلمان ہونے کا ذمہ اٹھاتے ہیں اب آیئے دیکھتے ہیں کہ حکومت پاکستان اور جاہل ملاؤں کے نزدیک مسلمان ہونے کے لیئے کیا شرائط ہیں۔

سات ارکانِ اسلام 1۔کلمہ 2۔نماز 3۔روزہ 4۔زکوۃ 5۔حج 6۔ختم نبوت 7۔بانیٔ جماعت احمدیہ کی تکذیب اور گالم گلوچ۔

آٹھ ارکان دین 1۔اللہ پر ایمان 2۔فرشتوں پر ایمان 3۔رسولوں پر ایمان 4۔الہامی کتابوں پر ایمان 5۔آخرت پر ایمان 6۔تقدیرِ خیر وشر پر ایمان 7۔ختم نبوت پر ایمان 8۔بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی تکذیب، گالم گلوچ اور لعنت وملامت

مسلمان ہونے کے لیئے حکومت پاکستان کا تصدیقی سرٹیفیکیٹ

1۔میں مسلمان ہوں اور حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان رکھتا ہوں 2۔میں کسی ایسے شخص کو نبی نہیں مانتا جو کسی بھی اصطلاح میں نبوت کا دعوے کرے اور نہ ہی ایسے شخص کو مذہبی مصلح مانتا ہوں 3۔میں مرزا غلام احمد قادیانی کو ایک جھوٹا نبی سمجھتا ہوں اور اس کے پیروکاروں کو خواہ وہ قادیانی ہوں یا لاہوری غیر مسلم سمجھتا ہو۔

آیت خاتم النبیین

آیت خاتم النبیین سن 5 ہجری میں نازل ہوئی مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا(سورۃ الاحزاب آیت 41)اور محمد(ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے"۔آنحضرت ﷺ کی وفات سن 11 ھجری میں ہوئی۔ان سات سالوں میں ہزاروں بلکہ لاکھوں افراد نے آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔تاریخ سے ایک واقعہ بھی ثابت نہیں جب آپ نے کسی بیعت کرنے والے سے اپنی ختم نبوت کا اقرار لیا ہو۔حتی کہ مسیلمہ نے آپ کے دور میں نبوت کا دعوے کیا اور وہ آپ کے دور میں زندہ تھا اور زندہ رہا۔اس فتنہ کی موجودگی کے باوجود آپ نے مسلمان ہونے کے لئے کسی شخص سے ختم نبوت کا اقرار نہ لیا۔حضرت ابوبکر صدیق کے وقت مسیلمہ کذاب کو ریاست کے خلاف بغاوت کے جرم میں ہلاک کیا گیا نہ کہ دعویٰ نبوت کی وجہ سے۔خود آنحضرت ﷺ نے اُمت میں آنے والے مسیح موعود کو چار مرتبہ اَنبی اللہ کہا(مسلم) اور اپنے بیٹے ابراھیم کی وفات(7ھجری) پر فرمایا کہ اگر ابراھیم زندہ رہتا تو ضرور سچا نبی ہوتا۔پھر فرمایا ابوبکر اس اُمت میں میرے بعد سب سے افضل ہیں سوائے اس کے کہ کوئی نبی پیدا ہو۔چودہ سو سال کے بزرگان اُمت خاتم النبیین سے مراد مقام ومرتبہ کی خاتمیت مانتے رہے ہیں۔جہاں تک جماعت احمدیہ کا تعلق ہے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی اور ہر فرد جماعت کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں۔آپ پر نبوت ورسالت ختم ہو چکی ہے۔آپ تمام انبیاء میں سے مقام کے لحاظ سے سب سے اعلیٰ اکمل اور افضل ہیں۔آپ کی شریعت آخری شریعت ہے۔حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے کسی نئی نبوت یا شریعت کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ اُمتی نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کا کام شریعت محمدیہ کی اتباع اور اشاعت اسلام کے سوا کچھ نہیں اور ایسی نبوت کی بشارت خود حضرت اقدس محمد مصطفےٰ ﷺ دے چکے تھے۔علاوہ ازیں

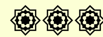
تمام مسلمان تسلیم کرتے ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ نازل ہوں گے تو وہ اُمتی بن کر آئیں گے۔ نبی تو وہ پہلے ہی تھے اب اُمتی نبی بن جائیں گے۔ یہی بات حضرت مرزا صاحب نے فرمائی کہ وہ اُمتی نبی ہیں۔ اس پر سیخ پا ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ سن 1974ء میں حکومت پاکستان نے سعودی عرب کے دباؤ پر اور پاکستان کے بدبخت یہودی صفت ملاؤں کو خوش کرنے کے لئے قرآن وحدیث میں یہودیانہ تحریف کرتے ہوئے ارکانِ اسلام اور ارکانِ دین میں ختم نبوت کی شق کا اضافہ کیا اور سچے اور حقیقی مسلمان احمدیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا۔ سوال یہ ہے کہ کیا احمدیوں کو اپنے مسلمان ہونے کے لئے خدا اور خدا کے رسول کی تصدیق چاہیئے یا حکومت پاکستان کی یا خبیث فطرت ملاؤں کی؟

غزل

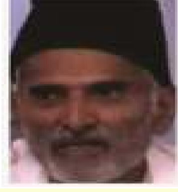
محمد مقصود احمد منیب

چاند نکلا تو سمندر کے کنارے جاگے
لوگ سب سو گئے تب درد کے مارے جاگے
ہر ستارے کو بتا دو جو ہیں راتوں کے الم
جو ہمارا ہے وہی ساتھ ہمارے جاگے
حبس ایسا تھا کہ تحریر کا دم گھٹتا تھا
اُس نے لکھا تھا تو حرفوں کے ستارے جاگے
دم بخود رہ گئے سب لوگ صحائف والے
حکَم اور بذر کے جب تازہ شمارے جاگے
صبحِ تازہ کی ہوا تب ہی چلی بستی میں
جب مسیحا کی صدا لے کے منارے جاگے
آدھ کھلی آنکھ سے جب وصل کا پانی ٹپکا
میری اُجڑی ہوئی اِس جاں کے سہارے جاگے





تجدید دین



عبدالسلام اسلام

پئے تجدید ہستی پھر صدائے ''کُن فکاں'' گونجی
نئے ارض و سما تازہ فضا محسوس ہوتی ہے
مسیحا کے نفس سے تازگی آئی گلستاں پر
کہ غمازِ چمن بادِ صبا محسوس ہوتی ہے
اُسی آفاق کے اندر جہانِ نو ہوا پیدا
جدھر ہیں دیکھتے تازہ جلا محسوس ہوتی ہے
رواں پھر کارواں ہے انقلابی ساز کی لے پر
نوا مہدی کی آوازِ درا محسوس ہوتی ہے
نیا دور آسمانوں کا نئی گردش ستاروں کی
بدلتی رُخ زمانے کی ہوا محسوس ہوتی ہے
اگر اُن کی نگہ میں ہے اثر اِکسیر کا یارب
تو اُن کے ہر نفس میں کیمیا محسوس ہوتی ہے
دلِ واعظ مصدِق ہے امامِ دور حاضر کا
خرد کو ہچکچاہٹ سی ذرا محسوس ہوتی ہے
حوادث اور طوفاں خشک و تر میں تیز رکھتے ہیں
جنوں والوں کو صر صر بھی صبا محسوس ہوتی ہے
ہزاروں منزلیں آتی ہیں رَاہِ عشق میں لیکن
ہر اک منزلِ سفر کی ابتدا محسوس ہوتی ہے
ہے پھونکی رُوحِ تازہ سینہ ایام میں کس نے
ز اعجازِ مسیحا یہ جلا محسوس ہوتی ہے
توکل کی ہے کشتی پر بٹھایا نوح نے ہم کو
ہمیں موجِ تلاطم آسرا محسوس ہوتی ہے
ذرا سُن گوشِ دل سے داستاں فرہاد و مجنوں کی
جفا کب عشق والوں کو جفا محسوس ہوتی ہے
بہشتِ آخرت کیا ہے فقط مہرِ خداوندی
وہ فردوس بریں اُن کی رضا محسوس ہوتی ہے
مرے سینے میں ہیں طوفان کہ جو اُمڈے آتے ہیں
مرے دل سے سدا اُٹھتی گھٹا محسوس ہوتی ہے
نگاہِ چشمِ دل اسلاؔم جب کرتی ہے نظارہ
ہر اک شہ شیشۂ خالق نما محسوس ہوتی ہے



ایڈیٹر کے نام خط

افضل ظفر تنزانیہ



بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرم جناب اصغر علی بھٹی صاحب ایڈیٹر صاحب.....

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے لئے ڈھیروں دعائیں اور لاکھوں نیک تمنائیں آپ کا موقر جریدہ دیکھنے کا اتفاق ہوا پڑھ کر بہت اچھا لگا اور حیرت بھی ہوئی کہ آپ ہزاروں میل دور افریقہ کے ریگزاروں میں تپتی جھلستی آندھیوں اور غریب الوطنی کے انگنت مسائل سے پریشان ہونے کی بجائے وطن عزیز پاکستان کے حالات سے پریشان ہیں جبکہ خود اہالیان وطن اس فکر و پریشانی سے کوسوں دور اپنے حال میں مست خواب خرگوش کے مزے لوٹنے میں مصروف ہیں۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ اہالیان وطن اپنے حال میں بیحال ہیں تو غلط نہ ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ بیحال کا لفظ سن کر آپ کو جناب عزیزی صاحب کا ہر دل عزیز پروگرام حسب حال یاد آ گیا ہو گا جس میں وہ بھی آپ کی طرح ملک خداداد پاکستان کو درپیش مسائل اور اس کے بے بس عوام کے مصائب کا اپنے مخصوص انداز میں ذکر کر کے ارباب حل وعقد کو ان کی طرف توجہ دلاتے ہیں اور اہالیان وطن کو ان کی سنگینی کا احساس دلانے کی بھی کوشش کرتے ہیں مگر ان کی ایسی ساری کوششیں آپ کی اور آپ جیسے اور محبان وطن کی آواز کی طرح صدا بہ صحرا ثابت ہوتی ہے کیونکہ ہمارے ارباب اقتدار ان سب باتوں کو غیر ضروری اور بے ہنگم قرار دیتے ہوئے سب کچھ ٹھیک ہے کا راگ الاپنے میں مصروف ہیں اور خود یاران وطن کو ان باتوں کو سننے اور سمجھنے کی فرصت ہی نہیں اس کا سبب حالات کی ستم ظریفی ہے یا بے حسی, کچھ بھی ہو اس پر آپ یا میں سوائے اس کے اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ صد حیف کہ متاع کارواں جاتا رہا کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا گزشتہ دو تین ہفتوں میں وطن عزیز پاکستان میں رونما ہونے والے واقعات سے بین الاقوامی سطح پر جس قدر سبکی ہوئی ہے اور جس طرح اندرونی طور پر خلفشار اور بدامنی میں اضافہ ہوا ہے اس پر درد دل رکھنے والا ہر پاکستانی رنجیدہ اور افسردہ ہے مگر کیا مجال کہ ہمارے حکمرانوں اور سیاستدانوں وغیرہ کے چہروں پر کسی قسم کی ندامت یا شرمندگی کا شائبہ تک بھی نظر آئے یا وہ حالات کی سنگینی کا احساس کرتے ہوئے اپنے رویوں میں معمولی سی بھی مثبت تبدیلی پیدا کرنے کے لیے تیار دکھائی دیتے ہوں بلکہ بڑھتا ہے زوق گناہ ہر گناہ کے بعد کے مصداق ان کی رعونت تکبر اور سرکشی میں اضافہ ہی ہوا ہے اور ایک دوسرے سے دست و گریباں ہونے اور پگڑیاں اچھالنے, دھمکیاں دینے اور الزام تراشی میں اچھا خاصا اضافہ نظر آتا ہے۔

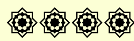
ہماری سرحدوں پر منڈلاتے خطرات کا ہمیں کوئی احساس نہیں ملک میں اندرونی بدامنی اور لاقانونیت سے ہمیں کوئی سروکار نہیں اپنی بین الاقوامی زمہ داریوں اور فرائض کی طرف ہماری کوئی توجہ نہیں بس ہم تو اپنے اقتدار کو طول دینے اور اپنے مخالفین کو نیچا دکھانے میں مشغول ہیں اور اگر اس فل ٹائم جاب سے کچھ فرصت ملتی ہے تو ہم دوسروں کو آزادی اظہار آزادی رائے اور آزادی مذہب کا بھاشن دینے لگ جاتے ہیں اور یہ دیکھنے اور سوچنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتے کہ ہمارے اپنے ملک میں لوگوں کو یہ آزادیاں حاصل ہیں یا نہیں۔

ہمارے حکمران ریاست مدینہ کا راگ تو الاپتے ہیں مگر یہ سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے کہ ریاست مدینہ مساوات مذہبی آزادی اور آزادی رائے پر مبنی تھی جو ہمارے ملک میں بالکل نہیں اور اس کی ایک تازہ ترین مثال اٹک میں ہونے والا وہ دلخراش واقعہ ہے جس میں ایک خاتون کو جو اسسٹنٹ کمشنر کے معزز عہدے پر فائز ہیں ڈی سی آفس میں صرف اس لئے اپنے عقیدے کی وضاحت کرنی پڑی کہ ایک نوجوان نے ان کے خلاف یہ رپورٹ کی کہ مزکورہ خاتون افسر نے انسانی حقوق کے سلسلے میں منعقدہ ایک تقریب میں مساوی انسانی حقوق کا ذکر کرتے ہوئے سنی شیعہ اور دیگر فرقون کے احمدیوں کا بھی ذکر کیا ہے جس سے ان کے جذبات مجروح ہوئے ہیں اس شکایت پر سینیئر اف یسران نے ایک ہجوم بدتمیزی میں انتہائی خوف و ہراس کے عالم میں اس معزز خاتون آفیسر سے باز پرس کی اور اس لونڈے کو جو مسلسل بدتمیزی کر رہا تھا مطمئن کرنے کے لیے اس خاتون سے حسب منشاء اس کے عقیدے کی وضاحت مانگی۔ یہ واقعہ ایک طرف تو

انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزی ہے اور دوسری طرف اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ پاکستان میں بسنے والے لاکھوں پر امن قانون کا احترام کرنے والے احمدیوں کو قطعاً مذہبی ازادی حاصل نہیں بلکہ وہ بنیادی انسانی حقوق سے بھی محروم ہیں اور وہ اتنے غیر محفوظ ہیں کہ کوئی بھی راہ چلتا ایرا غیرا ان پر کوئی بھی الزام لگا کر ان کے خلاف قانونی کارروائی کی دہائی دے سکتا ہے اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کا یہ فرض ہے کہ وہ بغیر سوچے سمجھے محض شکایت کندہ اور اسی قبیل کے مولویوں کے نظر میں خود کو پکا مسلمان ثابت کرنے کے لیے اس شکایت کنندہ کی دادرسی کرے اور بیگناہ معصوم احمدی کے خلاف قانونی کارروائی کرے۔کیا احمدی پاکستانی شہری نہیں ہیں کہ ان کی بھی دادرسی کی جائے اور کم از کم کوئی قانون کرنے سے پہلے ان کی بات بھی سن لی جائے یا حالات وواقعات کا بنظر انصاف جائزہ لیا جائے نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کیونکہ کہ اگر کوئی خدا ترس یا فرض شناس آفیسر تحقیقات میں پڑ کر شکایت کنندہ کی شکایت کے اندراج اور اس پر عملدرآمد میں معمولی سی بھی تاخیر کرے گا تو اس پر کفر کا فتوی بھی لگ جائے گا اور مولویوں اور ان کے چیلے چانٹوں اور عقل خرد سے عاری فارغ البال لوگوں کا پر ہجوم احتجاجی جلوس اس کے دفتر پہنچ جائے گا جس سے کسی قسم کی خیر کی توقع نہیں رکھی جاسکتی اس صورتحال میں توڑ پھوڑ جلاؤ گھراؤ تو معمولی بات معاملہ قتل وغارت تک بھی جا سکتا ہے۔تو ایسا خطرہ کوئی کیوں مول لے۔آسان حل یہ ہے کہ بلا سوچے سمجھے بغیر کسی ملکی یا بین الاقوامی قانون کی پرواہ کئے بغیر کسی مذہبی تعلیم کا خیال کئے بیگناہ احمدی کے خلاف کاروائی کردو احمدی یا احمدیوں نے کون سا کوئی جلوس نکالنا کونسا انہوں نے مردہ باد یا ہائے ہائے کے نعرے لگانے ہیں۔یہ سب کچھ دیکھ کر تو یہی سچ لگتا ہے ملک عزیز میں جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا کالا قانون لاگو ہے اور ہمارے حکمران اسی قانون کی بالادستی پر یقین رکھتے ہیں۔

شاید کسی اسی صورت حال کی عکاسی کرتے ہوئے کسی نے کہا ہے کہ سچا چپ ہے تایوں ماڑاتے کنجر کھڑا للکارے مندرجہ بالا واقعہ اگر کسی مہذب اور قانون کی پاسداری کرنے والے معاشرے میں رونما ہوتا تو سب سے پہلے شکایت کنندہ کو یہ بات سمجھائی جاتی کہ بات انسانی حقوق کی ہورہی ہے اور احمدی بھی انسان ہیں اسلیے وہ بھی دوسرے پاکستانیوں کی طرح معزز اور محترم ہیں اور دیگر تمام باشندگان پاکستان کی طرح انہیں بھی یکساں انسانی وشہری حقوق حاصل ہیں اور اگر بات مذہب کی تو بھی مذہب اسلام انہیں اپنے عقائد پر قائم رہنے ان پر عمل کرنے اور ان کی تبلیغ کا مکمل حق دیتا ہے اور کسی کو ان پر اپنے خیالات ونظریات ٹھونسنے کی اجازت نہیں اور ریاست مدینہ کے قانون کے مطابق مدینہ میں رہنے والے تمام لوگ خواہ وہ مسلمان تھے یا یہودی،مشرک تھے یا عیسائی خواہ وہ کچھ بھی تھے بمطابق میثاق مدینہ وہ ایک امت تھے پیغمبر اسلام نے ان سب کو یکساں شہری کا درجہ دیا اور ان کا ذکر ایک ہی لائن میں کیا لہذا یہ کہنا غلط ہے کہ احمدیوں کا ذکر ہمارے ساتھ ملا کر کیوں کیا گیا۔اس کے علاوہ یہ سمجھانا بھی ضروری تھا کہ جب معاشرے سے متعلق مسائل کو زیر بحث لایا جاتا ہے تو پھر اس کی ساری اکائیاں اور اس میں بسنے والے تمام افراد واقوام کا ذکر کرنا ضروری ہوتا ہے اس لئے پاکستانی معاشرے کا ذکر احمدیوں کو نکال نہیں کیا جا سکتا ہے لیکن وہاں تو سمجھنے سمجھانے کی ضرورت ہی نہ تھی بس صرف خود کو پکا مسلمان ثابت کرنا مقصود تھا اس لیے ایک باعزت خاتون کو جو اس وقت بے بس ولاچار تھی اور جس کی مثال درجنوں خون آشام بھیڑیوں میں گھری ہوئی ایک کمزور بھیڑ کی تھی سے اپنی مرضی کا بیان لینا تھا ۔اور اس بات کا قطعاً لحاظ نہ کیا گیا کہ وہ ایک ذمہ دار اور معزز آفیسر ہے جس کا کام قانون نافذ کرنا اور مظلوموں کی دادرسی ہے اس طرح اسے پریشان اور خراساں کر کے اداروں اور ان سے وابستہ افراد کو کمزور اور بے توقیر کیا گیا جس سے نہ صرف قانون نافذ کرنے والے افراد اور اداروں کی حوصلہ شکنی ہوئی ہے بلکہ شر پسند فسادی اور قانون شکن لوگوں کی حوصلہ افزائی بھی ہوئی ہے۔

اس پر مستزاد یہ کہ اس واقعہ سے اور اس پر افسران اعلی کے ردعمل سے ساری دنیا میں پاکستان کی جگ ہنسائی ہونے کے علاوہ پاکستانی حکمرانوں کے انسانی حقوق کی پاسداری کے بلند و بانگ دعوؤں کی قلعی بھی کھل گئی ہے۔اور ساری دنیا پر یہ واضح ہوگیا ہے کہ پاکستان کے حکمران انسانی حقوق کی پاسداری کی باتیں صرف اپنی سیاست چمکانے اور دوسروں کو مرعوب کرنے یا ان پر تنقید کرنے کے لیے کرتے ہیں جبکہ انکی ذاتی زندگیاں اور ان کا طرز حکمرانی ان امور سے یکسر خالی ہے۔یہ ریاست مدینہ کے الفاظ صرف سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں حقیقت میں انہیں ریاست مدینہ کے سنہری اصولوں سے کوئی سروکار نہیں۔اور اسی کو منافقت کہتے ہیں جو ہمارے حکمرانوں کا طرز عمل اور بدقسمتی سے عالمی سطح پر ہماری پہچان بن گیا ہے ۔اور ہم اصلاح احوال کی بجائے اس پر مطمئن بلکہ خوش ہیں شرم تم کو آتی نہیں ہے مگر





(نظم)

منورآحمد کنڈے



گاؤں کے اک مولوی صاحب تھے کھانا کھا رہے
گھر کے آنگن میں خدا کا شکر بھی فرما رہے
ایک لحظہ کو ہی اُٹھے ، لائیں پانی کا گلاس
ایک کوا بھی وہاں پر اُڑ رہا تھا آس پاس
دیکھ کر وہ مولوی کو دور دسترخوان سے
لے گیا روٹی اُڑا کر دیکھتے ہی دیکھتے
بیٹھ کر دیوار پر کوّا تھا روٹی کھا رہا
رزق ملنے پر خدا کا شکر بھی دہرا رہا
مولوی نے جب یہ دیکھا ، طیش اُن کو آ گیا
اور کوّے سے کہا یہ مولوی نے برملا
"میری روٹی مجھ کو واپس دے کہ چوری تم نے کی
ورنہ دوں گا وہ سزا جو تم نے سوچی بھی نہ تھی"!
"چونچ تیری کاٹ ڈالوں گا سزا کے طور پر
میری اِس تنبیہ پر کالے پرندے غور کر" !

ہنس کے بولا کالا کوا : "رزق دیتا ہے خدا"
"تیری کوتاہی سے مجھ کو آج کا کھانا ملا"!
"کھا رہا ہوں گر یہ روٹی ، میں ، یہ تیری ہے خطا" !
"اپنی بیگم سے کہیں وہ اور دیں گی اک پکا" !

مولوی صاحب نے کوّے سے کہا کہ "سوچ لو" !
"اس سے پہلے کہ مری تدبیر سے سب کھو چکو" !

کوا بولا " میں نہ یہ روٹی تری واپس کروں
اپنی چالاکی کے باعث میں بھی تو مشہور ہوں"!
آپ کے گھر کی پکی روٹی میں ہے لذت بہت
ایسی روٹی کھاتا جاؤں دل یہ چاہے روز و شب

مولوی صاحب یہ بولے "اے پرندے بے وقوف !
تُو نہیں سمجھا ہے میری قوتِ وعظ و حروف !"
" تیری کائیں کی صدا نہ آئے گی دیوار سے
تُو نے ٹکر لی ستمگر خنجر و تلوار سے !"
" میں تو تیری قوم کی حالت کروں گا یوں خراب،
حکم سے میرے بنیں گے تیرے تکے اور کباب" !

کوا بولا " مولوی جی ! نہ دکھائیں یوں جلال
آج تک ہے کون سمجھا میرے اندر کا کمال" !
آپ کے الفاظ میں ہے کیا خبر میرے لئے ؟
بس یہی کہ ایک دھمکی بے اثر میرے لئے !!"
" میں سیانا ہوں پرندہ سب ہیں مجھ کو جانتے
میری عیّاری کا سب پنچھی ہیں لوہا مانتے" !

مولوی صاحب نے کوّے سے کہا انجامِ کار
" تیرے گلشن میں پرندے اب نہ آئے گی بہار"
تیرے دل سے تا قیامت پھر نہ جائے گا ملال
کہہ دیا میں نے اگر لوگوں سے: "کوا ہے حلال!"

کوا بولا " مولوی صاحب ! نہ ہوں مجھ سے خفا
ایسی روٹی کھانے کی میں کر نہیں سکتا خطا" !
" میری فطرت میں ہے جو اس کو بدل سکتا نہیں
گلستاں کے خوشنما پھولوں کو میں تکتا نہیں"
معاف کیجئے مجھ سے ایسا اب نہیں ہوگا گناہ
جس سے میری قوم ہی دنیا میں ہو جائے تباہ
یہ منوّر ہے لطیفہ سب کو ہی معلوم ہے
خوب محنت سے کیا اس کو مگر منظوم ہے



شذرات

اصغر علی بھٹی نگران اعلیٰ قندیل حق

دیوبندی علماء میں ایک اور گروپ بندی جھوٹا گستاخ، زندیق، ڈھونگی، ٹھگ، سازشی اور کفر کے پروانے ایک دوسرے میں تقسیم

دیوبندی مولوی طارق جمیل گستاخ نبی علیہ السلام ہے جسے سعودی علماء نے کافر قرار دیا ہے۔مفتی منظور احمد مینگل

مولوی طارق جمیل پاکستان میں تبلیغی جماعت کے شوریٰ گروپ کے اہم سربراہ ہیں اور دیوبندی مولویوں میں ممتاز حیثیت رکھتے ہیں مگر دیوبند کے ہی دوسرے گروپ کے نزدیک آپ گستاخ نبی یوسف علیہ السلام ہیں۔مولانا منظور احمد مینگل نے اپنے ویڈیو بیان میں فرمایا ''مولانا طارق جمیل ہمارے سر کے تاج تھے اب نہیں رہے۔اس نے کہا ہے کہ زلیخا نے حضرت یوسف کا منہ کالا کروا کے گدھے پر بٹھا کر سارے شہر کا چکر لگوایا۔ یادرکھو اس کو جتنا میں نے سپورٹ کیا۔وہ ایک خطیب ہے وہ کوئی مستند عالم نہیں۔وہ صرف خطیب ہے۔مولانا کے خلاف کتابیں لکھی گئیں۔القول الجلیل فی کفر جمیل طارق اس کی میں نے تصدیق نہیں کی۔میں نے خود مولانا سے کہا کہ توبہ کرلو۔کلمۃ الہادی الی سواء السبیل بھی اس کے خلاف لکھی گئی۔آپ مسلمانوں میں سے کسی نے اس کو کیوں نہیں ٹوکا جب اس نے کہا کہ حضرت یوسفؑ کا منہ کالا کر کے گدھے پر بٹھا کر سارے شہر میں پھرایا گیا۔خدا کی قسم یہودیوں کی کتاب کے علاوہ کہیں یہ ذکر نہیں۔آج معافی کیوں نہیں مانگتا؟ میں نے اس کو کئی دفعہ سمجھایا کہ کچی کچی باتیں نہ کیا کرو اس کی کوشش ہوتی ہے کہ کچی باتیں کریں اس کو سعودیہ کے علماء نے کافر قرار دیا''

مولوی طارق جمیل علماء کا بدترین دشمن ،مکار فریبی اور زہریلا سانپ ہے۔دیوبندی مولوی مفتی زرولی

'' مولوی طارق جمیل عالم نہیں وہ علماء کا بدترین دشمن ہے۔دین کا ایک مکار، فریبی اور تبلیغ کا وجود ختم کرنے والا ایک زہریلا سانپ ہے۔اس کی عقل میں کوئی بات نہیں آتی۔جو میں نے کہا شائد یہ کم کہا وہ اس سے زیادہ کا حق دار ہے''

مولوی طارق جمیل جھوٹا،تہمتیں لگانے والا ڈھونگی ہے۔دیوبندی مولوی مفتی محمد سعید

''اس کے سب بیان لے لو اس میں جو وہ حدیثیں بیان کرتا ہے سب جھوٹ ہے۔ان 20 سالوں میں اتنا بڑا جھوٹا اور انبیاء علیہم السلام پر تہمت لگانے والا ہم نے نہیں دیکھا۔پورا ڈھونگ رچایا ہوا ہے۔8 یا 10 جھوٹ گھڑے ہوئے ہیں۔مولانا طارق جمیل کی تقریر جادہ حق سے ہٹی ہوئی ہے۔اہل سنت والجماعۃ کے خلاف فرضی اور بے دینی کی باتیں کر رہا ہے اس سے پرہیز لازم ہے''

مولوی طارق جمیل سب سے بڑا زندیق ،ٹھگ اور طوائفوں کا ساتھی ہے۔دیوبندی مولوی زرولی

''یہ دین میں تبدیلی کرتا ہے اور ایک نیا دین بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔جبکہ اس کا علم صفر ہے''۔''جتنے زندیق اب تک گزرے ہیں اب تک اتنا بڑا زندیق نہیں آیا۔میرا کو بیٹی بنایا ہوا ہے جس نے ہر شہر میں شادی کی۔خاوند کے ہوتے ہوئے بھی شادی کی۔نسلاً واصلاً یہ بھی وہی چیز ہے۔صرف چہرے پر ٹھگی کا عمامہ اور ٹھگی کی داڑھی۔یہ تبلیغیوں کو شکار کرنے والا ہے۔یہ قرآن وسنت کے خلاف سازش کرنے والا ہے۔اس کی توبہ ہو ہی نہیں سکتی''

مولوی طارق جمیل کو کسی نے گدھے پر بٹھایا ہوگا اس نے اپنا غصہ ادھر نکال دیا۔دیوبندی مولوی شیخ مکی حجازی

''اللہ اپنے انبیاء کو اتنا ذلیل نہیں کرتا۔اس مولوی کو کسی نے گدھے پر بٹھایا ہوگا اور اس نے اپنا غصہ ادھر نکال دیا اور اسے یوسف علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیا''

(ان علماء کی ویڈیو یوٹیوب پر موجود ہے زیر عنوان ''مولانا طارق جمیل کے بارہ میں جید علماء کا موقف'')

انڈیا کے دیوبندیوں میں بھی گروپ بازی اور افتراق

مولانا ارشد مدنی،مولانا سعد پالن پوری اور ابوالقاسم نعمانی شرارتی دریدہ دہن۔بنیوں کے پٹھو نسلیں مولانا ابراہیم دیولہ اور مولانا لاٹ تم پر لعنتیں بھیجیں گی۔

شوریٰ گروپ بدمعاش اور طارق جمیل ڈبل گیم کھیلنے ولا ہے۔ دیوبندی عالم دین مولانا عیسیٰ منصور پوری امارت گروپ

مولانا عیسیٰ منصوری صاحب جو کہ تبلیغی جماعت میں بہت عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ آپ نے شوریٰ گروپ کی دریدہ دہنیوں پر بڑے دکھ سے فرمایا ہے کہ ’’ یہ دیکھو دیوبند کے نام پر ساری شرارت ہورہی ہے۔ اور مولانا ارشد مدنی کے کہنے پر یہ سب ہورہا ہے۔ ایک ہزار طلبہ کو انہوں نے بھیجا۔ انہوں نے لاتوں سے جوتوں لاٹھیوں سے پٹائی کی۔ اور لہولہان کر دیا۔ تو یہ حرکت لگا رکھی ہے تم نے۔ دیوبند اس لئے قائم ہوا تھا کیا؟ بدمعاشیاں کرنے کے لئے۔ اور تم کو ٹھیکہ دیا ہے ان بنیوں نے کہ مولانا الیاس کے خاندان کو ہٹا کر ان بنیوں کو وہاں بٹھادو۔ یہ تین آدمی ہیں۔ مولانا سعد پالن پوری، ابوالقاسم نعمانی اور یہ مولانا ارشد مدنی۔ ارشد مدنی تم کو اپنے باپ کے نقش قدم پر چلنا چاہیئے یا ان بنیوں کا پٹھو بننا چاہیئے۔ اور یہ مفتی جنید ہے بمبئی والا وہ تو عرصہ سے چلا رہا ہے کہ مولانا ابراہیم دیولہ کو امیر بنا دیا جائے اور مولانا سعد کو ریٹائیرڈ کر دیا جائے۔ اوران بدمعاشوں کی حرکت تو دیکھو ادھر مولانا زبیر کی قبر پر مٹی دال کر آئے اُدھر ایک لاری لے کر آگئے کہ چلیں مولانا سعد آپ کو لے جا کر کاندہلہ چھوڑ دیتے ہیں۔ اپنے گھر بھیج دیتے ہیں۔ اب تم نااہل ہو اب ہم چلائیں گے تبلیغ کو۔ ان کی شرارت تو دیکھو۔ سن لو مفتی جنید، اور سن لو ابراہیم دیولہ تم کبھی بھی حضرت جی نہیں بن سکتے۔ یادرکھو میری بات کو لکھ لو۔ میں شدید بیمار ہوں۔ کل میں نہیں رہوں گا مگر نئی نسل لکھ لے اس بات کو اس ضلع کی نسلیں مولانا ابراہیم دیولہ اور مولانا لاٹ تم پر لعنتیں بھیجیں گی۔ ان دونوں نے گجراتیوں کو نظام الدین سے کاٹا ہے اور مرکز اور دین کی محبت سے کاٹا ہے اب جتنی چاہے اچھل کود کر لو قوم تم پر لعنت بھیجیں گی۔ اب ان شورائی بدمعاشوں کا ڈھونگ کھل گیا ہے۔‘‘ پھر آپ نے اپنی ایک اور ویڈیو میں مولوی طارق جمیل صاحب کو بھی فتنہ اور ڈبل گیم کرنے والا شورائی گروپ کا ممبر بتایا ہے۔ آپ نے کرپشن کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا کہ ’’اب دیکھو یہ ابراہیم دیولہ 40 سال میں اتنا سفر نہیں کیا تھا جتنا ان 2 سالوں میں کیا ہے اُڑا اُڑا پھر رہا ہے۔ یہ بھی میری طرح غریب آدمی ہے۔ ان تین مہینے کا ریکارڈ اُٹھا لو۔ اردن، پرتگال، فرانس، اور پھر جا کر حج پر بھی پہنچ گیا۔ کہاں سے پیسے آرہے ہیں؟ کون پیسے دے رہا ہے؟ اُدھر کراچی میں ایک مفتی زرولی مولانا سعد کے خلاف کتابیں لکھ رہا ہے۔ اگر دوسروں پر ایک انگلی اُٹھاو گے 4 تمہاری طرف ہونگی‘‘

(یوٹیوب پر عیسیٰ منصور پوری صاحب کا یہ بیان پورا موجود ہے)

دیوبندی دنیا میں ایک اور گروپ ایک اور افتراق۔ یعنی جناب محمد علوی مالکی صاحب کا گروپ

جامعہ حقانیہ ساہیوال کے ترجمان مجلہ الحقانیہ اپنی جولائی اگست 2019 کی اشاعت میں دیوبندی دنیا میں اٹھنے والے ایک اور گروپ اور اس کے خلاف جواب الجواب تحریری جنگ کی اطلاع دیتے ہوئے لکھتا ہے

’’ مکہ مکرمہ میں رہنے والے ایک علمی گھرانے کے عالم جناب محمد علوی مالکی نے جب اپنے عقائد و نظریات پر مشتمل کتابیں تحریر کیں جن میں اپنے بدعی بلکہ بدعت سے بھی بڑھ کر گمراہانہ عقائد کا اظہار کیا جو سراسر قرآن وسنت اور جمہور اہل سنۃ والجماعۃ سے متصادم تھے تو مکہ مکرمہ کے قاضی شیخ عبداللہ بن سلیمان نے ان کے رد میں ایک کتاب لکھی اور ان کے معتقدین نے بھی کئی کتابیں ان کے دفاع میں لکھیں۔ 1985 میں جناب علوی مالکی صاحب نے خود بھی اپنے مخالفین کے رد میں ایک ضخیم کتاب عربی میں لکھی۔ اس کتاب پر بعض اکابر دیوبند سے بھی تقریظات حاصل کر لی گئیں۔ جب انہیں اصل صورتحال کا علم ہوا تو ان حضرات نے اپنی تقریظ سے رجوع فرما لیا۔ معاملہ اس وقت بگڑا جب 1994 میں ’’اصلاح مفاہیم‘‘ کے نام سے اس کا ترجمہ شائع ہوا۔ اہل علم کو اس ترجمہ کے دیکھنے سے پتہ چلا کہ علوی مالکی صاحب کے عقائد ونظریات کیا ہیں۔ چونکہ ان کے عقائد بریلوی مکتب اور فاضل بریلوی جناب احمد رضا خان صاحب کے مسلک کے ترجمان تھے۔ اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند کا ان عقائد ونظریات سے دور کا بھی تعلق نہ تھا۔۔ ان کے خلاف دیوبندی علماء کے مضامین کو ’’تحقیقی نظر‘‘ کے نام سے کتابی صورت میں مولانا ابوبکر علوی صاحب نے شائع کیا ہے پھر مزید دو اضافات کے ساتھ ’’اکابر اہل سنت کا حقیقی مسلک‘‘ کے نام سے 2016 میں شائع کیا گیا ہے اور اب دوسرا ایڈیشن مزید اضافات کے ساتھ مولانا حافظ عبد الرحیم چار یاری نے شائع فرمایا ہے۔ حال ہی میں علوی مالکی کے حامی طبقہ نے ’’مجالس ذکر اللہ کے خلاف سازشیں‘‘ کے نام سے جواب شائع کیا ہے۔ ہر فریق کو سنجیدگی، وقار اور متانت سے دوسرے فریق سے اختلاف کا پورا پورا حق ہے مگر جوابی مضمون میں مولف نے اہل حق اور بزرگوں کے خلاف تنقید اور رد کا جو اسلوب اختیار کیا ہے اور ان کا جس طرح تمسخر اور استہزاء کیا ہے اسے دیکھ کر الامان والحفیظ ہی کہنا پڑتا ہے‘‘

(ماہنامہ الحقانیہ ساہیوال سرگودھا جولائی اگست 2019 ص 77 تا 82 مضمون پیش لفظ بر کتاب مجالس ذکر اللہ کے نام پر علمائے دیوبند کے خلاف سازشیں مضمون نگار

مفتی سیدعبدالقدوس ترمذی بانی مفتی عبدالشکور ترمذی)

دیوبندی دنیا میں مزید ایک اور گروپ مفتی محمد زاہد صاحب فیصل آبادی اور سید سلیمان ندوی صاحب ہفوات بکنے والے اور ہرزہ سرا ہ،گم راہ لامذہبیت اور فکری بے راہ روی کا شکار ہیں۔مشہور دیوبندی رسالہ مجلہ صفدر کا دوسرے دومشہور دیوبندی علماء کے بارہ میں اعلان

مجلہ صفدر نے اپنی جنوری 2019 کی اشاعت میں اپنے ہی دو بڑے علماء کے مذہبی کردار و گفتار کو یوں بیان فرمایا ہے

’’ہندوستان (ندوۃ العلماء لکھنو) کے معروف عالم جناب مولانا سید سلمان حسینی ندوی کی بھی حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بابت ایسی ہفوات اور ہرزہ سرائیاں سامنے آئی ہیں کہ خوف خدا رکھنے والا ایک ادنیٰ مسلمان اس کے تصور سے بھی کانپ اُٹھتا ہے، گم راہی، لامذہبیت،، ذہنی آزادی اور فکری بے راہ روی کا یہ سلسلہ روز افزوں ترقی پذیر ہے۔کچھ بعید نہیں ان حالات میں ناپختہ ذہن علماء بے چارے طلباء علوم دینیہ اور سادہ لوح عوام تحقیق کے نام پر اسلام کی چولیں ہلانے والے ان نام نہاد داعیان اتحاد، داعیان اور علم برداران امن شاطر اور بے باک محققین کے جال میں پھنس جائیں۔اس لئے ایسے حالات میں متلاشیان حق کو چاہیے اس فتنہ ضالہ مضلہ کا مکمل تعاقب کریں۔

مولانا ندوی کی ان گمراہیوں اور یاوہ گوئیوں پر دارالعلوم دیوبند نے اپنے ماہنامہ کے شمارہ نومبر دسمبر 2018 میں اس حولہ سے خصوصی اشاعت کا اہتمام کیا ہے۔

(مجلہ صفدر شمارہ نمبر 95 جنوری 2019 ص 35 مضمون نگار جناب ابن احمد رسالہ بیاد محمد سرفراز خان صفدر مظہریہ دارالمطالعہ جنہان سومرو سندھ 03124612774)

دیوبند کی پاکستان انڈیا اور بنگلہ دیش کے تینوں ممالک کی تبلیغی جماعت میں بھی خوف ناک گروپ بندی

انڈیا مولانا عبدالوہاب صاحب کی وفات کے بعد ایک گروپ نے خود ہی امیر ہونے کا دعویٰ کر دیا تو دوسرے اس اعلان کے ساتھ سامنے آگئے کہ ہمیں کسی امیر کی ضرورت ہی نہیں ہے ہم شوریٰ سے کام چلائیں گے۔اور پھر اختلاف اس حد تک آگے بڑھا کہ شوریٰ گروپ بستی نظام الدین کو چھوڑ کر ممبئی پہنچ گیا اور اُنہوں نے اپنا مرکز نظام الدین کی جگہ ممبئی کو بنا لیا۔ پاکستان میں رائیونڈ گروپ ان کی حمائیت میں اُٹھ کھڑا ہوا اور اُنہوں نے امارت والوں کو رائیونڈ کے اجتماع سے بے دخل کر دیا۔اسی دوران بنگلہ دیش میں امارت گروپ نے دریائے TURAG کے کنارے اجتماع کرنا چاہا جس پر شوریٰ گروپ نے حملہ کر دیا جس کے نتیجہ میں کے ایک بندہ قتل ہو گیا پھر ہفتہ کے دن TONGI BARTAR کے اجتماع پر بلوہ کیا گیا جس میں دوسو سے زائد افراد زخمی ہو گئے۔میں نے اس سارے مسئلہ کو سمجھنے کے لئے یوٹیوب پر موجود تبلیغی اکابرین کے بیانات کی مدد سے تصویر مکمل کی ہے۔

امریکہ سے تعلق رکھنے والے تبلیغی جماعت کے اہم راہنما جناب مفتی منیر احمد صاحب نے ایک ٹی وی کو انٹرویو دیتے ہوئے اس قضیے کی تفاصیل یوں بیان کیں۔آپ نے فرمایا کہ’’ایک سعدانی یا میواتی گروپ ہے جو مولانا سعد احمد کاندھلوی صاحب کا ہے جو مولانا الیاس قادری صاحب بانی تبلیغی جماعت کے پڑپوتے ہیں۔اور بڑے حضرت مولانا محمد یوسف جی کے پوتے ہیں۔یعنی یہ وہ گروپ ہے جو امارت کے حق دار بن کے بیٹھے ہیں۔دوسرا گروپ شورائی گروپ ہے جس میں اس وقت بنیادی شخصیت مولانا احمد لاٹ صاحب ہیں جنہوں نے نظام الدین کو چھوڑ کر بمبئی میں اپنا الگ سے مرکز بنا لیا ہے اور اس کا مرکز نظام الدین چھتہ والی بنگلہ والی مسجد سے کوئی تعلق نہیں ہے۔اب مرکز میں مولانا سعد صاحب بیٹھے ہیں اور یہاں ان کا گروپ کام کر رہا ہے اور وہاں بمبئی میں شورائی گروپ ہے۔اب مولانا سعد صاحب کا کہنا ہے کہ امیر بننا ضروری ہے جیسا کہ مولوی الیاس صاحب خود امیر تھے ان کے بعد مولوی یوسف صاحب کاندھلوی ان کے بیٹے امیر تھے۔پھر ان کے بعد مولانا انعام الحسن صاحب امیر تھے۔مولانا انعام الحسن صاحب نے 10 بندوں کی شوریٰ بنا دی کہ میرے بعد ان میں سے کوئی امیر چن لینا۔جن میں سے 5 انڈیا سے مولانا اظہار، مولانا زبیر، مولانا سعد، مولانا محراب، مولانا سعید احمد خان۔4 پاکستان سے مفتی زین العابدین، حاجی عبدالوہاب، بھائی افضال اور مولانا نذر محمد اور ایک بنگلہ دیش سے حاجی عبد المقیت صاحب تھے۔اب جب ان کا وصال ہو گیا تو یہ دس حضرات اپنا امیر نہیں مقرر کر سکے۔کیونکہ جب مولانا زبیر الحسن یا مولانا اظہار الحسن کی بات آئی تو انہوں نے کہا کہ ہمیں امیر بنایا تو میوات والے کٹ جائیں گے کیونکہ میوات والوں سے مولانا زبیر الحسن کے اختلافات تھے اسی طرح سے جب مولانا سعد صاحب کو امیر بنانا چاہا تو مولانا زبیر گروپ ناراض ہو گیا۔اس پر طے یہ ہوا امیر نہ بناؤ بس شوریٰ سے کام چلایا جائے۔اور یوں بغیر امیر کام چلتا رہا۔البتہ اس دوران مولانا سعید احمد صاحب اور مفتی زین العابدین صاحب افسوس کرتے رہے کہ ہم تو اپنا ایک

امیر بھی مقرر نہ کر سکے۔ ہمیں اس بات کا بڑا دکھ ہے۔ پھر ایک ایک کر کے یہ لوگ اللہ کو پیارے ہوتے گئے اور اب آخری شخص حاجی عبدالوہاب صاحب بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اب پرانے لوگوں میں سے مولانا سعد صاحب باقی بچے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں اب امارت کا نظام چلے گا اور شوریٰ میرے ماتحت کام کرے گی۔ لوگوں نے کہا کہ اب آپ مزید اپنے ساتھ 9 بندوں کی شوریٰ بنا لیں مگر اپ نے انکار کر دیا اور یوں مولانا لاٹ صاحب امارت کا انکار کرتے ہوئے بمبئی چلے گئے اور یوں فساد کا آغاز ہو گیا۔"

تبصرہ قندیل حق

دیوبند اور آل دیوبند پر بھی اللہ کی عجیب نحوست چھائی ہوئی ہے۔ روز نئے گروپ بن رہے ہیں روز نئی بدعتیں ان سے برآمد ہو رہی ہیں۔ اب تو قتل و غارت گری تک آن پہنچے ہیں۔ ایک دوسرے پر لعنتیں دال رہے ہیں۔ ایک دوسرے کو دروغ گو اور پتہ نہیں کیا کیا الزام لگا رہے ہیں کہیں یہ مردِ حق کی بددعا اللھم مزقھم کل مزق و سحقھم تسحیقا کا ظہور تو نہیں؟ غور کیجئے گا

"مولانا طارق جمیل گمراہ ہے منحوس ہے، قران وسنت کا جنازہ نکال دیا ہے۔ غلام احمد پرویز سے بھی بڑا مجرم ہے۔ دین کا جنازہ نکال رہا ہے۔۔ انجنیر محمد علی مرزا کا پہلا بیان

مولانا طارق جمیل عالم باعمل اور محبت اہل بیت کے دور حاضر میں امام ہیں اور امت کا سرمایہ ہیں۔ انجنیر محمد علی مرزا صاحب کا دوسرا بیان

ممتاز بریلوی مولوی علی نواز صاحب نے انجنیر محمد علی مرزا کے اقوال بابت مولانا طارق جمیل صاحب اکھٹے کئے ہیں اور وہ ویڈیو کی شکل میں شامل کر کے اس پر اپنا تبصرہ بھی ویڈیو میں شامل کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں

"مولوی طارق جمیل کے متعلق انجنئر محمد علی مرزا کے دو اقوال۔ پہلا قول" طارق جمیل صاحب کے ہی مکتبہ فکر کے علماء اور ان کی کٹر قسم کی عوام طارق جمیل صاحب کے بارہ میں ہی کس قسم کی فحش گوئی پر اُتر آئی ہے۔ یہ آپ ذرا کمنٹس پڑھیں۔ کئی علماء کے ویڈیوز ریکارڈ ہو چکے ہیں جس میں انہوں نے نام لئے بغیر پورے کے پورے اشارے کر کے بتایا ہے کہ کہ وہ کس کے بارے میں بول رہے ہیں۔ ایک مولوی کی ویڈیو چڑھی ہوئی ہے جس میں وہ کہتا ہے کہ یہ زر خرید کے علماء ہیں۔ آسٹریلیا کے ٹوورز۔ ظاہر ہے کہ آج کل طارق جمیل ہی آسٹریلیا کے ٹوور پر ہیں۔ ان کو حکومت ٹوور لگواتی ہے۔ کرتے کرتے وہ اس انتہاء پر پہنچتا ہے اور کہتا ہے کہ ہمیں تو یہ بھی شک ہے کہ اس میں ایمان بھی ہے کہ نہیں اور یوں اسلام سے ہی باہر نکال دیا۔"

مولوی علی نواز صاحب انجنئر صاحب کی یہ ویڈیو چلانے کے بعد تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ فراڈیا ہے۔ اس نے ہی مولانا طارق جمیل کو اسلام سے نکالا ہے۔ اس نے ہی طارق جمیل کو منحوس کہا ہے، گمراہ کہا ہے اور بلکہ یہ کہا ہے کہ یہ غلام احمد پرویز جو ہے جو منکرین حدیث کا سرغنہ ہے جو سرکار دوعالم کی احادیث کا منکر ہے کافر ہے یہ کہتا ہے کہ یہ طارق جمیل اس سے بھی بڑا گمراہ ہے۔ یہ آج نمبر بڑھا رہا ہے چونکہ یہ چڑھتے سورج کو سلام کرتا ہے چونکہ مولانا طارق جمیل صاحب آج کل وزیر اعظم صاحب کے قریب ہیں تو قربت چاہنے کے لئے یہ نمبر بڑھا رہا ہے جبکہ یہ اپنی پہلی ویڈیو میں کہتا ہے کہ یہ طارق جمیل منحوس ہے گمراہ کہتا ہے۔ اور پتہ نہیں کیا کیا کہتا ہے کیا یہ فحش گوئی نہیں؟ کیا اس نے طارق جمیل صاحب کو اسلام سے نہیں نکالا؟

محمد علی مرزا کی پہلی ویڈیو" دوسرا نظریہ واقعہ معراج کے متعلق یہ بالکل اس کے برعکس انتہا ہے۔ یعنی پہلا گروپ یہ کہ اس معجزہ معراج کا ہی انکار اور دوسرا گروپ دوسری انتہا۔ اس میں صوفیہ کا طبقہ۔ ہمارے اس دور میں دیوبندی اور بریلوی مکتبہ فکر کے علماء اس کو لیڈ کر رہے ہیں۔ جیسا کہ اُس گروہ کو لیڈ کر رہا تھا غلام احمد پرویز۔ اور اس میں بھی دو پرسنلٹیز ٹاپ آف دی گروپ ہیں۔ بریلویوں کی طرف سے ڈاکٹر طاہر القادری صاحب اور دیوبند کی طرف سے مولانا طارق جمیل صاحب۔ ان لوگوں نے جس طرح معراج کو عشق کی دیومالائی داستان بنا کر قصہ کہانی بنا کر پبلک کے سامنے پیش کیا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ انہوں نے قرآن و سنت کی تعلیمات کا جنازہ نکال دیا ہے۔ بلکہ دوسری ایکسٹریم۔ جیسے وہ غلام احمد پرویز جتنا بڑا مجرم ہے اتنے ہی بڑے مجرم یہ لوگ بھی ہیں بلکہ اس سے بھی بڑے مجرم ہیں کیونکہ انہوں نے آدھا سچ کہا جو زیادہ خطرناک ہوتا ہے کیونکہ غلام احمد پرویز کی گمراہی تو انکار کی وجہ سے سب پر عیاں ہو گئی مگر یہ اس سے بھی بڑے گمراہ ہیں کہ ان کا لوگوں کو پتہ ہی نہیں چلا۔ کوئی برکاتہ عالیہ ہے تو کوئی مدظلہ ہے اور مر جائیں گے تو رحمۃ اللہ علیہ ہو جائیں گے۔ لیکن یہ دین کا جنازہ نکال رہے ہیں۔ میں بالکل صاف طریقے سے آپ کو بتا رہا ہوں"

جناب علی نواز صاحب اس کی دوسری ویڈیو ختم کر کے تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "یہ جھوٹا ہے فراڈیا۔ پہلے کہتا ہے کہ دیوبندی فحش گوئی پر اُتر آئے ہیں۔ اب بتائیں مولانا طارق جمیل کو اسلام سے کس نے نکالا۔ منحوس کس نے کہا۔ مرزا جہلمی

نے اور کیا کہا کہ ان منحوسوں کی گمراہی کا پتہ نہیں چلتا۔ آپ نے دیکھا یہ کتنا بڑا فراڈیا ہے اور دھوکہ باز ہے دیکھا کہ مولانا طارق جمیل وزیر اعظم کے قریب ہے تو میں بھی نیوزلوں اور اس قسم کی باتیں کروں کہ لوگ مجھے زیادہ سے زیادہ دیکھیں تبلیغی جماعت کا اعتماد حاصل کرنا چاہتا ہے بلکہ یہ تو اس صدی کا سب سے بڑا فراڈیا ہے جھوٹا ہے مکار ہے''

(مفتی علی نواز صاحب کی یہ ویڈیو یوٹیوب پر مولانا طارق جمیل دین کا دشمن ویڈیو نمبر 619 فرام مفتی علی نواز یہ ویڈیو مکمل موجود ہے)

حدیث رسول ﷺ کے مطابق سبز پگڑی باندھنے والے بریلوی دجال کے ساتھی ہیں" دیوبندی مفتی زرولی خان صاحب کا فرمان

مشہور دیوبندی مفتی زرولی خان صاحب کی گاڑی ایک بستی میں خراب ہوگئی اور ایک مسجد بھی پاس ہی تھی انہوں نے ڈرائیور کو گاڑی ٹھیک کروانے بھیج دیا اور خود مسجد چلے گئے۔ امام صاحب نے استقبال کیا اور فرمایا کہ نماز بھی پڑھائیں اور نماز کے بعد کچھ درس بھی دیں۔ مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ نماز کے بعد میں نے درس شروع کیا تو امام صاحب نے آہستہ سے میرے کان میں کہا کہ بریلویوں کے بارے میں کچھ نہیں کہنا۔ اس کے بعد کے بارے میں اپ فرماتے ہیں

"میں نے کہا کہ مجھے تو بریلویوں کے بارہ میں کچھ نہیں کہنا تھا لیکن اب تم نے چھیڑ دیا ہے تو اس لئے اللہ کی قسم آج اس کے علاوہ کوئی اور مسئلہ بیان ہی نہیں کروں گا۔ مجھے کہتا کہ آپ کو اجازت نہیں۔ میں نے کہا کہ چل او یارا۔ یہ کوئی تیرے باپ کا دفتر ہے کیا؟ لوگوں نے دیکھا کہ مہمان اور میزبان میں جھگڑا ہو رہا ہے وہ بھی سب بیٹھ گئے۔ میں نے بیان شروع کیا۔ یہ نئی نئی ہری پگڑی نکلی تھی۔ لباس کا مسئلہ شروع ہوا تھا قسم قسم کے لباس کی سنتیں بیان ہونا شروع ہوئی تھیں میں نے کہا کہ پیغمبر سے ہر طرح کا لباس ثابت ہے سوائے ہرے کے۔ اور میں نے کہا کہ مشکوٰۃ جلد ثانی ص 477 پر روائت ہے کہ دجال کے ساتھ 70 یا 77 ہزار لوگ ہوں ان کے سروں پر جو پگڑیاں ہونگی وہ ہرے رنگ کی ہوں گی۔ اس پر سیوطی نے بھی کتاب لکھی ہے۔" (یہ ویڈیو یوٹیوب پر موجود ہے)

تبصرہ قندیل حق

مفتی زرولی صاحب یہاں آپ نے دجال کے ساتھیوں کی پاکستان میں موجودگی کی اطلاع عنائت فرمائی ہے تو مہربانی فرما کر یہ بھی اس قوم کو یہ بھی بتادیں پھر کہ وہ دجال صاحب بقلم خود کہاں موجود ہیں۔ اور اگر دجال کے ساتھی پہنچے ہیں تو پھر برائے مہربانی امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں بھی کوئی اطلاع فراہم کردیں کہ وہ کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں اور یہ نہ ہو کہ دجال کے ساتھی اپنا کام کر جائیں اور پھر کوئی آمد ہو تو پھر آپ بھی ہمارے ساتھ کہہ رہے ہوں اب پچھتائے کیا ہووت جب چڑیاں۔

زبیر علی زئی جھوٹا مفتری مغالطہ باز اور مکار دجل بیان ہے۔ ایک مشہور غیر مقلد جناب کفائت اللہ سنابلی صاحب کا دعویٰ

مکرم زبیر علی زئی وہابیوں کے ممتاز عالم دین مانے جاتے ہیں مگر وہابی خود ان کو کس نظر سے دیکھ رہے ہیں جناب کفائت اللہ سنابلی صاحب کے فرامین درج ہیں فرمایا

1)'' سب سے پہلے تو آپ کی اس پر تدلیس مکاری کا پردہ چاک کر دیا جائے'' (حدیث یزید محدثین کی نظر میں ص 131)

2)'' اعلیٰ حضرت کی بہتان تراشی جاری ہے بلکہ اس بار تو انتہائی دیدہ دلیری کے ساتھ اسے چوری کا نام دیا گیا۔ اگر ایسے ہی چوری کا الزام لگایا جاتا ہے تو آیئے ہم زبیر علی زئی کو ہی چور ثابت کر دیتے ہیں''

(حدیث یزید محدثین کی نظر میں ص 146)

3)''یہاں بڑی ڈھٹائی سے اسے جھوٹ کہہ دیا جو بذات خود دجل بیانی ہے''(حدیث یزید محدثین کی نظر میں ص 167)

4)''آپ کے اکاذیب کو شمار کرنے کے لئے دفتر درکار ہوں گے''

(حدیث یزید محدثین کی نظر میں ص 159)

5)''خود جھوٹ بول کر الزام دوسروں پر ڈال دینے سے آپ کا جھوٹ سچ میں تبدیل نہیں ہو جائے گا''(حدیث یزید محدثین کی نظر میں ص 160)

6) '' آپ سے کوئی جواب نہیں بن پڑا تو تحریر کی ابتداء سے پانچ صفحات سے لے کر کذب بیانی اور بہتان تراشی کر دالی۔''

(حدیث یزید محدثین کی نظر میں ص 182)

7) آگے پھر چور مچائے شور والی مکاری دیکھئے''

(حدیث یزید محدثین کی نظر میں ص 182)

8) کذب وافتراء اور دجل وخیانت کی تمام تر خصلتوں کا ارتکاب کر کے موسوف نے یہ تحریر مرتب کی''(حدیث یزید محدثین کی نظر میں ص 182)

(مجلہ صفدر شمارہ نمبر 95 جنوری 2019 ص 44 مضمون نگار جناب مفتی رب نواز صاحب رسالہ بیاد محمد سرفراز خان صفدر مظہر یہ دار المطالعہ جنھان سومرو سندہ)

تبصرہ قندیل حق

دکھ تو یہ ہے کہ یہی لوگ جو اپنے گھر میں دجال، مکار کذاب، مغالطہ باز مشہور ہیں جن کو اپنے گھر میں کوئی ثقہ نہیں مانتا میں ان جیسے ہی بے قعتوں کے فتووں سے کافر گردانا جاتا ہوں۔

ایک بار پھر سے ہم زمانہ جاہلیت میں لوٹ گئے ہیں

جامعہ فاروقیہ شجاع آباد کا ترجمان ماہنامہ صدائے فاروقیہ نومبر 2019 کی اشاعت میں پاکستان کے اسلامی معاشرے کی تصویر یوں بیان کر رہا ہے

''بلاشبہ انسانیت ایک بار پھر سے ہوا و ہوس، حرص وطمع، اخلاقی گراوٹ، معاشی ناہمواری، معاشرتی جبر، ظلم واستبداد، مکروفریب، قتل وغارت گری، لوٹ مار، ناانصافی، جہالت، اعتقادی زبوں حالی، شیطان پرستی، اور باطل پرستی کا شکار ہو چکی ہے۔لوگ درندگی پر اتر آئے ہیں۔عزتیں تار تار ہو رہی ہیں۔خواہشات نفسانیہ کی تکمیل کے لئے چار چار پانچ پانچ سال کی معصوم بچیوں کو تختہ مشق بنا کر بے دردی سے قتل کیا جارہا ہے۔چند روپوں کے حصول کی خاطر بے دریغ خون بہایا جارہا ہے۔دونوالوں کی خاطر ماں اپنی متا کو چیر پھاڑ رہی ہے۔روٹی مانگنے پر سنگدل باپ اپنی اولاد کو قتل کر رہا ہے۔قوم کے راہنما لٹیرے بنتے جارہے ہین۔استاد کا مقدس رشتہ طمع ولالچ اور درندگی کے ساتھ آلودہ ہوگیا ہے۔فراڈ ناپ تول میں کمی، بددیانتی اور خیانت کو مہارت جبکہ حیوانیت کو انسانی عروج سمجھا جارہا ہے۔عدالتیں ظلم کدہ بن گئی ہیں غریب غریب تر اور امیر امیر تر بنتا جارہا ہے۔شراب پانی کی طرح عام ہو چکی ہے۔مذہب کے نام پر فرقہ واریت، اور جہاد کے نام پر فساد برپا ہے۔پیری مریدی کے نام پر مال وعزت کی لوٹ مار بھی کسی سے مخفی نہیں۔الغرض یوں محسوس ہوتا ہے کہ ایک بار پھر سے زمانہ جاہلیت لوٹ کر گیا ہے''

(ماہنامہ صدائے فاروقیہ نومبر 2019 ص 8و9 زیر مضمون درددل مدیر اعلیٰ زبیر احمد صدیقی مدیر مفتی محمد طیب معاویہ الازھری شجاع آباد پرانا ملتان روڈ)

تبصرہ قندیل حق

ہر غلاظت مانتے ہو۔زمانہ جاہلیت کی طرف لوٹ گئے ہیں تو رسول اللہ ﷺ کی طرف کیوں نہیں لوٹتے۔مولوی کے ہوتے ہوئے یہاں تک پہنچے ہو تو پھر مولوی سے ہی آس لگا کر کیوں بیٹھے ہو؟ پھر کیوں گستاخی کرتے ہو کہ ''اگر کوئی آ بھی گیا تو میں اس کا انکار کر دوں گا'' پھر کیوں جو اللہ نے بھیجا ہے اس امام کی بیعت کی چھتری کی بجائے درگاہوں اور مزاروں پر ننگے بابو سے ڈنڈے کھاتے پھر رہے ہو؟ پھر کیوں فخر سے دستخط کر کے اپنی مسلمانی ہی یہ کہہ کر ثابت کرتے ہو کہ میں آپ ﷺ کے بعد کسی بھی مامور من اللہ کا منکر ہوں ؟؟ سوچو بڑا وقت ہے قبر کی مٹی کی خوشبو سونگھنے تک سوچو۔

مسلمانان ہند کی حالت

مفتی محمد عبداللہ قاسمی استاد فقہ وادب دارالعلوم حیدرآباد لکھتے ہیں کہ

''چند اختلافی مسائل کو لے کر مسلمانوں کا ہر گروہ دوسرے گروہ سے برسر پیکار ہے، نظریاتی کشمکش کی وجہ سے ہر گروہ الگ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد تعمیر کر رہا ہے، اور دوسرے مکتب فکر سے وابستہ لوگوں کی تکفیر وتحقیر کرنا، ان کو طعنے دینا اور ان پر پھبتیاں کسنا ان کا محبوب اور پسندیدہ مشغلہ بنتا جارہا ہے، اللہ رحم کرے مقررین کرام اور واعظین جوش بیان پر جو اصلاحی اور تذکیر عناوین پر گفتگو کرنے کے بجائے دوسرے مکاتب فکر پر کیچڑ اچھالتے ہیں، اور اس سے وابستہ لوگوں کو ہدف تنقید اور ہدف ملامت بناتے ہیں، منبر ومحراب اور اصلاحی جلسے جہاں سے پوری امت کو اتحاد واتفاق اور امن ویکجہتی کا درس ملنا چاہیے تھا آج وہ مسلمانوں کو مسلکی خطوط پر بانٹنے اور ان کے درمیان دوری پیدا کرنے کے اسٹیج بن چکے ہیں، ان کی پوری قوت بیانی اور شعلہ نوائی محض باہمی افتراق وانتشار پھیلانے پر صرف ہوتی ہے، ان کے زہر آلود بیانات سے محض نفرت وعداوت کے شجر زقوم کو نشو ونما ملتی ہے، جس کے خوفناک سایے سے پوری ملت اسلامیہ عجیب قسم کی پریشانی اور خلفشار میں مبتلا ہے''

(اخبار بصیرت آن لائن 17 جنوری 2019ء)

تبصرہ قندیل حق

کیا ان مسلکی اختلافات سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں؟ اگر ہے تو کہاں ہے۔ آیئے میں آپ کو بتاتا ہوں کہ اس کا حل ہمارے پیارے آقا خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے آج سے 1400 سال قبل بیان کر دیا تھا۔کہ جب اُمت پارہ پارہ ہو جائے گی اور مسلکی اختلافات کے دلدل میں ڈوب جائے گی۔ تو حکم وعدل امام مہدی کی تلاش کرنا اور اُن کی بیعت کرنا۔

آنے والے امام مہدی آ چکا مگر برا ہو تعصب اور ہٹ دھرمی کا نتیجہ ہے کہ موعود امام کا انکار کر رہے ہیں نہ صرف انکار بلکہ تکذیب کر رہے ہیں اور اس کے نتیجہ میں مسلمان ساری دنیا میں ذلیل اور خوار ہو رہے ہیں۔ایک ہی علاج ہے وہ ہے اپنے موعود امام کی تلاش اور اُس کی جماعت میں بیعت کر کے شامل ہونا۔



مسجد مبارک، مالی افریقہ



مسجد بیت العافیت، کینیڈا

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام کی وفات مسیح کے متعلق

ایک عظیم الشان پیشگوئی

آپؑ فرماتے ہیں:

’’مسیح موعود کا آسمان سے اُترنا محض جھوٹا خیال ہے۔ یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اُترے گا۔ ہمارے سب مخالف جواب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی اُن میں سے عیسیٰؑ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور اُن میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰؑ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا اُن کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر گیا۔ اور دنیا دوسرے رنگ میں آ گئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰؑ اب تک آسمان سے نہ اُترا۔ تب دانشمند یک دفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے۔ اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کے انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ مَیں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اُس کو روک سکے۔‘‘

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 67)